موجودہ زمانہ میں منیٰ و مزدلفہ میں قصر و اتمام کا مسئلہ

تالیف

مفتی محمد نعمان سیتاپوری

معین مفتی دارالعلوم دیوبند

ناشر

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس پرائیویٹ لمیٹڈ

۳۰۹۵/سرسید احمد روڈ دریا گنج ، نئی دھلی ۱۱۰۰۰۲

www.besturdubooks.net

تفصیلات

نام کتاب : موجودہ زمانہ میں منیٰ ومزدلفہ میں قصر واتمام کا مسئلہ

مؤلف : مفتی محمد نعمان سیتاپوری معین مفتی دارالعلوم دیوبند

تصحیح ونظرِ ثانی : حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ العالی
(شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند)

طباعت اول : جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ مطابق مارچ ۲۰۱۷ء

صفحات : ۲۷۲

کمپیوٹر کتابت : مؤلف موبائل نمبر: 08439916992 , 09520916992

ناشر : اعتقاد پبلشنگ ہاؤس (پرائیویٹ لمٹیڈ)

مطبوعہ : گلشن آفسیٹ پرنٹر، دہلی

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بیحد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

ATEQAD PUBLISHINC HOUSE .PVR. LTE
3095-Sir Syed Ahmed Road Darya Ganj New Delhi-2
Ph:(H.O) 011-23266879-011-42797863 (B.O)23276879
Fax: 23256661- Ateqad@gmail.com

www.besturdubooks.net

فہرست عناوین

تقریظ: حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم العالیہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند ۱۱
تقریظ: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم، المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد ۱۳
تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب مدظلہ مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۹
تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند ۲۱
تقریظ: حضرت مولانا جمیل احمد نذیری صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام، نوادہ، اعظم گڑھ ۲۲
عرض مؤلف ۲۲

سوال نامہ کے جواب

سوال نمبر ۱ تا ۶ ..... ۳۱
سوال نمبر ۱ تا ۶ کے جواب سے متعلق چند تمہیدی باتیں ۳۳
آبادی کا مصداق اور اس کی شرطیں ۳۳
پہلی شرط: رہائشی مکانات پر مشتمل ہونا ۳۳
آبادی کے مصداق میں مستقل رہائشی مکانات کی کوئی خاص نوعیت متعین نہیں ۳۴
کیا خیمے علی الاطلاق سب کے حق میں بحکم مکانات ہوتے ہیں؟ ۳۵
خیموں کے مکانات، صرف خانہ بہ دوش لوگوں کے حق میں مکانات ہوتے ہیں ۳۷
دوسری شرط: علاقے کا دراصل رہائش ہی کے لیے ہونا ۴۲

www.besturdubooks.net

آبادی کے مصداق میں رہائشی مکانات میں اصل إعداد للسکنی کا اعتبار ہے ۴۴
دوسری شرط کے چند تائیدی حوالے ۴۴
دوسری شرط کی روشنی میں باعتبار آبادی منی کا مسئلہ ۴۹
تیسری شرط: مکانات آباد ہوں، ویران نہ ہوں ۴۹
آبادی کے مصداق کی دوسری شرط کا ایک اور مؤید ۵۱
وسط شہر میں پائے جانے والے چھوٹے، بڑے میدان، نہر، ویران علاقے اور باغات یا کھیتوں پر مشتمل علاقوں کا حکم ۵۱
فقہ شافعی کے حوالے ۵۱
فقہ حنبلی کا حوالہ ۵۷
فقہ حنفی کی صریح یا قریب بہ صریح چند تائیدی جزئیات ۵۷
چوتھے جزئیہ سے مستفاد چند اہم امور ۵۸
حاصل بحث ۶۰
وسط شہر کا کوئی حصہ پہلے آباد تھا، پھر غیر آباد ہو گیا ۶۰
وسط شہر کے میدان اور ویران علاقے آبادی کے حکم میں کیوں ہوتے ہیں؟ ۶۲
جس علاقہ میں آبادی کی درج بالا شرطوں میں کوئی شرط نہ پائی جائے ۶۴
اطلاق میں شہر کی آبادی سے خارج، لیکن مسئلہ مسافرت وغیرہ میں بحکم شہر بعض علاقوں کا بیان ۶۴
پہلی قسم کا علاقہ: فنائے متصلہ ۶۴
دوسری قسم کا علاقہ: ربض مصر ۶۹
ربض مصر کے معنی اور اس کی حقیقت ۷۲
تیسری قسم: آبادی سے متصل دوسرا شہر، یا گاؤں ۷۲
دو مستقل آبادیوں کے درمیان فقہ حنفی میں اتصال وانفصال ۷۳

www.besturdubooks.net

اتصال وانفصال کے درج بالا معیار سے بعض علمائے کرام کا انحراف اور اس پر کلام ۷۴
ایک شبہ اور اس کا ازالہ ۷۵
اس تسامح کی وجہ ۷۶
دو مستقل آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں عرف کا اعتبار فقہ شافعی کا مسئلہ ہے، نہ کہ فقہ حنفی کا ۷۷
دو آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں فقہائے حنابلہ عرف کا اعتبار نہیں کرتے ۷۸
دو آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں کیا حکومت کی انتظامی تقسیم کا اعتبار شرعاً صحیح ہے؟ ۷۹
شروع سے لے کر اب تک کی بحث کا خلاصہ ۸۱
آبادی اور بحکم آبادی سے خارج علاقوں کی چند مثالیں ۸۲
آبادی کے باہر کا میدان وسط شہر میں آجائے اور اس کی دو صورتیں ۸۳
منی، مزدلفہ اور عرفات اگر مکہ مکرمہ کے وسط میں آجائیں؟ ۸۳
دوسری صورت کی مزید وضاحت ۸۴
مسئلہ اتصال سے متعلق دو اہم باتیں ۸۷
زیر بحث مسئلہ میں اتصال کا مطلب اتصال بہ ذریعہ راستہ یا سرنگ ہے یا اتصال بہ ذریعہ آبادی؟ ۸۸
مسئلہ اتصال میں تین باتیں الگ الگ ہیں اور وہ تینوں احکام میں بھی مختلف ہیں ۸۹
مسئلہ اتصال وانفصال میں ماقبل کی بحث سے مستفاد چند اہم اصول ۹۲
تمہیدی امور کے بعد اصل سوالات کے جواب ۹۳
جواب سوال نمبر: ۱ ..... ۹۳

www.besturdubooks.net

سوال نمبر ایک کے پہلے جزو کا جواب ۹۴
سوال نمبر ایک کے دوسرے جزو کا جواب ۹۵
کیا موجودہ صورت حال میں منی کو مکہ مکرمہ کا مستقل محلّہ کہنا درست ہے؟ ۹۶
جواب سوال نمبر:۲: ۹۷
جواب سوال نمبر:۳: ۹۸
جواب سوال نمبر:۴: ۹۸
موجودہ صورت حال میں کیا منی کو حقیقتاً آباد علاقہ کہا جاسکتا ہے؟ ۹۹
جواب سوال نمبر:۵ ..... ۱۰۱
جواب سوال نمبر:۶ ..... ۱۰۲
سوال نمبر:۶ میں بعض موجب اشتباہ یا از قبیل تسامح امور ۱۰۳
سوال نمبر:۷ اور اس کا جواب ۱۰۵
فنائے شہر کی تعریف وحقیقت ۱۰۶
فنا کے لغوی معنی ۱۰۶
فنا کے اصطلاحی معنی ۱۰۶
کیا فنائے شہر کا شہر سے متصل ہونا ضروری ہے؟ ۱۰۹
فنائے شہر کی تعریف میں فقہا کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے؛ البتہ فنائے منفصلہ میں جمعہ کا جواز مختلف فیہ ہے ۱۱۵
فنائے شہر کی تعریف میں دو اہم اجزا ۱۱۹
فنائے شہر کی تعریف کا پہلا جزو: حوائج ومصالح کی وضاحت ۱۱۹
فقہائے کرام کے کلام سے فنائے شہر کی مثالیں ۱۲۰
دوسرا جزو: لفظ اعداد کی وضاحت ۱۲۲
لغت میں اعداد کے معنی ۱۲۲

www.besturdubooks.net

فنائے مصر کی تعریف میں لفظ: مُعَدٌّ کے معنی ۱۲۳
اعداد کا تحقق کیسے ہوتا ہے؟ ۱۲۴
فنائے شہر کی تعریف میں دو اور اہم اجزا ۱۲۵
کیا منی پر کسی بھی طرح فنائے شہر کی تعریف صادق آتی ہے ۱۲۸
فنائے شہر کی قسمیں اور ان کے احکام ۱۲۹
فنائے متصلہ ومنفصلہ کی تعریف ۱۲۹
مسئلہ مسافرت میں فنائے متصلہ ومنفصلہ کا حکم ۱۲۹
مسئلہ جواز جمعہ میں فنائے متصلہ ومنفصلہ کا حکم ۱۳۳
فنائے منفصلہ میں جواز جمعہ کے دلائل اور ان پر کلام ۱۳۴
خلاصۂ کلام (حیلوں اور فنائے منفصلہ میں جواز جمعہ کا مسئلہ، حاشیہ) ۱۳۵
کیا منی کو مکہ مکرمہ کی فنا قرار دیا جا سکتا ہے؟ ۱۳۹
منی کے فنائے مکہ نہ ہونے کے مزید دلائل ۱۳۹
منی کو فنائے مکہ قرار دینے والوں کے دلائل اور ان کا جواب ۱۴۳
منی کے فنائے مکہ ہونے کی پہلی دلیل اور اس پر چھ اعتراض ۱۴۳
منی اور حدود حرم میں فرق ۱۴۵
منی کے فنائے مکہ ہونے کی دوسری دلیل اور اس کا جواب ۱۴۵
منی کے فنائے مکہ ہونے کی تیسری دلیل اور اس کا جواب ۱۴۶
منی کے فنائے مکہ ہونے کی چوتھی دلیل اور اس کا جواب ۱۴۹
سوال نمبر: ۸ اور اس کا جواب ۱۴۹
منی کا فنائے مکہ کے طور پر مصالح اہل مکہ میں استعمال شرعاً درست نہیں ۱۵۲
سوال نمبر: ۹ اور اس کا جواب ۱۵۴
منی کے موضع مستقل ہونے کی کوئی علت فقہا نے صراحتاً ذکر نہیں فرمائی ہے ۱۵۴

www.besturdubooks.net

قرائن وشواہد کی روشنی میں منی کے موضع مستقل ہونے کی علت اس کا مشعر ہونا ہے ۱۶۴
علت مشعریت پر ایک شبہ اور اس کا جواب ۱۶۴
مشعر کا علت ہونا، شیخ سبیلؒ کے فتوی اور اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کی تجویز سے مؤید ہے ۱۶۵
شیخ محمد بن عبداللہ السبیل کا فتوی ۱۶۵
رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی کی قرارداد ۱۶۷
حالت حیض وغیرہ میں سعی کا جواز بھی معلل بالعلت ہے ۱۷۱
شیخ سبیل صاحب کا منی کے مسئلہ میں مشعریت کے اصول کو نظر انداز کر دینا باعث حیرت ہے ۱۷۳
منی کے سلسلہ میں شیخ سبیل صاحب کے فتوی کو تضاد کے باوجود بنیاد بنانے والوں سے درخواست ۱۷۳
ایک اشکال اور اس کا جواب ۱۷۴
مستقل مشعر ہونے کا ایک غلط مطلب اور اس کی تردید ۱۷۵
مصر یا قریہ ہونا منی کے موضع مستقل ہونے کی علت نہیں ۱۷۶
سوال نمبر: ۱۰، اور اس کا جواب ۱۷۷
سوال نمبر: ۱۱، اور اس کا جواب ۱۷۸
موجودہ صورت حال میں منی میں جمعہ کا مسئلہ ۱۷۹
سوال نمبر: ۱۲، اور اس کا جواب ۱۸۱
موجودہ صورت حال میں منی کی مصریت پر زمانۂ ماضی کی فقہی عبارات سے استدلال صحیح نہیں ۱۸۳
منی کے خیمے، آبادی اور رہائشی مکانات کی حیثیت نہیں رکھتے ۱۸۸
ایام حج میں میدان منی میں جمعہ کا مسئلہ (دارالعلوم دیوبند کا فتوی، حاشیہ) ۱۹۱

www.besturdubooks.net

سوال نمبر:۱۳،اوراس کا جواب ۱۹۶
حدیث کی تخریج ۱۹۶
سند کے اعتبار سے حدیث پر کلام اوراس کا درجہ..... ۱۹۷
حدیث کا مضمون ۱۹۹
حدیث کی تشریح..... ۲۰۰
منی میں تعمیر کے متعلق شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کے چند فتاوی کے اقتباسات ۲۰۴
مزدلفہ میں اسٹیڈیم بنانا جائز نہیں..... ۲۱۱
حدیث " منی مناخ من سبق " کا منشا کیا ہے؟..... ۲۱۳
منی میں اگر آبادی ہوجائے تو وہ شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں؟..... ۲۱۳
سوال نمبر:۱۴،اوراس کا جواب..... ۲۱۵
میدان منی اور وسط شہر کے دیگر میدان اور پہاڑیوں کے درمیان فرق ۲۱۵
سوال نمبر:۱۵،اوراس کا جواب..... ۲۱۷
زیر بحث مسئلہ میں کیا بر بنائے احتیاط اتمام کی رائے اختیار کی جاسکتی ہے؟..... ۲۱۷
جواب سے پہلے چند اہم مباحث ۲۱۸
پہلی بحث: شک اور یقین کی حقیقت..... ۲۱۸
شک کے لغوی اور اصطلاحی معنی..... ۲۱۸
یقین کے لغوی اور اصطلاحی معنی ۲۱۹
دوسری بحث: قاعدہ:" الیقین لا یزول بالشك " کی وضاحت ۲۱۹
شک کی تین قسمیں..... ۲۲۰
قاعدہ" الیقین لا یزول بالشك "کا حدیث وغیرہ سے ثبوت..... ۲۲۲
اس قاعدہ پر متفرع ہونے والے چند قواعد..... ۲۲۲
تیسری بحث: قصر واتمام کے مسئلہ میں احتیاط کا ضابطہ اوراس کا محل..... ۲۲۳

www.besturdubooks.net

احتیاط کا معنی ومفہوم ۲۲۴
مسئلہ مسافرت میں احتیاط پر عمل کی دو مثالیں..... ۲۲۴
دوران نماز مسافر شرعی ہونے سے آدمی کے لیے قصر جائز نہ ہوگا..... ۲۲۶
اگر پہلے ایک پہلو یقینی ہو، اور دوسرا عارض ہونے والا پہلو محض شک کے درجہ میں ہو، تو" اليقين لايزول بالشك" یا" الأصل بقاء ما كان على ما كان "پر عمل کیا جائے گا ۲۲۷
غنية المستملي کا صریح حوالہ..... ۲۲۸
خلاصۃ الفتاوی کا حوالہ..... ۲۲۹
کیا مقیم ہونا آدمی کے حق میں علی الاطلاق اصل ہے؟..... ۲۳۰
ضابطہ احتیاط کا ایک مجازی اطلاق..... ۲۳۰
اصل سوال کا جواب..... ۲۳۱
مجتہد فیہ مسائل میں دوسرے فریق کی غلو آمیز مخالفت سے اجتناب ضروری ہے ۲۳۳
ہندوستان کے دو مرکزی اداروں کے فتاوی ۲۳۴
ہندوستان کا پہلا مرکزی ادارہ: دارالعلوم دیوبند کا فتوی..... ۲۳۴
ہندوستان کا دوسرا مرکزی ادارہ: مظاہر علوم سہارن پور کا فتوی..... ۲۳۸
مشعر کو منی کے موضع مستقل ہونے کی علت قرار دینے پر ایک اشکال اور اس کا جواب ۲۴۴
کیا سعودیہ کا منی کو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ قرار دینا حکم حاکم ہو کر رافع اختلاف ہوسکتا ہے؟ ۲۴۹
مقالہ مقالہ کا خلاصہ..... ۲۶۰

www.besturdubooks.net

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم العالیہ

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد!

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ منٰی، مزدلفہ اور عرفات خود مستقل مشاعر ہیں، وہ کسی کے تابع نہیں ہیں، اللہ کے نبی ﷺ نے ان کے حدود متعین فرمادیے ہیں، قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہیں اور یہ توقیفی ہیں، کسی کو اپنی طرف سے قیاس کرنے اور اجتہاد کرنے کی گنجائش نہیں، قیامت تک یہ مستقل مشاعر رہیں گے۔ عہد نبوی سے آج تک تمام علما ومشائخ اور ائمہ کرام یہی فتوی دیتے رہے ہیں۔

مگر چند سال سے کچھ جدت پسندوں نے اس توقیفی مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا اور مکہ مکرمہ، منی، مزدلفہ اور عرفات کو ایک مقام قرار دیا اور دلیل میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے منی سے جاملی ہے، یہیں سے ان کو دھوکہ لگا ہے، فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ آبادی کا اتصال آبادی کے ساتھ معتبر ہوتا ہے، آبادی کا اتصال میدان کے ساتھ معتبر نہیں ہے۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ سفر کے احکام میں یہ لوگ ان مقامات کو مقام واحد مانتے

www.besturdubooks.net

ہیں، عرفہ میں یا مزدلفہ میں وقوف کرنے کے بجائے اگر مکہ میں حاجی لوگ وقوف کرلیں تو کیا ان کا حج ہوجائے گا؟ اگر منی اور مکہ مکرمہ مقام واحد شمار کیا جائے تو پورے سال ہر جمعہ کو مسجد منی میں جمعہ پڑھنا چاہیے؛ حالاں کہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ نیز فقہاء کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقامات مقام واحد نہیں ہیں؛ بلکہ علاحدہ علاحدہ مقامات ہیں، اگر مکہ مکرمہ، منی، مزدلفہ، عرفات ان تینوں جگہوں کو ملا کر حاجی پندرہ دن پورے کرتا ہے تو وہ مسافر ہی رہے گا؛ کیوں کہ مقیم ہونے کے لیے ایک مقام پر ۱۵/دن ٹھہرنا شرط ہے۔

ان جدت پسندوں کی وجہ سے ہر سال منیٰ وعرفات میں حاجیوں کے درمیان نماز کے قصر واتمام کے سلسلہ میں اختلاف وانتشار ہوتا ہے۔ اللہ تعالی جزائے خیر دے مفتی محمد نعمان صاحب سیتاپوری معین مفتی دارالعلوم دیوبند کو کہ انہوں نے اس مسئلہ پر عالمانہ، محققانہ، فقیہانہ بحث کی ہے اور مسئلہ کے ہر پہلو کو شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے، دوسروں کے دلائل کی بھرپور تردید فرمائی ہے اور اپنے پیش کردہ دلائل پر ہونے والے اشکالات کا وافی وشافی جواب دیا ہے اور صحیح مسلک کو روز روشن کی طرح واضح کردیا ہے۔ دوسرے حضرات کو چاہیے کہ اپنے موقف پر نظر ثانی کریں۔

احقر نے شروع سے اخیر تک یہ مقالہ دیکھا، ماشاء اللہ تحقیق کا حق ادا کردیا ہے، اللہ تعالی ان کے علم میں، عمر میں برکت عطا فرمائے، ان کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور آخرت میں ان کے لیے ذخیرہ بنائے، آمین۔

حبیب الرحمٰن خیرآبادی عفا اللہ عنہ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۸/محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

www.besturdubooks.net

تقریظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم، المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہمیت اور ترجیحات کے اعتبار سے احکام شریعت کے بنیادی طور پر تین مصادر ہیں، ایک: شارع تعالیٰ کی نصوص، خواہ الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں، یعنی کتاب اللہ، یا معانی اللہ کی طرف سے ہوں اور تعبیر پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ہو، جن کو اصطلاح میں حدیث یا سنت کہتے ہیں، نصوصِ شارع ہی میں آثارِ صحابہ بھی شامل ہیں، یہ اگرچہ صحابہ کے اقوال ہیں، لیکن اگر ان کا تعلق ایسے مسائل سے ہو جو محل اجتہاد نہیں ہیں تو یہ بھی حدیث ہی کے درجے میں ہیں؛ کیوں کہ جیسے رسول اللہ ﷺ کے فرمودات اور معمولات قرآن مجید کا بیان ہیں ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ﴾ (النحل:۴۴) اسی طرح آثارِ صحابہ دراصل منشاء نبوت کا بیان ہیں؛ اسی لئے آپ ﷺ نے حق وباطل اور صواب وناصواب کے لئے اپنی سنت کے ساتھ ساتھ آثارِ صحابہ کو بھی معیار قرار دیا ہے: ''ما أنا عليه وأصحابی'' (ترمذی، ابواب الایمان: ۱:۱۶۴) ـــــ نصوص کا درجہ سب سے اونچا ہے؛ کیوں کہ یہ صاحب امر کی طرف سے اپنے اوامر ونواہی کی تشریح وتبیین ہے: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ثُمَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (القیامۃ:۱۹)

دوسرا درجہ ان احکام کا ہے، جن کے بارے میں نصوص وارد نہیں ہوئی ہیں اور اگر ہیں تو قطعی الدلالۃ وقطعی الثبوت نہیں ہیں، ایسے مسائل میں اجتہاد کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت معاذؓ کی اُس روایت سے واضح ہے، جو مسائل قضاء سے متعلق ہے، جس میں کتاب وسنت کی واضح رہنمائی موجود نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کا حکم دیا گیا ہے، اب اس اجتہاد

www.besturdubooks.net

کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ تمام مجتہدین ایک ہی رائے پر متفق ہوجائیں، یہ ''اجماع'' ہے، غرض کہ 'اجماع' اُمت کا اجتماعی اجتہاد ہے؛ اسی لئے اجماع کے منعقد ہونے اور نہ ہونے میں مجتہدین کی رائے کا اعتبار ہے، عامۃ المسلمین کی رائے کا نہیں، اجماع بھی دلیل قطعی ہے، کیوں کہ افراد امت انفرادی حیثیت میں معصوم نہیں ہیں، لیکن وہ اجتماعی حیثیت میں معصوم ہیں؛ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**لاتجتمع أمتی علی ضلالة**'' (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، حدیث نمبر: ۳۹۵۰) اور انفرادی اجتہاد قیاس ہے، جس کا ثبوت رسول اللہ ﷺ کے قول سے بھی ہے اور آپ ﷺ کے فعل سے بھی۔

تیسرا مصدر شرعی وہ ہے جس کا تعلق عامۃ الناس سے ہے، اور وہ ہے: عرف وعادت، مسلمانوں میں جو عمل مروج ہوجائے اور جس بات کا چلن تعامل کا درجہ اختیار کرلے، وہ بھی حجت ہے، اسی کو ''عرف وعادت'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ بظاہر اس بات کا تصور نہیں کیا جاسکتا کہ عام مسلمان کسی ایسے عمل کو اجتماعی طور پر اختیار کرلیں، جو مزاج شریعت کے خلاف ہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اِس کی طرف اپنے اس فقرہ میں اشارہ فرمایا ہے: ''**ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن**'' (مسند ابی داؤد الطیالسی، حدیث نمبر: ۲۴۳) اسی لئے عرف وعادت کو بھی احکام شریعت کا ایک ماخذ مانا گیا ہے؛ لیکن یہ شارع کی نصوص اور اجماع اُمت کے تابع ہے، اگر کسی ایسے عمل کا عرف ہوجائے، جو نص کے یا اجماعِ امت کے خلاف ہو تو اس کا اعتبار نہیں: ''**لا عبرۃ بالعرف فی موضع النص**'' (تبیین الحقائق ۱:۹۵) یہ فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے اور علماء اُصول کے نزدیک اس میں کوئی دورائے نہیں کہ عرف کے ذریعہ نص اور اجماع کا اہمال نہیں ہوسکتا، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ عرف کے ذریعہ نصوص کی تخصیص ہوسکتی ہے یا نہیں؟

اس تمہید کی روشنی میں عرض ہے کہ حرم شریف، مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی ابتدائی اور انتہائی حدیں معتبر حدیثوں سے اور اجماعِ امت سے ثابت ہیں اور جو بات نصِ شارع یا اجماعِ امت سے ثابت ہو، اس میں تغیر کی کوئی گنجائش نہیں —— نیز یہ بات بھی درست نظر نہیں آتی کہ احکام سفر کے اعتبار سے مکہ اور منیٰ کو ایک مان لیا جائے اور احکام حج میں دونوں کو

www.besturdubooks.net

الگ الگ مانا جائے؛ کیوں کہ جب وحدتِ مکان تسلیم کرلیا جائے تو ہر اعتبار سے مکہ اور منیٰ کو ایک تسلیم کرنا پڑے گا: ''إذا ثبت الشيئ ثبت بلوازمه'' ہوسکتا ہے کہ ابھی ایسا نہ ہو؛ لیکن مستقبل میں یہ سوال اٹھے گا کہ اب یہ مقامات بہت تنگ ہوگئے ہیں؛ اس لئے جیسے قصر اور اتمام کے مسئلہ میں ان مقامات کو ایک تسلیم کرلیا گیا ہے، اسی طرح وقوف کے مسئلہ میں بھی ان کو ایک ہی مقام کا درجہ دے دیا جائے۔

غرض یہ مسئلہ ایسا نہیں جس میں قیاس واجتہاد کو دخل ہو یا یہ عرف کی وجہ سے تبدیلی کا محل ہو۔

یہ بات ظاہر ہے کہ افعالِ حج کے لئے جن مقامات کو متعین کیا گیا ہے وہ مشاعر اور شعائر اللہ کے درجہ میں ہیں؛ چنانچہ سلف صالحین نے ہمیشہ سے ان مقامات کو شعائر میں شمار کیا ہے:

الوقوف بعرفة من شعائر الله، والحلق من شعائر الله، فمن يعظمها فإنها من تقوى القلوب لكم فيها منافع إلى أجل مسمى (تفسیر ابن أبی حاتم ۹:۳۷۹)

یوں تو مختلف مقامات، اوقات اور افعال کو شعائر میں شمار کیا گیا ہے؛ لیکن مناسب حج کو شعائر میں خاص اہمیت حاصل ہے، اور ان کو اس کا اولین مصداق سمجھا گیا ہے:

ومن شعائر الإسلام مناسك الحج كالإحرام، والطواف، والسعى، والوقوف بعرفة، والمزدلفة، ومنىٰ، وذبح الهدى، وغير ذلك من أعمال الحج الظاهرة ومن الشعائر فى غير الحج: الأذان، والأقامة وصلاة الجماعة، والجمعة، والعيدين، والجهاد، وغير ذلك (الموسوعۃ الفقہیہ: ۲۶/۹۷)

اور شعائر کی تعظیم واجب ہے:

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج:۳۲)

تعظیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی مقام کی حیثیت میں تبدیلی نہ ہو، جیسے مساجد شعائر اللہ میں ہیں، ان کی حیثیت کو بدلا نہیں جاسکتا؛ بلکہ فقہاء نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ جو مسجد ابھی قابل استعمال ہو، خواہ مخواہ اس کو شہید کر کے اس کی جگہ دوسری مسجد تعمیر کرنا بہتر نہیں ہے،

www.besturdubooks.net

جب عباسی خلفاء نے کعبۃ اللہ کی دوبارہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بنائے ابراہیمی والی تعمیر کا اعادہ کرنا چاہا تو امام مالکؒ نے یہی کہہ کر منع فرمایا کہ کعبۃ اللہ کی حرمت متأثر ہوگی اور لوگ اس کو بازیچۂ اطفال بنادیں گے، غرض کہ مشاعر تعبدی ہوتے ہیں جن میں قیاس ورائے کو دخل نہیں ہوتا، پس چوں کہ مکہ، منیٰ، مزدلفہ، عرفات شعائر میں داخل ہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے ان تمام مقامات کی بدایت ونہایت کو اہتمام کے ساتھ متعین فرمایا ہے اور ان کو الگ الگ مقام کی حیثیت دی ہے؛ لہٰذا اب کسی بھی لحاظ سے ان کی جدگانہ حیثیت کو متأثر کرنے میں شعائر کی بے احترامی کا شبہ پایا جاتا ہے۔

یہ تو شرعی پہلو ہے؛ لیکن ایک پہلو مصلحت کا بھی بہت اہم ہے، موجودہ دور میں تاریخی ورثہ کو بڑی اہمیت دی جارہی ہے؛ بلکہ تاریخی ورثہ کے حوالہ سے کسی خطہ پر کسی خاص قوم کے حق ملکیت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسرائیل بہت تیزی کے ساتھ شہر بیت المقدس کے نقشہ کو تبدیل کررہا ہے، اور نمایاں اسلامی آثار کو مٹا کر اس کو یہودی ثقافت کا آئینہ دار بنانے پر تلا ہوا ہے، اسی طرح کی تبدیلیاں روس وچین نے اپنے زیر تسلط مسلم علاقہ میں کی ہیں، اور بہت سی جگہوں کو اس طرح تبدیل کردیا گیا ہے کہ اب اس بات کا تصور کرنا بھی دشوار ہے کہ کبھی یہاں مسلمان آباد تھے اور اس کے چپہ چپہ پر ان کے تاریخی نقوش ثبت تھے؟ —— یہ بات شاید کم لوگوں کو معلوم ہو کہ عالم عرب کے بعض ایسے قلعوں اور تاریخی عمارتوں کو امریکہ واسرائیل نے عالمی ورثہ میں شامل کردیا ہے، جو اسلام سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں کی یادگار رہے ہیں، اس فیصلہ کی وجہ سے مسلم حکومتیں ان کو جوں کا توں حالت میں رکھنے کی پابند ہیں، ان حالات میں ہمیں اپنے مذہبی مقامات کی حدود کو جوں کا توں رکھنا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو، عہد نبوی کی حالت پر باقی رکھنا چاہیے، صفا اور مروہ کی موجودہ توسیع کا معاملہ بھی قابل غور ہے، فقہاء اور مناسک سے متعلق مؤلفین نے اس کے عرض کی جو پیمائش لکھی تھی، ملک عبدالعزیز کے عہد کی توسیع میں پوری تحقیق اور مکہ کے معمر ترین لوگوں کی شہادتوں نیز اس علاقہ کے جیالوجیکل سروے کی روشن میں اس کی توسیع ہوئی تھی، پھر ماضی قریب میں جو توسیع ہوئی ہے، وہ اس سے آگے بڑھ گئی ہے؛ حالاں کہ عالم اسلام اور خود

www.besturdubooks.net

سعودی عرب کے بیشتر علماء کو اس سے اختلاف تھا اور ان کا احساس تھا کہ عرض کو بڑھانے کے بجائے عمارت کو اونچا کر دیا جائے، یعنی موجودہ تین منزلوں کے بجائے چار پانچ منزلیں بنادی جائیں اور اوپر جانے والوں کے لئے لفٹ اور برقی سیڑھی کا مناسب انتظام ہوجائے، اگر ایسا ہوتا تو غالباً زیادہ بہتر ہوتا۔

اب بعض حلقوں سے یہ بات سامنے آرہی ہے کہ منیٰ کے میدان کی توسیع کی جائے، مزدلفہ اور عرفات کو وسیع کر دیا جائے اور مضافات کے علاقہ کو بھی اس میں شامل کر دیا جائے، ہوسکتا ہے کہ زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ خود حدود حرم کو وسیع کرنے کی بات کہنے لگیں: ظاہر ہے ایسی صورتوں میں مبیت منیٰ اور وقوفِ مزدلفہ وعرفات بے معنی ہوکر رہ جائے گا؛ اس لئے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ جو مقامات اسلام کے شعائر اور حج کے مشاعر کی درجہ میں ہیں، سد ذریعہ کے طور پر من کل الوجوہ ان کو جوں کی توں صورت پر باقی رکھا جائے، ورنہ اس سے مستقبل میں ایک فتنہ کا دروازہ کھل جانے کا اور ایک حد تک مسلمانوں کو اپنے تاریخی، ثقافتی، اور مذہبی ورثہ سے محروم ہوجانے کا اندیشہ ہے؛ اس لئے جیسے مسعٰی کے مسجد حرام کے درمیان درمیان حرم میں آجانے کے باوجود اس کی سابقہ حیثیت کو باقی تسلیم کیا گیا ہے اور اس کو مسجد حرام کے تابع نہیں قرار دیا گیا ہے، اسی طرح خواہ مکہ کی آبادی کا اتصال کیوں نہ ہوجائے، پھر بھی ان مقامات کو علاحدہ مقام ہی تصور کرنا چاہئے اور اس کو مکہ کے تابع قرار نہیں دیا جانا چاہئے۔

ہندو پاک کے بعض اہل علم کا نقطۂ نظر اس سلسلہ میں یہ سامنے آیا ہے کہ منیٰ کو مکہ کے تابع تصور کیا جائے، اور اسی لحاظ سے قصر واتمام کیا جائے؛ لیکن بیش تر دارالافتاء کا رجحان یہی ہے کہ دوسرے احکام کی طرح قصر واتمام کے معاملہ میں بھی منیٰ مکہ کے تابع نہیں ہے، مجمع الفقہ الاسلامی ہند میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور اختلاف رائے کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا، اسی طرح ادارۃ المباحث الفقہیہ (جمعیۃ علماء ہند) میں بھی رائے منقسم تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند معین مفتی مجی فی اللہ جناب مولانا مفتی محمد نعمان سیتاپوری زیدت حسناتہم کو، کہ انھوں نے پوری بصیرت، دقت نظر، وسعت

www.besturdubooks.net

مطالعہ اور مسئلہ کے تمام پہلوؤں کے احاطہ واستیعاب کے ساتھ اس موضوع پر پیش نظر تحریر مرتب کی ہے، جو اہل علم کے لئے چشم کشا اور اصحابِ نظر کے لئے شافی وکافی ہے، جس میں مسئلہ پر دونوں پہلوؤں سے گفتگو کی گئی ہے، اس پہلو سے بھی یہ مقامات مشاعر کا درجہ رکھتے ہیں؛ اس لئے ان کے حدود تعبدی وتوفیقی ہیں، آبادی کے اتصال کی وجہ سے یہ مکہ مکرمہ کے تابع نہیں ہوسکتے اور اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ فقہاء نے اتصال کی بنیاد پر جو اتحاد بلد کا حکم لگایا ہے، اس کی اُصول وشرائط کیا ہیں اور کیا منیٰ کے معاملہ میں وہ شرطیں پوری ہورہی ہیں؟ مزید طمانینت کی بات یہ ہے کہ یہ قیمتی تحریر صاحبِ نظر فقیہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری ـــــ **متع الله المسلمين بطول حياتهم** ـــــ کی نظر سے گذر چکی ہے، امید ہے کہ اب یہ علمی سوغات اصحابِ ذوق کی آنکھوں کا سرمہ بنے گی اور مسئلہ کی نوعیت کو سمجھنے میں ممد ومعاون ہوگی۔

اخیر میں یہ عرض کرنا ضروری محسوس کرتا ہوں کہ بعض مسائل میں ایک سے زیادہ رایوں کی گنجائش ہوتی ہے، ایسے مسائل میں سف صالحین کے دور سے اختلاف رائے واقع ہوتا رہا ہے، یہ علم کی کوتاہی، قوت فکر کی بے بضاعتی یا نفسانیت اور خودرائی کی وجہ سے نہیں ہوتا؛ بلکہ اللہ کی شریعت کے معاملہ میں اخلاص، حق صواب تک پہنچنے کے جذبہ بے کراں اور احکام دین کو بیان کرنے کے معاملہ میں خشیتِ الٰہی اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے تحت ہوتا ہے، یہ مسئلہ بھی یقیناً ایسے ہی مسائل میں ہیں؛ اس لئے جو لوگ ایک نقطۂ نظر رکھتے ہوں، ان کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے نقطۂ نظر رکھنے والوں کی نیت پر حملہ کریں یا انھیں حقیر سمجھیں، علماء وارابابِ افتاء اور عامۃ الناس دونوں طبقہ کو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ کسی عام مسلمان کو بھی حقیر سمجھنا درست نہیں؛ چہ جائے کہ ان علماء کو جو دین متین کے شارح اور احکام شرعیہ کے ترجمان ہیں۔ **وبالله التوفيق وهو المستعان.**

خالد سیف اللہ رحمانی

(خادم: المعہد الاسلامی حیدرآباد)

۱۳/مئی ۲۰۱۴ء ۱۳/رجب ۱۴۳۵ھ

www.besturdubooks.net

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب مدظلہ

مفتی مظاہر علوم سہارن پور

باسمہ تعالی شانہ

قدیم فقہی کتابوں میں مکہ اور منیٰ کو دو مستقل اور علاحدہ مقام تسلیم کیا گیا ہے جیسا کہ ان کے مابین واقع فصل بھی اس کا متقاضی ہے، اس لحاظ سے اگر کوئی مسافر ایامِ حج واضحیہ میں دونوں جگہ پندرہ روز کے لئے مقیم ہوتو چونکہ وہ شرعاً امامت: موضع واحد میں پندرہ روز مقیم ہونا، کے مفقود ہونے کی وجہ سے مسافر ہی رہے گا۔ اس لئے اس پر ان ایام میں قصر بھی لازم ہوگا اور صاحب نصاب ہونے کی صورت میں مالی قربانی بھی، نیز اگر دروان اس کے پاس مال واسباب موجود نہ رہے تو ابن السبیل ہونے کی وجہ سے وہ مستحق زکوٰۃ بھی ہوگا۔ ماضی قریب تک تمام اہل فتوی حضرات اسی کے مطابق فتوی دیا کرتے تھے مگر کچھ سالوں سے بعض اہل فتوی کی طرف سے اس بنیاد پر کہ مکہ کی آبادی منیٰ بلکہ اس سے آگے مزدلفہ اور عرفات کو بھی محیط ہوگئی ہے، اس لئے یہ سب مقامات ''موضع واحد'' ہوگئے ہیں یہ فتوی دیا گیا ہے کہ ایام حج میں مسافر شخص اگر دونوں جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کرے تو مذکورہ شرطِ اقامت کے پائے جانے کی وجہ سے وہ مقیم ہوجائے گا اور مذکورہ تمام احکام تبدیل ہوجائیں گے، اور ان کی جانب سے اپنے اس موقف پر بعض عرب علماء کے فتاوی اور عرب انتظامیہ کے بعض افراد کے بیانات بھی تائید میں پیش کئے گئے ہیں۔

لیکن منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کو مکہ کے تحت قرار دینا مشاہدہ کے بھی خلاف ہے اور

www.besturdubooks.net

شرعی دلائل کے بھی، کیونکہ ان مقامات پر نہ خود آبادی ہے اور نہ مکہ کی آبادی ان مقامات سے متصل ہوئی ہے، جیسا کہ مشاہد ہے، اور نہ یہ مقامات فناء مکہ ہیں، جبکہ ایک مقام کو دوسرے مقام کے ساتھ ملحق وتابع کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں آباد ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں، یا یہ کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا فناء ہو، اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ سب مقامات ''مشاعر'' ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ: ۱۵۸) ﴿فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ (البقرۃ: ۱۹۸) اور حدیثِ نبوی ہے: قفوا علی مشاعرکم (مشکوٰۃ ج ا ص: ۲۲۸) اور مشاعر اپنے آپ میں مستقل ہوتے ہیں وہ دوسرے کے تابع نہیں ہوتے، چنانچہ مسعیٰ مسجدِ حرام کے ضمن میں آ گیا ہے مگر وہ بدستور مسجد سے خارج ہے، جیسا کہ عرب وعجم کے تمام علماء کا اس بارے میں یہی فتویٰ ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ مکہ ومنیٰ کے مستقل مقام ہونے کا جو حکم قدیم فقہی کتابوں میں مذکور ہے اس کے دلائل کو شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا جائے اور اس کی بنیادیں واضح کی جائیں، ماشاء اللہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، نوجوان مفتی، مفتی محمد نعمان سیتاپوری نے پیش نظر مقالہ میں اسی ضرورت کو پورا کیا ہے، یہ مقالہ انھوں نے جمعیۃ علماء کی طرف سے اسی مسئلہ پر منعقدہ سیمنار کے حوالہ سے لکھا ہے، احقر نے اس کو دیکھا ہے، ماشاء اللہ مفید اور اپنے موضوع پر جامع وحاوی ہے اور امید ہے کہ یہ متعلق مسئلہ کی صحیح صورت حال کو سمجھنے میں معین ہوگا، وما ذٰلك على الله بعزيز۔

العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ

مفتی مظاہر علوم سہارن پور

۱۸/۷/۱۴۳۵ھ

www.besturdubooks.net

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی مدظلہ

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہ تعالیٰ

حامداً ومصلیاً

منیٰ ومزدلفہ میں قصر واتمام کا مسئلہ کچھ دنوں سے موضوع سخن بنا ہوا ہے، بعض علما اس باب میں غلو سے کام لے رہے ہیں، جب کہ اس باب میں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور کا موقف اقوی اور مدلل ہے۔

مکرم ومحترم جناب مفتی محمد نعمان صاحب معین مفتی دارالعلوم دیوبند نے اس موضوع پر اچھے مدلل مباحث جمع فرمائے ہیں، حق تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے اور بندگان خدا کے حق میں نافع بنائے، آمین۔

محمد یوسف تاؤلوی

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۲۰/۸/۳۷ھ

www.besturdubooks.net

تقریظ

از حضرت مولانا جمیل احمد نذیری صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد!

جمعیۃ علماء ہند کے ادارۃ المباحث الفقہیہ نے اپنے دسویں فقہی اجتماع میں جو موضوعات بحث وتنقیح کے لئے متعین کئے تھے، ان میں ایک موضوع تھا'' موجودہ زمانہ میں منیٰ ومزدلفہ میں قصر واتمام کا مسئلہ''

یہ اس فقہی اجتماع کا سب سے اہم اور معرکۃ الآراء موضوع تھا، موضوع پر سوالنامہ کے جواب پر مشتمل، مولانا مفتی محمد نعمان سیتاپوری نائب مفتی دارالعلوم دیوبند نے جو بیش قیمت تفصیلی مقالہ سپردِ قلم کیا ہے، وہ اس وقت میرے سامنے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے تحقیق کا حق ادا کردیا ہے، مقالہ بہت ہی مدلل اور مفصل ہے، مسئلہ کے سارے گوشوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، بہت سی ایسی جزئیات، جو مسئلہ زیر بحث سے دور کا تعلق رکھتی تھیں، مگر کسی نہ کسی درجہ میں انھیں استناد کی حیثیت حاصل تھی، مقالہ نگار نے انھیں بھی پیش کرکے موضوع کو بہت ہی مبرہن کردیا ہے۔

راقم سطور نے پورا مقالہ شروع سے آخر تک پڑھا ہے، اصولی طور پر مقالہ نگار کے

www.besturdubooks.net

نقطۂ نظر اور تحریر استدلال سے اتفاق ہے۔ موجودہ انتظام یا آبادی کو دیکھتے ہوئے منیٰ ومزدلفہ کو مکہ مکرمہ کے تابع بنا کر، قصر واتمام میں مکہ مکرمہ کا حکم دینا کمزور موقف ہے، راجح اور مضبوط موقف یہی ہے کہ منیٰ ومزدلفہ مشعر ''ہونے'' کی بنا پر اپنی مستقل حیثیت رکھتے ہیں، انھیں مکہ مکرمہ کے تابع بنا کر ''موضع واحد'' کا حکم نہیں دیا جاسکتا؛ لہٰذا قصر واتمام میں، دونوں جگہ کے قیام کو، ایک شمار نہیں کیا جاسکتا۔

مقالہ نگار مولانا مفتی محمد نعمان صاحب سیتاپوری نے اِسی بات کو بہت ہی سلیقہ اور حسنِ ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے، ساتھ ہی اپنے دلائل پر ہونے والے اشکالات کا جواب بھی دیا ہے اور دوسرے موقف کے قائلین کے دلائل کے کمزور پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔

مجھے مقالہ پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی، میرے نزدیک یہ مقالہ، فضلائے دارالعلوم کے تحقیقی مزاج اور تصلب فی الدین کی دیرینہ روایت کے تسلسل کی ایک خوبصورت مثال ہے۔

جمیل احمد نذیری غفرلہٗ
جامعہ عربیہ عین الاسلام، نوادہ مبارک پور، اعظم گڑھ
۱۷ر شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ یوم دوشنبہ

www.besturdubooks.net

عرض مؤلف

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، محمد وآله وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم وتابعهيم بإحسان إلى يوم الدين.

جوحجاج کرام حج سے پندرہ، سولہ دن پہلے مکہ مکرمہ پہنچ کر مقیم ہوجاتے ہیں، وہ جب منی، مزدلفہ یا عرفات جائیں گے تو وہاں بھی مقیم ہی شمار ہوں گے، مسافر نہ ہوں گے؛ کیوں کہ یہ سب مقامات مکہ مکرمہ سے سفر شرعی کی مسافت پر نہیں ہیں اور ان حاجیوں پر ایام قربانی میں صاحب نصاب والی قربانی بھی لازم ہوگی بشرطیکہ وہ ایام قربانی میں صاحب نصاب ہوں۔ اور جوحجاج کرام مکہ مکرمہ ایام حج کے قریب پہنچتے ہیں، یعنی: منی روانگی سے پہلے ان کی مدت اقامت کم از کم پندرہ دن نہیں ہوتی ہے، البتہ اگر مکہ مکرمہ کے ساتھ منی اور مزدلفہ کا قیام بھی شمار کیا جائے تو مجموعی مدت پندرہ دن یا اس سے زیادہ ہوجاتی ہے تو ایسے حجاج کرام کا کیا حکم ہوگا؟ آیا وہ مکہ مکرمہ اور منی وغیرہ میں مسافر ہوں گے اور ان پر ایام قربانی میں نصاب والی قربانی لازم نہ ہوگی یا وہ بھی مقیم ہوں گے؟ اس کا مدار اس پر ہے کہ منی اور مزدلفہ مکہ مکرمہ میں شامل ہیں یا اس سے خارج؟

چودہ سو سال تک تمام فقہائے کرام اور اب اکثر اکابر علما ومفتیان کرام یہ فرماتے ہیں کہ منی اور مزدلفہ دونوں مکہ مکرمہ سے خارج ہیں، اس میں شامل نہیں ہیں؛ لہٰذا دوسری قسم کے حجاج کرام مکہ مکرمہ اور منی، مزدلفہ اور عرفات میں مسافر ہوں گے اور ان پر ایام قربانی میں نصاب والی قربانی لازم نہ ہوگی، ہندوستان کے دو مرکزی ادارے: دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور کا یہی فتوی ہے۔

جب کہ دور حاضر کے بعض علما ومفتیان کرام کی رائے یہ ہے کہ اب منی اور مزدلفہ

www.besturdubooks.net

مکہ مکرمہ میں شامل ہو چکے ہیں اور اس کا جزو وحصہ ہیں؛ اس لیے دوسری قسم کے حجاج کا حکم وہی ہوگا جو پہلی قسم کے حجاج کا ہے۔

سب سے پہلے یہ نئی رائے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ہند و پاک کے بعض علما ومفتیان کرام نے اختیار کی، لیکن جب ہند و پاک کے اکابر علما ومفتیان کرام کے سامنے یہ مسئلہ آیا تو انہوں نے دلائل کی روشنی میں اختلاف کیا اور ان چند علمائے کرام کی رائے قبول نہیں کی، نئی رائے والے علما کرام نے اپنی رائے کو مدلل کرنے کے لیے مختلف تخریجات کیں، لیکن اب تک جتنی تخریجات انہوں نے پیش کی ہیں، وہ سب فقہائے کرام کی تصریحات کی روشنی میں مخدوش ہیں اور اب تک یہ حضرات کوئی مناسب اور قابل قبول تخریج پیش نہیں کر سکے ہیں۔

کبھی ان حضرات نے فرمایا کہ منی مکہ مکرمہ کا محلّہ ہے، کبھی فرمایا کہ منی مکہ مکرمہ کی فنا ہے اور کبھی فرمایا کہ منی ربض مکہ مکرمہ ہے، کبھی فرمایا کہ منی اگرچہ میدان ہے، لیکن اس کی حیثیت وسط شہر میں پائے جانے والے میدانوں کی طرح ہے، کبھی فرمایا کہ منی خود مستقل آباد علاقہ ہے اور مکہ کی آبادی کا اس سے اتصال ہو چکا ہے، کبھی فرمایا کہ عرف میں مکہ اور منی دونوں کو ایک سمجھا جاتا ہے، کبھی فرمایا کہ دونوں کی بلدیہ ایک ہے، اور کبھی فرمایا کہ منی کی پہاڑی میں جو مختلف سرنگیں بنائی گئی ہیں، ان کے ذریعے مکہ مکرمہ کی آبادی کا منی سے اتصال ہو چکا ہے (خواہ سرنگ کی لمبائی کتنی ہو)، کبھی فرمایا کہ شک کی صورت میں احتیاطاً اتمام پر عمل کیا جاتا ہے؛ اس لیے سب حجاج کرام احتیاطاً اتمام کریں گے، قصر نہیں کریں گے اور ایام قربانی میں نصاب والی قربانی بھی کریں گے بشرطیکہ وہ ایام قربانی مین صاحب نصاب ہوں، اور کبھی فرمایا کہ سعودیہ نے منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ قرار دیدیا ہے؛ اس لیے اب حکم حاکم کے بعد اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی، الغرض یہ حضرات اس سلسلہ میں مختلف توجیہات پیش کرتے ہیں، لیکن دلائل کی روشنی میں تمام توجیہات قابل اعتراض ہیں۔

www.besturdubooks.net

اس مسئلہ پر علمائے کرام کے درمیان مذاکرات بھی ہوئے، پاکستان میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بتاریخ یکم اور ۲ رمئی ۲۰۰۷ء ایک سیمنار ہوا، جس میں ملک بھر کے علمائے کرام نے شرکت کی اور آراء مختلف رہیں، البتہ یہ قرارداد منظور کی گئی کہ منی میں قصر واتمام کے مسئلے پر غور کرتے ہوئے یہ طے پایا کہ پہلے اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے کہ اگر بالفرض منی کو مکہ مکرمہ کا حصہ تصور کرلیا جائے، پھر بھی مبیت مزدلفہ کی نیت مدت اقامت میں مانع ہوگی یا نہیں؟ نیز یہ بھی طے ہوا تھا کہ ایک وفد مکہ مکرمہ جا کر مشاہدہ کرے کہ منی کو مکہ مکرمہ کا حصہ قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

اس کے بعد ۱۵ رنومبر ۲۰۰۷ء کو دوبارہ اجلاس منعقد ہوا، اس میں بھی علمائے کرام کی آرا مختلف رہیں اور دونوں طرف کے علمائے کرام کو اپنے اپنے موقف پر شرح صدر تھا۔

ہندوستان میں اسلامک فقہ اکیڈمی نے بھی اپنے سمینار میں اسے موضوع بحث بنایا، لیکن یہاں کے سمینار میں بھی علما کی آرا مختلف رہیں۔

اس کے بعد ادارۃ المباحث الفقہیہ (جمعیۃ علمائے ہند) نے بھی اپنے دسویں فقہی اجتماع میں منی ومزدلفہ کے مسئلہ کو موضوع بحث بنایا اور اس پر مختلف گوشوں سے ۱۵/ سوالات پر مشتمل سوال نامہ جاری کیا، لیکن اس سمینار میں بھی علما کی آرا مختلف رہیں۔

پیش نظر مقالہ دراصل ادارۃ المباحث الفقہیہ کے اسی سوال نامہ کا جواب ہے۔

ادارۃ المباحث الفقہیہ نے سوال نامہ ملک کے مختلف علما اور مفتیان کرام کے پاس کئی ماہ پہلے ہی ارسال کردیا تھا، احقر کو بھی سوال نامہ کئی ماہ پہلے مل گیا تھا، لیکن دارالافتا میں استفتاءات کی کثرت اور مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے جوابات لکھنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی، آخر بعض احباب نے اصرار کیا اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر توجہ دلائی تو احقر نے ہمت کرلی۔

مقالہ کے لیے قلم اٹھانے سے پہلے زیر بحث مسئلہ کے متعلق تفصیلی مطالعہ کیا گیا اور اس سلسلہ میں جو بھی تحریر ملی، اسے پڑھا گیا اور زیر بحث مسئلہ کے مختلف گوشوں سے

www.besturdubooks.net

متعلق فقہائے کرام کی تمام ابحاث کا مطالعہ کیا گیا اور غور وفکر کیا گیا، اور اس سلسلہ میں پاکستان میں جو سمینار ہوئے، اس کے مقالات کئی سال پہلے دارالافتا آئے ہوئے تھے، ان کا بھی مطالعہ کیا گیا، غرض ایک ڈیڑھ ماہ تک مطالعہ اور غور وفکر کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد احقر نے سوال نامہ کا جواب لکھنا شروع کیا، اندازہ یہ تھا کہ پندرہ بیس صفحہ میں جواب مکمل ہوجائے گا، لیکن مضامین ذہن میں آتے گئے اور ترتیب بنتی گئی اور مقالہ امید سے زیادہ طویل ہوگیا۔

مقالہ میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ زیر بحث مسئلہ پر اب تک جن جن زاویوں سے گفتگو ہوئی ہے یا تحریریں لکھی گئی ہیں، سب پر سیر حاصل تفصیلی گفتگو ہوجائے؛ اس لیے مقالہ میں ہر بحث کو متعدد حوالہ جات سے مدلل کرنے کی بھرپور سعی وکوشش کی گئی ہے اور ہر گوشہ پر مفصل ومدلل بحث کی گئی ہے۔

اس کے بعد سمینار میں جب مقالہ کی بعض ابحاث شرکاء سمینار کے سامنے آئیں تو بعض حضرات نے احقر سے ملاقات فرما کر پسندیدگی کا اظہار کیا، حوصلہ افزائی کی اور مقالہ کی اشاعت کا تقاضہ کیا، سمینار سے دیوبند واپسی کے بعد بھی بہت سے احباب نے اس کی اشاعت کا تقاضہ کیا بالخصوص رفیق محترم جناب مولانا مفتی اشتیاق احمد صاحب مدظلہ استاذ دارالعلوم دیوبند نے اپنا قیمتی وقت نکال کر پورا مقالہ ملاحظہ کیا اور مختلف مشورے دیے، اور حضرت الاستاذ مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم مفتی دارالعلوم دیوبند اور حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے بھی پورا مقالہ از اول تا آخر ملاحظہ فرمایا اور پسندیدگی کا اظہار فرما کر اشاعت کا حکم دیا؛ چناں چہ اس کی اشاعت کے لیے مقالہ پر نظر ثانی کی گئی اور عربی عبارتوں کا ترجمہ کیا گیا اور بعض جگہ حک وفک بھی کیا گیا۔

اس کے بعد مقالہ حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت

www.besturdubooks.net

برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضرت نے پورا مقالہ ملاحظہ فرما کر تصویب فرمائی اور حکم فرمایا کہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ (بانی ومہتمم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد وجنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کی خدمت میں مقالہ ارسال کیا جائے اور مقالہ کے سلسلہ میں ان کی رائے دریافت کی جائے؛ چناں چہ حضرت مولانا کی خدمت میں مقالہ ارسال کیا گیا، حضرت مولانا نے مقالہ ملاحظہ فرما کر مفصل تحریر ارسال فرمائی، اسی طرح حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم العالیہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب مدظلہ العالی مفتی مظاہر علوم سہارن پور، حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا جمیل احمد نذیری صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ، مبارک پور، اعظم گڈھ نے بھی مقالہ پڑھ کر تصویب فرمائی اور اپنی اپنی قیمتی تقاریظ سے نوازا، فجزاهم الله تعالى أحسن الجزاء في الدارين۔

لیکن ابھی حکم حاکم کا مسئلہ لکھنا باقی تھا، اسی طرح مقالہ کا خلاصہ بھی تیار کرنا تھا، مشاغل کی کثرت کی وجہ سے کام التوا میں چلا گیا اور احباب کے اصرار کے باوجود کام آگے نہیں بڑھ سکا، درمیان میں بھی مختلف احباب نے اصرار کیا، لیکن امروز، فردا ہوتا رہا اور دوسال سے زیادہ عرصہ گذر گیا، آخر احقر کو چند باذوق وہونہار شاگرد ملے، انھیں جب اس مقالہ کا علم ہوا تو احقر سے مقالہ کی ایک کاپی لے کر اس کا مطالعہ کیا اور اشاعت کا پرزور تقاضہ کیا، لیکن ادھورے کام کو مکمل کرنے کی فرصت نہ ملنے کی وجہ سے ان سے بھی آج کل ہوتا رہا، آخر وہ دارالعلوم دیوبند سے پڑھ کر اپنے وطن چلے گئے، لیکن بذریعہ فون ان کا اصرار برابر جاری رہا۔ کچھ ماہ پہلے ایک طالب علم آیا، اس نے قریب کے ایک بڑے مدرسہ کے کسی استاد کا حوالہ دیا کہ وہ عمرہ پر تشریف لے جارہے ہیں اور مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں ان کے کسی جاننے والے عالم نے منی ومزدلفہ

www.besturdubooks.net

کے مسئلہ پر آپ کی کتاب کا ایک نسخہ منگایا ہے، احقر نے عرض کیا کہ مقالہ ابھی طبع نہیں ہوا ہے، البتہ مقالہ کی زیروکس کاپی مل سکتی ہے، اس کا احقر کی طبیعت پر اثر ہوا اور دل میں مقالہ کی اشاعت کا خاص تقاضہ پیدا ہوا، لیکن فرصت نہ ہونے کی وجہ سے مقالہ کو ہاتھ لگانے کا موقع نہیں ملا، ایک سفر میں احقر حضرت الاستاد مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیر آبادی دامت برکاتہم مفتی دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا ریاست علی صاحب ہردواری استاذ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ تھا، کسی گفتگو کے دوران حضرت مولانا ریاست علی صاحب مدظلہ نے مقالہ کی اشاعت کے بارے میں دریافت کیا، حضرت الاستاذ مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ انہوں نے اٹھا کر رکھ رکھا ہے، شائع کرنا چاہئے، اپنے پاس رکھنے سے کیا فائدہ؟ تو احقر نے مقالہ کی تکمیل کا ارادہ کر کے اس کی اشاعت کا پختہ اردہ کرلیا، چناں چہ احقر نے ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ میں بقرعید کی چھٹی اور اس کے بعد کا موقع نکالا اور مقالہ پر نظر ثانی کی، حکم حاکم کا مضمون مرتب کیا اور خلاصہ تیار کیا، اب یہ مقالہ اشاعت کے لیے جارہا ہے۔

دار الافتا کے بعض احباب نے احقر کا مقالہ مختلف علمائے کرام کی خدمت میں ارسال کیا، انہوں نے پسند کیا اور ایک مفتی صاحب نے مسئلہ مشعریت پر کچھ اشکال بھیجا، احقر نے اس کا جواب تحریر کیا، اشکال وجواب اہم ومفید معلوم ہوا؛ اسی لیے اسے بھی شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ مقالہ میں عمومی انداز سے بحث کی گئی ہے اور مقصد صرف مسئلہ کو اچھی طرح منقح اور واضح کرنا ہے، کسی کی دل آزاری وغیرہ ہرگز مقصود نہیں ہے؛ اس لیے مقالہ اسی نقطہ نظر سے پڑھا جائے، اور اگر کسی کو مقالہ کا کوئی جملہ سخت معلوم ہو تو اسے درگذر کیا جائے یا احقر کو مطلع کردیا جائے، انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں اس کا لحاظ کیا جائے گا، اسی طرح اگر مقالہ کی کسی بحث میں کوئی سقم ظاہر ہو اور دوسرا پہلو راجح اور مدلل ہو تو دلائل

www.besturdubooks.net

کے ساتھ اس کی بھی نشان دہی کی جائے، احقر ممنون ہوگا اور انشاء اللہ اس پر غور کیا جائے گا؛ کیوں کہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے، منصوص نہیں ہے؛ اس لیے خطا ممکن ہے۔

اب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس تحریر کو اپنی رضا وخوش نودی کا ذریعہ بنائیں، شرف قبول عنایت فرمائیں اور لوگوں کے لیے نفع بخش بنائیں، آمین، وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعین، والحمد لله رب العالمین۔

کتبہ

احقر محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ

معین مفتی دارالعلوم دیوبند

۹ رمحرم الحرام ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱/اکتوبر ۲۰۱۶ء سہ شنبہ

www.besturdubooks.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين محمد وآله وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم وتابعيهم بإحسان إلى يوم الدين.

أما بعد!

سوال نامہ کے جواب

سوال نمبر: ۱ تا ۶:

(۱): شہر سے قریبی مقام جو عرصہ دراز سے بالکل الگ تھلک رہا ہو، اس کے بحکم شہر ہونے کے لیے کن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے؟ کن کن صورتوں میں اس الگ تھلگ حصہ کو شہر کا محلّہ قرار دیا جائے گا؟

(۲): شہر کی آبادی بڑھتی ہوئی جس قریبی مقام تک پہنچ کر متصل ہو جائے تو اس قریبی مقام کے شہر میں داخل ہو کر مقام واحد کے حکم میں ہونے کے لیے، کیا اس قریبی مقام میں پہلے سے آبادی ہونا شرط ہے، یا غیر آباد جگہ بھی اس شہر کا جزو بن سکتی ہے؟

(۳): اگر محض اتصال کی وجہ سے ایک جگہ دوسری جگہ کے حکم میں ہو جائے تو کس طرح کا اتصال ہونا چاہیے، ایک جانب سے یا ہر چہار جانب سے؟ مثلا دو جانب سے تو اتصال پایا جائے؛ لیکن دیگر جانبوں سے فاصلہ ہو تو کیا یہ فاصلہ مقام واحد کا حکم کرنے میں مانع بنے گا یا نہیں؟ اگر ہاں تو کتنا فاصلہ موضع واحد کے حکم کے لیے مانع بن سکتا ہے؟

(۴): شرعی اعتبار سے آبادی سے کیا مراد ہوتی ہے؟ کس خطے پر آبادی کا اطلاق کب ہو سکتا ہے؟ مثلاً منیٰ میں دفاتر، خیمے، ایامِ حج کے مہمان خانے اور ہسپتال وغیرہ

www.besturdubooks.net

ہیں، تو ان کی وجہ سے منی کو آباد علاقہ قرار دیا جائے یا غیر آباد شمار ہوگا؟

(۵) :ایک وسیع وعریض میدان جو کئی کلو میٹر تک پھیلا ہوا ہو، مثلاً ''منیٰ'' جو صدیوں سے ایک خاص مقصد کے لیے استعمال ہو رہا ہے، نیز اس کی ایک مستقل حیثیت ہے، اگر ایسا میدان وسعت آبادی کی وجہ سے آبادی کے گھیرے میں آجائے؛ لیکن اس میں اب بھی وہی کام انجام پاتا ہو، جو ہر زمانے میں انجام پاتا آیا ہے، قرب وجوار کی آبادی کی کوئی خاص ضرورت اس میدان سے وابستہ نہ ہو، تو کیا آبادی کے گھیرے میں آنے کی وجہ سے یہ کہا جائے گا کہ اب یہ میدان آبادی کا حصہ بن گیا، اس کی استقلالی حیثیت ختم ہوگئی، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ جیسے پہلے مستقل تھا، کسی کے تابع نہ تھا اب بھی مستقل ہے، آبادی کے تابع نہیں ہے؟ شہر کے بیچ میں واقع بڑے بڑے پارکوں اور خالی میدانوں (جیسے نئی دلی میں لال قلعہ یا انڈیا گیٹ کے پاس بڑے بڑے پارک ہیں) کے درمیان اور مذکورہ بالا میدان کے درمیان شرعی اعتبار سے کوئی فرق ہوگا یا دونوں کا حکم یکساں ہے؟

(۶) :منیٰ کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ محلّہ ''شیشہ'' کی طرف سے بغیر کسی پہاڑی رکاوٹ کے جمرات کا میدان عمارتوں سے مل گیا ہے، یہی صورت ''ریع صدقی'' کی طرف سے ملنے والی سڑک سے بھی ہے، اس کے علاوہ ''عزیزیہ شمالیہ'' اور منی کے درمیان پہاڑیاں حائل ہیں، ان میں اتصال کے لیے کئی سرنگیں بنائی گئی ہیں، ہر سرنگ کی لمبائی آدھے کلو میٹر سے زیادہ ہی ہے؛ تاہم مزدلفہ کی جانب ملنے والی پہاڑی پر شاہی محل تعمیر کیا گیا ہے، جو کافی دور تک عزیزیہ اور منی کی جانب دونوں پہاڑیوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اس کے بالمقابل ''کویتی مسجد'' کی جانب بھی پہاڑیوں میں سرنگ بنائی گئی ہیں، جہاں دوسری جانب ''معیصیم'' کی قربان گاہیں تعمیر ہیں۔ اس صورت حال میں سوال یہ ہے کہ پہاڑی سرنگوں اور شاہی محل کے ذریعہ منیٰ کو عزیزیہ سے متصل قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

www.besturdubooks.net

سوال نمبر: ۱ تا ۶ کے جواب سے متعلق چند تمہیدی باتیں

(۱-۶): ان چھ سوالوں کے جواب سے پہلے بطور تمہید چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے، مثلاً یہ کہ شرعی اعتبار سے آبادی کا اطلاق کس علاقہ پر ہوتا ہے؟ اس کے لیے کیا کیا شرطیں ہیں؟ نیز شہر اور فنائے شہر، اسی طرح دو آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کا شرعی معیار کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ؛ کیوں کہ ان باتوں کی وضاحت کے بغیر جواب کا تشفی بخش ہونا مشکل ہے۔

جاننا چاہیے کہ شرعی اعتبار سے آبادی کے مصداق اور اس کی حقیقت کے حوالہ سے فقہائے کرام نے باقاعدہ اسے موضوع بنا کر اس بحث نہیں فرمائی ہے؛ البتہ نماز مسافر کے بیان میں جو مختلف جزئیات ذکر کی جاتی ہیں، ان سے ان باتوں پر روشنی پڑتی ہے؛ بلکہ ان سے قریب قریب تعیین کے ساتھ آبادی کا مفہوم نکل آتا ہے؛ اس لیے فقہی جزئیات کی روشنی میں ہی اس کی مراد متعین کی جاسکتی ہے:

آبادی کا مصداق اور اس کی شرطیں

چناں چہ فقہائے کرام کے ذکر کردہ جزئیات کی روشنی میں آبادی کا مصداق وہ علاقہ ہوتا ہے، جس میں تین شرطیں پائی جائیں:

پہلی شرط: رہائشی مکانات پر مشتمل ہونا

پہلی شرط: (۱): آبادی کا مصداق بننے کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ علاقہ رہائشی مکانات پر مشتمل ہو؛ لہٰذا شہر سے باہر کا وہ علاقہ جہاں لوگوں کے رہائشی مکانات نہ ہوں، اسے آبادی نہیں کہا جاسکتا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام فقہائے کرام نے نماز مسافر کے بیان میں ابتدائے مسافت کے ذکر میں آبادی سے مجاوزت شرط قرار دی ہے، یعنی: آدمی جب تک اپنی

www.besturdubooks.net

آبادی کی آخری حدود سے آگے نہیں بڑھ جائے گا، شرعاً مسافر نہ ہوگا اور اس پر مسافر شرعی کے احکام لاگو نہ ہوں گے، اور اسے فقہائے کرام نے عُمران مصرہ[۱]، عِمارة موضع الإقامة[۲]، بیوت مصرہ[۳]، بیوت مقامہ[۴] یا ان جیسے الفاظ سے تعبیر کیا ہے، جو مجموعی طور پر رہائشی مکانات پر مشتمل علاقہ کا معنی ومفہوم ادا کرتے ہیں؛ لہٰذا آبادی کا اطلاق صرف رہائشی مکانات پر مشتمل علاقے پر ہوگا اور جو علاقہ رہائشی نہ ہو، یا عارضی مکانات پر مشتمل ہو، اسے آبادی نہیں کہا جاسکتا۔

آبادی کے مصداق میں مستقل رہائشی مکانات کی کوئی خاص نوعیت متعین نہیں

البتہ آبادی مصداق میں رہائشی مکانات کی کوئی خاص نوعیت متعین نہیں، لوگ اپنے معیار، ذوق اور علاقے کے عرف ورواج کے اعتبار سے جس نوعیت کے مکانات میں دائمی طور پر رہائش رکھتے ہوں، وہ سب رہائشی مکانات کہلائیں گے، خواہ وہ

(۱): فتاوی خانیہ بر ہامش ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱: ۱۶۴ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔ تبیین الحقائق کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱: ۲۰۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔ فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱: ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند بحوالہ محیط سرخسی۔

(۲): درمختار مع الشامی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۵۹۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۳): مختصر الطحاوی، باب صلاۃ المسافر ص ۳۳ مطبوعہ: لجنۃ إحیاء المعارف النعمانیة حیدرآباد۔ ہدایہ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱: ۱۶۶ مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند۔ ملتقی الابحر مع المجمع والدر المنتقی، کتاب الصلاۃ، باب المسافر ۱: ۲۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ کنز الدقائق مع البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب المسافر ۲: ۲۲۵ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۴): نور الایضاح مع حاشیہ اعزازیہ کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ص ۱۰۰، مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند۔

www.besturdubooks.net

مکانات پختہ ہوں، لکڑی کے ہوں (جیسا کہ کشمیر میں بعض دیہی باشندگان مستقل رہائش کے لیے لکڑی کے مکانات ہی بناتے ہیں)، کچے ہوں، یا جھونپڑوں یا خیموں وغیرہ کی شکل میں ہوں، علامہ شامیؒ ردالمحتار حاشیہ درمختار[۱] میں فرماتے ہیں:

" قوله: "من خرج من عمارة موضع إقامته": أراد بالعمارة ما يشمل بيوت الأخبية؛ لأن بها عمارة موضعها ".

ترجمہ: ماتن کا قول: "جو شخص اپنی جائے قیام کی آبادی سے نکل گیا"، آبادی سے ماتن نے وہ آبادی مراد لی ہے جو خیموں کے مکانات کو (بھی) شامل ہو؛ کیوں کہ خیموں کے مکانات سے بھی جائے قیام آباد علاقہ ہوتا ہے۔

اور علامہ شرنبلالیؒ مراقی الفلاح[۲] میں فرماتے ہیں: "وإذا جاوز بيوت مقامه ولو بيوت الأخبية الخ"۔

کیا خیمے تمام انسانوں کے حق میں بحکم مکانات ہوتے ہیں؟

لیکن خیموں کی صورت میں جو مکانات ہوں، ان میں ضروری ہے کہ وہ دائمی رہائش کے لیے ہوں؛ لہٰذا اگر کسی شہر کے کنارے کچھ خانہ بہ دوش آکر عارضی طور پر مقیم ہوگئے اور عارضی رہائش کے لیے انہوں نے وہاں خیمے لگا لیے، تو وہ علاقہ اہل شہر کے حق میں شہر کی آبادی کا حصہ نہیں ہوگا اور مسافر ہونے کے لیے شہری باشندہ کا اس عارضی آبادی سے آگے بڑھنا ضروری نہ ہوگا؛ جیسا کہ فتاوی خانیہ[۳]، خلاصۃ الفتاوی[۴]،

(۱) ردالمحتار کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۵۹۹، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲) مراقی الفلاح مع حاشیہ علامہ طحطاویؒ، ص ۴۲۳، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت۔

(۳): فتاوی خانیہ برہامش ہندیہ کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱: ۱۶۵، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۴): خلاصۃ الفتاوی ۱: ۱۹۹، مطبوعہ: مکتبہ اشرفی بک ڈپو دیوبند۔

www.besturdubooks.net

شرح النقایہ لالیاس الرومی [۱] اور مبسوط سرخسی [۲] کی درج ذیل عبارتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے:

فتاوی خانیہ کی عبارت یہ ہے:

"وموضع الإقامة العمران والبيوت المتخذة من الحجر والمدر والخشب، لا الخيام والأخبية والوبر".

ترجمہ: جائے اقامت، آبادی، پتھر کے مکانات، کچے مکانات اور لکڑیوں کے مکانات ہیں، نہ کہ خیمے، خواہ وہ موٹے کپڑے کے ہوں، یا اون کے، یا کسی اور چیز کے۔

خلاصۃ الفتاوی میں بھی تھوڑے فرق کے ساتھ یہی عبارت ہے۔

شرح وُقایہ کی عبارت یہ ہے:

"ولكن ظاهر الرواية أن نية الإقامة لا يصح إلا في موضع الإقامة، وهو العمران، والبيوت المتخذة من الحجر والمدر والخشب، لا الخيام"

ترجمہ: البتہ ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اقامت کی نیت صرف موضع اقامت میں درست ومعتبر ہوتی ہے۔ اور موضع اقامت، آبادی اور وہ گھر ہیں جو پتھر کے ہوں، کچے ہوں یا لکڑیوں کے ہوں، نہ کہ خیمے۔

اور مبسوط سرخسی کی عبارت یہ ہے:

" وإنما يتغير فرض المسافر بالإقامة، فيعتبر فيه موضع الإقامة، وهو ما بين الأبنية "

ترجمہ: مسافر کا فرض، دو سے چار میں صرف مقیم ہونے سے بدلتا ہے، پس اس میں موضع اقامت کا اعتبار کیا جائے گا، اور موضع اقامت وہ علاقہ ہے جو عمارتوں کے درمیان ہو۔

---

(۱): شرح النقایہ لالیاس الرومی ۱: ۹۱ مطبوعہ مطبعۃ مرتضوی محمد عزیز الدین دہلی ۱۲۸۹ھ۔

(۲): مبسوط سرخسی کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ۲: ۱۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

www.besturdubooks.net

خیموں کے مکانات، صرف خانہ بہ دوش لوگوں کے حق میں مکانات ہوتے ہیں

اوپر علامہ شامیؒ کے حوالہ سے عمارة موضع الإقامة کی تشریح میں ولو بيوت الأخبية کی جو عبارت آئی ہے، اس سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہونا چاہیے کہ خیموں کی آبادی بھی علی الاطلاق تمام لوگوں کے حق میں معتبر ہے اور موضعِ اقامت ہے؛ کیوں کہ خیموں کی آبادی، یا ان میں قیام صرف خانہ بہ دوش لوگوں کے حق میں معتبر ہے، اور وہ صرف ان کے حق میں موضع اقامت ہے۔ اور اگر کسی آبادی کے کنارے کچھ خانہ بہ دوش آکر پڑاؤ ڈال لیں تو یہ اہل شہر کے حق میں آبادی کا جزو نہ بنے گا؛ کیوں کہ خیمے اہل شہر کے حق میں رہائشی مکانات نہیں ہوتے ہیں۔

پس ولو بيوت الأخبية کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی جگہ خانہ بہ دوش لوگ آکر آباد ہوگئے اور وہاں انہوں نے کم از کم پندرہ دن قیام کی نیت کرلی، پھر ان میں سے کوئی شخص سفر شرعی کے لیے نکلتا ہے تو وہ اس وقت مسافر ہوگا جب خیموں کے تمام مکانات سے آگے بڑھ جائے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کسی شہر یا گاؤں کے قریب اگر خانہ بدوش آکر عارضی طور پر مقیم ہوجائیں، تو آبادی کے باشندگان کا مسافر ہونے کے لیے ان عارضی خیموں کے مکانات سے آگے بڑھ جانا شرط ہوگا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ علامہ شامیؒ نے آگے بحوالہ امداد الفتاح جو عبارت نقل کی ہے، اس میں یہ بھی ہے:

”وإن نزلوا على ماء أو محتطب يعتبر مفارقتُه كذا في مجمع الروايات“

ترجمہ: اگر خانہ بہ دوش لوگوں نے کسی چشمہ یا لکڑیاں چننے کی جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا تو (مسافر ہونے میں) اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ مجمع

www.besturdubooks.net

الروایات میں آیا ہے۔

اور یہ بات صرف خانہ بہ دوش لوگوں پر صادق آتی ہے؛ کیوں کہ وہی لوگ ایک جگہ سے مستقل طور پر کوچ کر کے دوسری جگہ جا کر قیام کرتے ہیں، اور ان ہی کا جنگل میں کسی چشمہ وغیرہ پر قیام، مفتی بہ قول میں معتبر ہوتا ہے؛ جیسا کہ آگے فتاوی عالمگیری[1] کے حوالہ سے آرہا ہے۔

اور مزید وضاحت کے لیے اس مسئلہ میں فقہ شافعی کی کتاب: المنہاج[2] کی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

" من سافر من بلدة، فأول سفره مجاوزة سورها،..... فإن لم يكن سورٌ، فأوله مجاوزة العمران، لا الخراب والبساتين. والقرية كبلدة. وأول سفر ساكن الخيام مجاوزة الحلة ".

ترجمہ: جو شخص کسی شہر سے مسافر ہو کر نکلا تو اس کے سفر کا آغاز شہر پناہ سے آگے بڑھ جانے سے ہوگا،.....اور اگر شہر پناہ نہ ہو تو سفر کا آغاز آبادی پار کر جانے سے ہوگا، نہ کہ ویران علاقہ اور باغات سے آگے بڑھنا (یعنی: آبادی سے باہر کے باغات اور ویران علاقوں سے گذرنا شرط نہیں)۔ اور گاؤں اس مسئلہ میں شہر کے حکم میں ہے۔ اور خیموں میں رہنے والوں کے سفر کا آغاز، (ان کے) رہائشی علاقہ سے گذر جانے سے ہوگا۔

اور اس کی شرح: مغنی المحتاج میں ہے:

"(وأول سفر ساكن الخيام) كالأعراب (مجاوزة الحلة) فقط، وهي – بكسر الحاء –: بيوت مجتمعة أو متفرقة بحيث يجتمع أهلها للسمر في ناد واحد، ويستعير بعضهم من بعض،.....والحلتان

(۱): فتاوی عالمگیری کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱:۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)

(۲): المنہاج مع مغنی المحتاج ۱:۳۹۶، ۳۹۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

www.besturdubooks.net

كقريتين. وإن نزلوا على محتطب أو ماء فلا بد من مجاوزته، إلا أن يتسع بحيث لا يختص بالنازلين ".

ترجمہ: اور خیموں میں رہنے والوں جیسے: جنگلات میں رہنے والے لوگ، کے سفر کا آغاز صرف قیام گاہ کے علاقہ سے پار کر جانے سے ہوگا۔ اور لفظ: حِلَّةٌ حاء کے زیر کے ساتھ ہے: ایسے اکٹھا یا متفرق گھر کہ ان کے باشندے قصہ گوئی کے لیے کسی ایک مجلس میں جمع ہوتے ہوں، اور بہ طور عاریت ایک دوسرے سے استعمال کی چیزیں لیتے ہوں.....اور اس طرح کی دو قیام گاہیں دو گاؤں کے مانند ہیں۔ اور اگر ان لوگوں نے لکڑیاں چننے کی کسی جگہ یا کسی چشمہ پر پڑاؤ ڈال دیا تو (مسافر ہونے کے لیے) اس پورے علاقہ سے گذرنا ضروری ہوگا؛ مگر یہ کہ وہ علاقہ اتنا وسیع ہو کہ پڑاؤ ڈالنے والوں کے ساتھ خاص نہ ہو (تو اس صورت میں پورے علاقہ سے گذرنا ضروری نہ ہوگا)۔

فتاوی عالمگیری(۱) میں ہے:

" قال شمس الأئمة الحلواني: عسكر المسلمين إذا قصدوا موضعا، ومعهم أخبيتهم وخيامهم وفساطيطهم، فنزلوا مفازة في الطريق، ونصبوا الأخبية والفساطيط، وعزموا فيها على إقامة خمسة عشر يو ما، لم يصيروا مقيمين؛ لأنها حمولة، وليست بمساكن كذا في المحيط ".

ترجمہ: شمس الائمہ حلوائیؒ نے فرمایا: مسلمانوں کے لشکر نے جب کسی جگہ کا قصد کیا، اور ان کے ساتھ خیمے اور تمبو وغیرہ ہیں، پھر انہوں نے راستہ میں کسی جنگل میں پڑاؤ ڈال دیا اور خیمے اور تمبو نصب کر دئے اور وہاں پندرہ دن قیام کا پختہ ارادہ کر لیا تو وہ مقیم نہ ہوں گے؛ کیوں کہ یہ خیمے اٹھانے کی چیزیں ہیں، رہائشی مکانات نہیں ہیں جیسا کہ محیط میں ہے۔

عالمگیری کے اس جزئیہ میں اگر لأنها حمولة، وليست بمساكن کی تعلیل پر

(۱): فتاوی عالمگیری کتاب الصلاۃ باب صلاۃ المسافر ۱: ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

گہرائی کے ساتھ غور کیا جائے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ خیمے جن لوگوں کے حق میں مستقل رہائش کے لیے نہ ہوں؛ بلکہ صرف عارضی رہائش کے لیے ہوں، ان کا خیموں میں قیام شرعاً معتبر نہیں؛ البتہ خانہ بہ دوش لوگ چوں کہ مستقل طور پر خیموں میں ہی رہائش رکھتے ہیں اور وہی ان کے دائمی مکانات ہیں؛ اس لیے ان کے خیمے ان کے حق میں رہائشی مکانات ہوں گے، اور ان کا کسی جنگل وغیرہ میں پندرہ دن قیام کی نیت سے اپنے خیموں میں رہنا معتبر ہوگا، اور یہ لوگ وہاں مقیم ہوجائیں گے۔ راجح قول یہی ہے، چناں چہ فتاوی عالمگیری(۱) میں بحوالہ فتاوی غیاثیہ ہے:

''واختلف المتأخرون فی الذین یسکنون فی الخیام والأخبیة فی المفازات من الأعراب والتراکمة هل صاروا مقیمین بالنیة ؟ عن أبي یوسف ؒ فیه روایتان: في إحداهما لا، وفی الأخری قال: یصیرون مقیمین، وعلیه الفتوی کذا فی الغیاثیة''.

ترجمہ: اور متاخرین کا اختلاف ہے ان بدوؤں اور ترکوں کے بارے میں، جو جنگلات میں خیموں اور تمبوؤں میں رہتے ہیں کہ کیا وہ (جنگل میں کسی جگہ پندرہ دن قیام کی) نیت کی وجہ سے مقیم ہوجائیں گے؟ امام ابو یوسفؒ سے اس سلسلہ میں دو روایتیں مروی ہیں: ایک میں ہے: نہیں، اور دوسری میں انہوں نے فرمایا: مقیم ہوجائیں گے، اور اسی پر فتوی ہے، جیسا کہ فتاوی غیاثیہ میں ہے۔

اور علامہ علاء الدین سمرقندیؒ کی تحفۃ الفقہاء(۲) میں ہے:

''فأما الأعراب والأکراد والترکمان الذین یسکنون المفاوز في بیوت الشعر والصوف فهم مقیمون؛ لأن موضع مقامهم المفاوز عادة''

(۱): فتاوی عالمگیری کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ۱: ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): تحفۃ الفقہاء کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱: ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

www.besturdubooks.net

ترجمہ: البتہ وہ بدو، کرد اور ترک لوگ جو جنگلات میں بالوں اور اون کے مکانات میں رہتے ہیں وہ مقیم ہیں؛ کیوں کہ ان کی جائے قیام ورہائش، عادتاً جنگلات ہی ہوتے ہیں۔

اور مراقی الفلاح[1] اور حاشیہ علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ علی المراقی[1] میں ہے:

جنگل صرف خانہ بہ دوش لوگوں کے لیے جائے اقامت ہوسکتا ہے، اوروں کے لیے نہیں؛ بلکہ اگر غیر خبائی نے خانہ بہ دوش لوگوں کی جائے قیام میں پندرہ دن اقامت کی نیت کرلی، تو صحیح قول کے مطابق وہ مقیم نہ ہوگا، مسافر ہی رہے گا۔

پس اس جزئیہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ خیمے عام انسانوں کے لیے جائے اقامت نہیں ہیں، اور خیموں پر مشتمل علاقے کو ان کے حق میں موضع اقامت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مراقی الفلاح کی عبارت ملاحظہ ہو:

"ولا تصح نية الإقامة في مفازة لغير أهل الأخبية؛ لعدم صلاحية المكان في حقه، والأخبية جمع خباء :.....بيت من وبر أو صوف، والمراد ما هو أعم من ذلك. وأما أهل الأخبية فتصح نيتهم الإقامة فى الأصح فى المفازة".

ترجمہ: کسی جنگل میں مقیم ہونے کی نیت خانہ بہ دوش لوگوں کے علاوہ کے لیے صحیح ومعتبر نہیں؛ کیوں کہ یہ جگہ ان کے حق میں قیام کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور الأَخْبِيَةُ: خِبَاءٌ کی جمع ہے:.....بالوں یا اون کا گھر۔ لیکن مراد اس سے عام معنی ہیں، البتہ خانہ بہ دوش لوگوں کی جنگل میں اقامت کی نیت صحیح ومعتبر ہے۔

اور حاشیہ طحطاوی علی المراقی میں ہے:

"قوله: (وأما أهل الأخبية فتصح نيتهم الإقامة الخ):.....وقيد بهم؛

(۱): مراقی الفلاح، ص ۴۲۶، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

لأن غيرهم لو نوى الإقامة معهم، لا يصير مقيما عند الإمام، وهو الصحيح ، وعن الثاني روايتان ".

ترجمہ: ماتن کا قول: "جنگل میں خانہ بہ دوش لوگوں کی نیت اقامت صحیح ومعتبر ہے" .....اوراس میں خانہ بہ دوش لوگوں کی قیداس لیے لگائی کہ اگران کے علاوہ کسی اور نے ان کے ساتھ اقامت کی نیت کرلی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ مقیم نہ ہوگا،اور یہی صحیح قول ہے،اورامام ابویوسفؒ سے دوروایتیں ہیں۔

البتہ اگرخانہ بہ دوش لوگوں نے آبادی کے وسط میں آکر پڑاؤ ڈال لیا،توچوں کہ وہ علاقہ پہلے ہی سے شہر کے حکم میں ہے(اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)؛اس لیے ان کے خیموں کی جگہ،آبادی اورشہر ہی کے حکم میں رہے گی۔

چناں چہ تحفۃ المحتاج[1] میں ہے:

"خرج بالصحراء ما لو كانت خيامهم في خلال الأبنية وهم مستوطنون، فتلزمهم الجمعة، وتنعقد بهم؛ لأنهم في خلال الأبنية، فلا يشترط كونهم في أبنية ".

ترجمہ: جنگل کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگرخانہ بہ دوش لوگوں کے خیمے، عمارتوں کے بیچ میں ہوں،اوروہ وہاں وطن بنائے ہوئے ہوں توان پر جمعہ لازم ہوگا اور ان سے جمعہ منعقد ہوجائے گا؛ کیوں کہ وہ عمارتوں کے بیچ ہیں؛ لہٰذااس صورت میں ان کا عمارتوں میں ہونا شرط نہ ہوگا۔

دوسری شرط: علاقے کا دراصل رہائش ہی کے لیے ہونا

دوسری شرط: آبادی کے مصداق کی دوسری شرط یہ ہے کہ رہائشی مکانات پر مشتمل علاقہ،دراصل رہائش ہی کے لیے معد ہو،یعنی: رہائش اس علاقہ کی بنیادی وضع

(۱): تحفۃ المحتاج مع حواشی الشروانی وابن العبادی ۲: ۴۲۵ مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ محمد بمصر۔

www.besturdubooks.net

ہو؛ لہٰذا اگر وہ علاقہ اصلاً رہائش کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ دراصل وہ باغات، یا کھیتوں کا علاقہ ہے، اور وہاں رہائش تبعاً وضمناً ہے، تو اگر چہ باغ کے مالکان وہاں مع اہل وعیال پورے سال یا سال کا اکثر حصہ قیام کرتے ہوں، تب بھی وہ علاقہ آبادی کا حصہ شمار نہ ہوگا؛ بلکہ آبادی سے خارج، باغات اور کھیتوں کا علاقہ کہا جائے گا۔

چناں چہ فقہائے کرام نے صراحت کی ہے: شہر کی عمارات سے متصل جو باغات ہوتے ہیں، وہ شہر کا حصہ نہیں کہلائیں گے، مسافر ہونے کے لیے آدمی کا ان سے گذرنا شرط نہ ہوگا، اگر چہ اہل شہر ان باغات میں پورے سال یا سال کا کچھ حصہ بہ طور رہائش رہتے ہوں؛ کیوں کہ اس علاقے کا رہائش کے لیے اعداد نہیں ہے؛ بلکہ دراصل وہ باغات ہیں، اور وہاں رہائش ضمناً وتبعاً ہے۔

علامہ شامیؒ ردالمحتار[1] میں علامہ شرنبلالیؒ کی امداد الفتاح کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" بخلاف البساتين، ولو متصلة بالبناء؛ لأنها ليست من البلدة، ولو سكنها أهل البلدة في جميع السنة أو بعضها، ولا يعتبر سكنى الحفظة والأكرة اتفاقا، إمداد ".

ترجمہ: برخلاف باغات کے، اگر چہ وہ (شہر کی) عمارت سے متصل ہوں؛ کیوں کہ وہ شہر کا جزو نہیں ہیں، اگر چہ اہل شہر وہاں پورے سال یا سال کا کچھ حصہ رہتے ہوں۔ اور حفاظت کنندہ اور کارندوں کی رہائش بالاتفاق معتبر نہیں ہے، امداد الفتاح۔

یہ جزئیہ بعض الفاظ میں کچھ معمولی فرق کے ساتھ مراقی الفلاح[2] میں بھی ہے، اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

"ولا تعتبر البساتين من عمران المدينة، وإن كانت متصلة ببنائها،

(۱): ردالمحتار ۲: ۵۹۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): مراقی الفلاح مع حاشیہ علامہ طحطاویؒ ص ۴۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

ولو سكنها أهل البلدة في جميع السنة أو بعضها، ولا يعتبر سكنى الحفظه والأكرة اتفاقا ".

آبادی کے مصداق میں رہائشی مکانات میں

اصل إعداد للسکنی کا اعتبار ہے

اس جزئیہ میں غور کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اگر کسی علاقے میں عمارتیں ہوں، اوران میں رہائش بھی ہو؛ لیکن ان کا اعداد رہائش کے لیے نہ ہو، بلکہ بنیادی طور پر وہ علاقہ باغات وغیرہ کا ہو، تو اسے شرعاً آبادی نہیں کہا جائے گا؛ کیوں کہ اگر وہ آبادی ہے تو مسافر کے لیے اس سے مجاوزت شرط ہونی چاہیے؛ حالاں کہ درج بالا جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مجاوزت شرط نہیں؛ کیوں کہ جب باغات میں اہل شہر پورے سال یا سال کا کچھ حصہ رہائش اختیار کریں گے تو ضرور ان کی رہائش باغات میں بنے ہوئے مکانات میں ہوگی، کھلے میدان یا غیر متعارف طور پر عارضی جھونپڑیوں میں نہ ہوگی؛ کیوں کہ عارضی ومعمولی جھونپڑیوں میں رہائش محافظین اور کارندوں کی ہوتی ہے، نہ کہ باغات کے مالکان کی۔

دوسری شرط کے چند تائیدی حوالے

اوپر آبادی مصداق کے لیے جو دوسری شرط ذکر کی گئی، اس کے لیے ذیل میں کچھ تائیدی حوالے ذکر کیے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱): معجم لغۃ الفقہا (حرف القاف ۱: ۳۶۱ مکتبہ شاملہ) میں قریہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"القرية: بفتح فسكون ففتح، ج قُرىٰ: ما تقاربت فيه الأبنية المتخذة للسكن ".

www.besturdubooks.net

ترجمہ: گاؤں وہ ہے جس میں ایسے مکانات وعمارتیں ہوں، جو رہائش کے لیے بنائی گئی ہوں۔

معلوم ہوا کہ آبادی کا مصداق بننے کے لیے محض عمارات کافی نہیں؛ بلکہ ان عمارات کا رہائش کے لیے بنایا اور تجویز کیا ہوا ہونا بھی ضروری ہے؛ پس اس سے بھی آبادی میں إعداد للسکنی کی شرط کی تائید ہوتی ہے۔

(۲): دکتور محمود عبدالرحمٰن عبدالمنعم صاحب، معجم المصطلحات والألفاظ الفقہیہ [۱] میں قریہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''القرية: المصر الجامع، وقيل: كل مكان اتصلت به الأبنية واتخذ قراراً. وتقع على المدن وغيرها'.

ترجمہ: قریہ کہتے ہیں مصر جامع کو، دوسرا قول یہ ہے کہ قریہ ہر وہ جگہ ہے، جہاں عمارتیں ہوں اور اسے دائمی قیام کی جگہ بنالیا گیا ہو، اور اس کا اطلاق شہر وغیرہ پر ہوتا ہے۔

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آبادی کے مصداق میں علاقہ کا دائمی رہائش کے لیے ہونا ضروری ہے، عارضی قیام کی جگہ، یا محض عمارات پر آبادی کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

(۳): علامہ علاء الدین سمرقندیؒ تحفۃ الفقہاء [۲] میں موضع اقامت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وأما المكان الصالح للإقامة فهو موضع لبث وقرار في العادة نحو الأمصار والقرى، فأما المفازة والجزيرة والسفينة فليست بموضع الإقامة''

ترجمہ: اقامت کے لائق وہ جگہ ہے، جو عادۃً مستقل قیام وقرار کی جگہ ہو، جیسے: شہر اور گاؤں؛ لہٰذا جنگل، جزیرہ اور کشتی اقامت کی جگہیں نہ ہوں گی۔

اس عبارت سے اصولی طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ عارضی قیام کی جگہیں، آبادی اور

(۱): معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية ۳:۸۶ مطبوعہ دار الفضیلۃ۔

(۲): تحفۃ الفقہاء کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱:۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

www.besturdubooks.net

موضع اقامت نہیں ہوتیں، موضع اقامت صرف دائمی طور پر رہائشی جگہیں ہوتی ہیں۔

(۴): فقہ حنبلی کی مشہور کتاب: المغنی لابن قدامہ[1] میں ہے:

اگر شہر کے کنارے کوئی ویران علاقہ ہے، جو پہلے عمارات اور رہائش کی شکل میں آباد تھا؛ لیکن اب اس کی عمارتیں منہدم ہوچکی ہیں، اور وہ فضا کی شکل اختیار کر گیا ہے، تو وہ علاقہ شہر کی آبادی سے نکل جائے گا، اور مسافر ہونے کے لیے شہری باشندے کا وہاں سے گذرنا شرط نہ ہوگا؛ بلکہ آبادی کے حدود سے نکل کر اس علاقہ میں داخل ہوتے ہی، شہری باشندہ کو چار رکعت والی نمازوں میں قصر کی اجازت ہوجائے گی، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور اگر ان عمارتوں کی دیواریں باقی ہیں؛ لیکن چھت وغیرہ کچھ نہیں ہے، تو علامہ آمدیؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی اس علاقے کا یہی حکم ہوگا؛ یعنی: مسافر ہونے کے لیے شہری باشندے کا وہاں سے گذرنا شرط نہ ہوگا؛ لیکن قاضی ابوالطیبؒ نے فرمایا: وہ حسب سابق آبادی کے حکم میں برقرار رہے گا، آبادی سے خارج نہ ہوگا۔ اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے؛ کیوں کہ اس میں رہائش ممکن ہے؛ لہٰذا یہ آباد علاقے کے مشابہ ہے۔ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ اب مُعَدّ للسکنی نہیں رہا؛ لہٰذا یہ باغات کی عمارت کے مشابہ ہے، نہ کہ آباد علاقے کے۔

المغنی کی عبارت یہ ہے:

”وإن كان حول البلد خراب قدتهدم، وصار فضاء أبيح له القصر فيه كذلك، وإن كانت حيطانه قائمة فكذلك، قاله الآمدي. وقال القاضي: لا يباح، وهو مذهب الشافعي ؛لأن السكنى فيه ممكنة ، أشبه العامر. ولنا أنها غير معدة للسكنى، أشبهت حيطان البساتين. “

درج بالا جزئیہ بالخصوص اس میں أنها غير معدة للسكنى کی عبارت، احقر کے

(۱): المغنی لابن قدامہ کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۳: ۱۱۳ مطبوعہ دار عالم الکتب الریاض۔

www.besturdubooks.net

مسئلہ میں صریح ہے، اور اسلوب عبارت سے بہ ظاہر اس شرط کا ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔

(۵): علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی حنبلیؒ الکافی [۱] میں فرماتے ہیں:

"ولہ القصر بین حیطان البساتین؛ لأنها لیست من حیطان البلد، ولا تبنی للسکنی، وإن خرب بعض البلد فصار فضاء فهو کالصحراء، وإن کانت حیطانه قائمة، فقال القاضي: لا یقصر حتی یفارقها؛ لأنه یمکن السکنی فیها. وقال الآمدي: له القصر بینهما؛ لأنها غیر مُعَدَّةٌ للسکنی، فهي کالبساتین."

ترجمہ: اور (شہر سے باہر) باغات کی دیواروں کے درمیان آدمی کے لیے قصر جائز ہے؛ کیوں کہ وہ دیواریں شہر پناہ کا حصہ نہیں ہوتیں اور نہ ہی رہائش کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ اور اگر شہر کا کچھ حصہ ویران ہوکر خالی فضا میں تبدیل ہوگیا تو وہ جنگل کے حکم میں ہوگا (یعنی: مسافر ہونے کے لیے شہری باشندہ کا وہاں سے گذر جانا شرط نہ ہوگا)۔ اور اگر اس ویران علاقے کی دیواریں باقی ہوں تو قاضی ابوالطیب کے بہ قول آدمی اس وقت تک قصر نہیں کرے گا، جب تک انھیں چھوڑ کر آگے نہ بڑھ جائے؛ کیوں کہ وہاں رہائش ممکن ہے، اور آمدی نے فرمایا: اس کے لیے ان کے درمیان قصر جائز ہے؛ کیوں کہ یہ رہائش کے لیے معد (تیار) نہیں رہیں؛ لہٰذا یہ باغات کے مانند ہوں گی۔

(۶): فقہ شافعی کی مشہور کتاب: بحرالمذہب [۲] میں ہے:

" فإن الاعتبار بمفارقة حیطان البلد المبنیة للإیواء والسکن، فأما حیطان البساتین فهي کالمعدومة؛ لأنها مبنیة لحفظ الفلات والثمار

(۱): الکافی کتاب الصلاة، باب قصر الصلاة ۱: ۴۴۷ مطبوعہ دار هجر للطباعة والنشر والتوزیع۔

(۲): بحرالمذہب کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ۲: ۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

www.besturdubooks.net

لاللاستیطان. ‘‘

ترجمہ:(مسئلہ مسافرت میں) شہر کی وہ دیواریں چھوڑ کر آگے بڑھنے کا اعتبار ہے جو پناہ لینے اور رہائش کے لیے بنائی گئی ہوں، اور رہی باغات کی دیواریں تو وہ نا کے درجہ میں ہیں؛ کیوں کہ وہ کھلی جگہ اور پھلوں کی حفاظت کے لیے بنائی جاتی ہیں، نہ کہ رہائش گاہ بنانے کے لیے۔

اس عبارت سے بھی صاف واضح ہے کہ آبادی کے لیے عمارات کا برائے رہائش ہونا ضروری ہے۔

(۷): علامہ خطیب شربینی شافعیؒ کی الاقناع[۱] میں ہے:

’’ولا – يشترط – مجاوزة بساتين، ومزارع كما فهمت بالأولى، وإن اتصلتا بما سافر منه، أو كانتا محوطتين؛ لأنهما لا يتخذان للإقامة. ‘‘

ترجمہ: اور (مسافر ہونے کے لیے) آدمی کا باغات اور کھیتوں – جیسا کہ بدرجہ اولی سمجھا گیا – سے گذر جانا شرط نہیں؛ اگر چہ وہ دونوں اس آبادی سے متصل ہوں، جس سے آدمی مسافر ہو کر نکلا ہے، یا وہ دونوں دیواروں سے گھرے ہوئے ہوں؛ کیوں کہ یہ دونوں رہائش کے لیے نہیں ہوتے ہیں۔

(۸): مغنی المحتاج[۲] میں بھی تقریباً یہی ہے۔

عبارت ملاحظہ ہو:

’’ ولا – يشترط – مجاوزة البساتين، والمزارع به وإن اتصلتا بما سافر منه، أو كانتا محوطتين؛ لأنهما لا يتخذان للإقامة. ‘‘

---

(۱): الاقناع مع حاشية البجيرمي، كتاب الصلاة، فصل فی صلاة المسافر ۲: ۳۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): مغنی المحتاج كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ۱: ۳۹۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

www.besturdubooks.net

دوسری شرط کی روشنی میں باعتبار آبادی منی کا مسئلہ

اور اگر اس جزئیہ پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو منی کا مسئلہ آبادعلاقہ ہونے نہ ہونے کے حوالہ سے اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ منی میں جو کچھ عمارتیں یا خیمے ہیں، وہ مستقل رہائش کے لیے ہرگز نہیں ہیں؛ بلکہ وہ صرف اور صرف ایام حج میں حاجیوں کی مصالح وضروریات اور ان کے قیام کے لیے ہیں، اور صرف ایام حج میں استعمال ہوتے ہیں؛ بلکہ میدان منی کا اعداد ہی من جانب شرع تا قیامت ہمیشہ ہمیش کے لیے ادائے نسک اور حجاج کرام کے قیام کے لیے ہوا ہے (جس کے دلائل تفصیل کے ساتھ آگے آرہے ہیں)۔

تیسری شرط: وہ علاقہ آباد ہو، ویران نہ ہو

تیسری شرط: آبادی کے مصداق کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ علاقہ آباد ہو، ویران نہ ہو؛ لہٰذا اگر شہر کے ارد گرد کے مکانات ویران ہوگئے اور عمارتیں گرکر کھنڈرات میں تبدیل ہوگئیں تو وہ علاقہ آبادی کا جزو نہ رہے گا؛ بلکہ آبادی کے حدود سے خارج ہوجائے گا، اور مسافر ہونے کے لیے اس سے مجاوزت شرط نہ ہوگی۔

اوپر نمبر۲ کے ذیل میں المغنی لابن قدامہ کے حوالہ سے ذکر کردہ عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمائیں، اس میں یہی مسئلہ ذکر کیا گیا ہے: **وإن كان حول البلد خراب قدتهدم، وصار فضاء الخ۔**

ڈاکٹر وہبہ زحیلی الفقہ الاسلامی وادلتہ[1] میں حنفیہ کا مسلک ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولا- أي :ولا يشترط - مجاوزة البيوت الخربة، ولا مجاوزة البساتين؛ لأنها لا تعتبر من العمران، وان اتصلت بالبناء أو سكنها

(۱): الفقہ الاسلامی وادلتہ کتاب الصلاۃ، المبحث الثالث: صلاۃ المسافر ۲: ۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر۔

www.besturdubooks.net

أهل البلدة.“

ترجمہ:۔اور(مسافر ہونے کے لیے) ویران مکانات سے آگے بڑھ جانا شرط نہیں ہے، نیز باغات سے آگے بڑھ جانا بھی شرط نہیں؛ کیوں کہ باغات آبادی کا حصہ شمار نہیں ہوتے ہیں، اگر چہ وہ عمارت سے متصل ہوں، یا شہر والے وہاں رہتے ہوں۔

اور علامہ شامیؒ ردالمحتار (۱) میں شہر سے منفصل وہ محلّہ جو پہلے متصل تھا اس کا اور محلّہ محاذیہ کا مسئلہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

” وأراد بالمحلة فی المسألتین ما کان عامرا، أما لو کانت المحلة خرابا، لیس فیها عمارة، فلا یشترط مجاوزتها فی المسألة الأولی، ولو متصلة بالمصر کما لا یخفی. “

یعنی: شہر سے متصل کوئی محلّہ اگر ویران ہوگیا، یعنی: وہاں لوگوں کی رہائش ختم ہوگئی اور وہ کھنڈرات میں تبدیل ہوگیا، تو وہ شہر کی آبادی سے خارج ہوجائے گا؛

البتہ اگر عمارات قائم ہوں اور انھیں باغات اور کھیتوں میں تبدیل نہ کیا گیا ہو تو استصحابِ حال کی بنا پر وہ حسب سابق آبادی میں داخل سمجھا جائے گا، اور ابھی اس سے خارج نہ ہوگا؛ چناں چہ علامہ شامیؒ آگے فرماتے ہیں:

”فعلی هذا لا یشترط مجاوزة المدارس التي في سفح قاسیون، إلا ما کان له أبنیة قائمة؛ کمسجد الأفرم والناصریة، بخلاف ما صار منها بساتین ومزارع؛ کالأبنیة التي في طریق الربوة. “

ترجمہ: لہٰذا اسی بنیاد پر (مسافر ہونے کے لیے) ان مدارس سے گذر جانا شرط نہ ہوگا، جو قاسیون نامی پہاڑ کے دامن میں ہیں؛ مگر وہ جن کی عمارتیں قائم ہیں، جیسے مسجد افرم اور ناصریہ، برخلاف ان میں سے ان عمارتوں کے، جو باغات اور کھیتوں میں تبدیل ہوگئی ہیں، جیسے: وہ عمارتیں جو مقام ربوہ کے راستہ میں ہیں۔

(۱): ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۶۰۰ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

آبادی کے مصداق کی دوسری شرط کا ایک اور مؤید

اوپر والے پیراگراف سے ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ آبادی محض عمارتوں کا نام نہیں ہے؛ بلکہ اگر عمارتیں باقی رہتے ہوئے انھیں باغات اور کھیتوں میں تبدیل کردیا گیا اور وہ وسط شہر میں نہیں ہیں تو انھیں شرط اِعداد کے پیش نظر باغات اور کھیت ہی قرار دیا جائے گا، محض عمارات کی وجہ سے ایسے علاقہ کو آبادی یا آبادی کا جزو وحصہ نہیں کہا جائے گا؛ جیسا کہ بخلاف ماصار منها بساتين ومزارع الخ کی عبارت اس سلسلہ میں واضح ہے؛ البتہ اگر عمارتیں باقی ہوں اور ابھی انھیں کسی دوسری چیز میں تبدیل نہیں کیا گیا تو استصحابِ حال کی بنا پر انھیں آبادی ہی کا حصہ شمار کیا جائے گا، إلا ما كان له أبنية قائمة الخ کی عبارت اس کی واضح دلیل ہے۔

وسط شہر میں پائے جانے والے چھوٹے، بڑے میدان، نہر، ویران علاقے اور باغات یا کھیتوں پر مشتمل علاقوں کا حکم

یہاں بہ طور خاص یہ بات واضح رہے کہ اگر کسی ایک آبادی کے درمیان کوئی بڑا میدان یا نہر ہو، یا باغات یا کھیتوں کی شکل میں کوئی علاقہ ہو، یا وہاں پہلے کوئی آبادی تھی اور اب وہ ویران علاقہ ہے، تو وسط شہر میں ہونے کی صورت میں یہ سب علاقے آبادی ہی کے حکم میں ہوں گے، آبادی سے خارج نہ ہوں گے۔

ہماری فقہ میں تو اس سلسلہ میں کوئی صریح عبارت نہیں ملی؛ لیکن فقہ شافعی اور فقہ حنبلی میں اس کے متعلق صریح جزئیات موجود ہیں:

فقہ شافعی کے حوالے

چناں چہ(۱): فقہ شافعی کی مشہور ومعروف کتاب: مغنی المحتاج[1] میں ہے:

(۱): مغنی المحتاج کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱: ۳۹۶، ۳۹۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

www.besturdubooks.net

”ومن سافر من بلدة لها سور، فأول سفره مجاوزة سورها المختص بها، وإن تعدد كما قاله الإمام وغيره، أو كان داخله مزارع وخراب؛ لأن ما في داخل السور معدود من نفس البلد، محسوب من موضع الإقامة، وإن كان لها بعض سور، وهو صوب سفره اشترط مجاوزته، .....فإن لم يكن لها سور مطلقا، أو في صوب سفره، أو لها سور غير مختص؛ كأن جمع معها قرية أو أكثر، ولو مع التقارب، فأوله : أي سفره مجاوزة العمران، وإن تخلله نهر أو بستان أو خراب حتى لا يبقى بيت متصل ولا منفصل ليفارق محل الإقامة،.....، والقرية فيما ذكر كبلدة. “

ترجمہ: اور جو شخص کسی ایسے شہر سے مسافر ہو کر نکلا جس کے لیے فصیلِ شہر ہے، تو اس کے سفر کا آغاز، وہ فصیل شہر پار کرنے سے ہوگا جو اس کے ساتھ خاص ہے، اگر چہ فصیلِ شہر کئی ایک ہوں جیسا کہ امام وغیرہ نے فرمایا ہے، اگر چہ اس کے اندر کھیتیاں اور ویران علاقے ہوں؛ کیوں کہ فصیلِ شہر کے اندر کے تمام علاقے، شہر ہی کا حصہ اور موضع اقامت شمار ہوتے ہیں۔ اور اگر شہر کے لیے کچھ فصیل ہو اور وہ جانب سفر میں ہو تو (مسافر ہونے کے لیے) اسے پار کرنا شرط ہوگا۔.....، پس اگر شہر کے لیے فصیل بالکل نہ ہو، یا جانب سفر میں نہ ہو، یا ایسی فصیل ہو جو اس شہر کے ساتھ خاص نہیں ہے، جیسے: شہر کے ساتھ ایک یا زائد گاؤں جمع کر دئے گئے، اگر چہ وہ ایک دوسرے کے قریب ہوں، تو اس کا آغاز یعنی: اس کے سفر کا آغاز (شہر کی) آبادی پار کرنے سے ہوگا، اگر چہ اس کے درمیان کوئی نہر، باغ یا ویران علاقہ ہو یہاں تک کہ کوئی گھر باقی نہ رہے، خواہ وہ متصل ہو یا منفصل؛ تا کہ وہ موضع اقامت کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے۔.....۔ اور گاؤں مذکوہ بالا تمام احکام میں شہر کے مانند ہے۔

اوپر کی عربی عبارت میں خط کشیدہ اجزا بہ طور خاص ملاحظہ فرمائیں۔

www.besturdubooks.net

(۲): فقہ شافعی کی ایک دوسری مشہور کتاب: تحفۃ المحتاج[1] میں علامہ ابن حجر ھیتمی شافعیؒ شہر پناہ کے اندر پائے جانے والے ویران علاقوں اور کھیتوں وغیرہ کے متعلق کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لأن ما في داخله–أي: داخل السور – ولو خرابا ومزارع، محسوب من موضع الإقامة ، والخندق كالسور، وبعضه كبعضه، وإن لم يكن فيه ماء على الأوجه. “

ترجمہ: کیوں کہ شہر پناہ کے اندر کے تمام علاقے، خواہ وہ ویران ہوں اور کھیتوں کی شکل میں ہوں، موضع اقامت میں شمار ہوتے ہیں، اور خندق فصیلِ شہر کی طرح ہے، اور اس کا بعض، بعض کی طرح ہے (یعنی: اگر شہر کے کسی ایک طرف خندق ہے تو اس کا حکم وہی ہوگا جو شہر کی صرف کسی ایک طرف شہر پناہ ہونے کا ہے) اگر چہ اس میں پانی نہ ہو سب سے زیادہ مدلل قول کی بنا پر۔

(۳): اور کچھ آگے (ص ۳۷۱، ۳۷۲ میں) فرماتے ہیں:

”فإن لم يكن لها سور مطلقاً، أو صوب سفره، أو كا ن لها سور غير مختص بها؛ كقرى متفاصلة جمعها سور، فأوله مجاوزة العمران، وإن تخلله خراب ليس به أصول أبنية، أو نهر وإن كبر، أو ميدان؛ لأنه محل الإقامة. “

ترجمہ: پس اگر شہر کے لیے فصیل بالکل نہ ہو، یا جانب سفر میں نہ ہو، یا فصیل شہر، اس شہر کے ساتھ خاص نہ ہو، جیسے: وہ کئی گاؤں جو ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر ہوں، اور انھیں کسی ایک شہر پناہ نے گھیر رکھا ہو، تو (ان سب صورتوں میں) سفر کا آغاز (شہر کی) آبادی سے آگے بڑھ جانے سے ہوگا، اگر چہ آبادی کے درمیان کوئی ایسا ویران

(۱): تحفۃ المحتاج مع حواشی الشروانی وابن العبادی ۲: ۳۷۱ مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ محمد بمصر۔

www.besturdubooks.net

علاقہ ہو، جس میں عمارتوں کی بنیادیں بالکل نہ رہی ہوں، یا کوئی نہر ہو اگرچہ بڑی ہو، یا کوئی میدان ہو؛ کیوں کہ آبادی (علی الاطلاق) موضع اقامت ہوتی ہے۔

(۴): اور حاشیۃ الشروانی میں ہے:

" قوله: " ليس به أصول الخ ":أي: فما به ذلك أولى، رشيدى. عبارة ع ش: قوله : ليس به الخ صفة الخراب، والمعنى: أن الخراب المتخلل بين العمران، وإن صار أرضا محضة لا أثر للبناء فيه، يشترط مجاوزته اهـ."

ترجمہ: ماتن کا قول: "اس میں عمارتوں کی بنیادیں بالکل نہ رہی ہوں"۔ یعنی: پس جس ویران علاقے میں عمارتوں کی بنیادیں موجود ہوں، وہ بدرجہ اولی آبادی کا حصہ شمار ہوگا، رشیدی۔ ع ش کی عبارت ہے: ماتن کا قول: ليس به الخ، الخراب کی صفت ہے، اور عبارت کا مطلب یہ ہے: آبادی کے درمیان کا ویران علاقہ اگرچہ محض زمین بن گیا ہو، اس میں تعمیر کا کوئی اثر نہ رہا ہو، (مسافر ہونے کے لیے) شہری باشندے کا اس سے آگے بڑھ جانا شرط ہوگا۔

(۵): اور امام نووی شافعیؒ المجموع شرح المهذب[1] میں فرماتے ہیں:

"والخراب المتخلل للعمران معدود من البلد، وكذا النهر الحائل بين جانبي بلد يشترط مجاوزة الجانب الآخر. "

ترجمہ: آبادی کے درمیان کا ویران علاقہ، شہر ہی کا جزو وحصہ شمار ہوتا ہے، اسی طرح وہ نہر جو شہر کے دو کناروں کے درمیان حائل ہو، (مسافر ہونے کے لیے) شہری باشندہ کا (شہر کی) دوسری جانب سے آگے بڑھ جانا شرط ہوگا۔

(۶): اور اسی صفحہ میں آگے کچھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

"قال أصحابنا: لو كان للبلد جانبان بينهما نهر؛ كبغداد، فعبر المنشئ

(۱): شرح المهذب للنواوی ۴: ۲۲۶ مطبوعہ مكتبة الارشاد جدة

www.besturdubooks.net

للسفر من أحدهما إلى الآخر، لم يجز القصر حتى يفارق البنيان فى الجانب الثاني؛لأنهما بلد واحد.قال القاضي أبو الطيب:ولهذا قال أصحابنا: لو كان بين الجانبين ميدان لم يقصر حتى يجاوز جميع بنيان الجانب الآخر، وكذا نقله الشيخ أبو حامد أيضا عن الأصحاب، ولا خلاف فيه. "

ترجمہ: ہمارے اصحاب نے فرمایا:اگر شہر کے ایسے دو کنارے ہوں کہ ان کے درمیان کوئی نہر ہو، جیسے: شہر بغداد، اور سفر کا آغاز کرنے والا ایک طرف سے دوسری طرف پار کر گیا تو قصر جائز نہ ہوگا، یہاں تک دوسرے حصے کی عمارتوں کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے ؛ کیوں کہ دونوں ایک شہر ہیں، قاضی ابو الطیب نے فرمایا: اگر شہر کے دو کناروں کے درمیان کوئی میدان ہے تو آدمی قصر نہیں کرے گا، یہاں تک دوسری جانب کی تمام عمارتوں سے آگے بڑھ جائے ،اور اسی طرح شیخ ابو حامد نے بھی ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے،اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۷): شیخ عبد الواحد بن اسماعیل رویانی شافعیؒ اپنی کتاب بحر المذہب[1] میں فرماتے ہیں:

" وإن كان البلد ذا جانبين يفصل بينهما نهر كبغداد وواسط والبصرة فالجانبان معاً كالبلد الواحد يفصل بينهما شارع، فالماء والشارع سواء فلا يجوز القصر إذا عبر من أحد الجانبين إلى الآخر. "

ترجمہ: اور اگر شہر ایسے دو کنارے والا ہو، جن کے درمیان کوئی نہر فاصل ہو جیسے: بغداد، واسط اور بصرہ تو وہ دونوں کنارے مل کر اس ایک شہر کے مانند ہوں گے، جس کے درمیان کوئی سڑک فاصل ہو؛ کیوں کہ پانی اور سڑک دونوں برابر ہیں؛ لہٰذا محض ایک جانب سے پار ہو کر دوسری جانب پہنچ جانے سے قصر جائز نہ ہوگا (بلکہ دوسری جانب سے

(۱): بحر المذہب کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر۲:۵۴مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

www.besturdubooks.net

بھی گذر جانا ضروری ہوگا)۔

(۸): علامہ خطیب شربینی شافعیؒ: الاقناع[۱] میں فرماتے ہیں:

"والثالث يشترط للقصر مجاوزة سور مختص بما سافر منه كبلد وقرية، وإن كان داخله أماكن خربة ومزارع؛ لأن جميع ما هو داخله معدود مما سافر منه. "

ترجمہ: تیسری بات: قصر کے لیے اس شہر پناہ سے آگے بڑھ جانا شرط ہے، جو اس آبادی کے ساتھ خاص ہو جس سے آدمی مسافر ہوکر نکلا ہے، جیسے: شہر اور گاؤں، اگرچہ اس کے اندر ویران علاقے اور کھیت ہوں؛ کیوں کہ شہر پناہ کے اندر کے تمام علاقے، اسی آبادی کا حصہ شمار ہوتے ہیں جس سے آدمی مسافر ہوکر نکلا ہے۔

(۹): امام الحرمین جوینی شافعیؒ **نهاية المطلب في دراية المذهب**[۲] میں فرماتے ہیں:

"ولكن شرط ذلك أن لا يكون وراء الخراب عمارة معدودة من البلد، فإن كان فلا شك أن الخراب من البلدة، ولا بد من مجاوزة منتهى العمارة."

ترجمہ:۔ لیکن اس (کسی ویران علاقے کے شہر سے خارج ہونے) کی شرط یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی ایسی آبادی نہ ہو، جو شہر کا حصہ شمار ہوتی ہو، لہٰذا اگر اس کے بعد کوئی ایسی آبادی ہے تو بلا شبہ وہ ویران علاقہ شہر کا حصہ شمار ہوگا اور (مسافر ہونے کے لیے) آبادی کی آخری حد سے آگے بڑھ جانا ضروری ہوگا۔

---

(۱): الاقناع مع حاشية البجيرمي كتاب الصلاة، فصل في صلاة المسافر ۲: ۳۷۳، ۳۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): نهاية المطلب في دراية المذهب كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ۲: ۴۲۵ مطبوعہ: دار المنهاج للنشر والتوزيع جده۔

www.besturdubooks.net

فقہ حنبلی کا حوالہ

اورفقہ حنبلی کی مشہور کتاب: المغنی لابن قدامہ[1] میں ہے:

"وإن كان في وسط البلد نهر، فاجتازه فليس له القصر؛ لأنه لم يخرج من البلد، ولم يفارق البنيان؛ فأشبه الرحبة والميدان في وسط البلد."

ترجمہ: اگر شہر کے درمیان کوئی نہر ہے، اور آدمی اسے پار کر گیا تو اس کے لیے قصر جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ وہ ابھی شہر سے باہر نہیں ہوا اور شہر کی عمارتیں چھوڑ کر آگے نہیں بڑھا؛ کیوں کہ ایسی نہر وسط شہر کے کھلے علاقے اور میدان کے مشابہ ہے۔

یہ جزئیات اگرچہ فقہ حنفی میں صراحتاً موجود نہیں ہیں؛ لیکن فقہ حنفی کے اصول کے خلاف بھی نہیں ہیں؛ بلکہ فقہ حنفی میں متعدد تائیدی اور بعض قریب بہ صریح جزئیات پائی جاتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

فقہ حنفی کی صریح یا قریب بہ صریح چند تائیدی جزئیات

(۱): آگے شامی اور فتاوی عالمگیری وغیرہ کے حوالہ سے ایک جزئیہ (محلة منفصلة عن المصر، وقد كانت متصلة به: شہر کا وہ محلّہ جو پہلے متصل تھا، پھر بیچ کی آبادی ختم ہوجانے کی وجہ سے منفصل ہوگیا) آرہا ہے، اس سے ان جزئیات کی بھرپور تائید ہوتی ہے؛ کیوں کہ محلّہ منفصلہ شہر سے جدا اسی وقت ہوگا جب اس کے درمیان اور شہر کی دیگر آبادیوں کے درمیان ویران وکھنڈرات وغیرہ کی شکل میں ایک غلوہ یا اس سے زیادہ کوئی غیر آباد علاقہ ہو، اور جب ایسا محلّہ منفصلہ آبادی کے حکم میں ہے تو اس سے پہلے کا غیر آباد علاقہ بدرجہ اولی آبادی کے حکم میں ہوگا۔

(۲): اور آگے شامی[2] کے حوالے سے یہ مسئلہ آرہا ہے کہ اگر کوئی غیر آباد علاقہ

(۱): المغنی لابن قدامہ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۳: ۱۱۳ مطبوعہ دار عالم الکتب الریاض۔

(۲): ردالمحتار کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۶۰۰ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

آبادی بڑھنے سے دو آباد محلوں کے وسط میں آ گیا تو مسافر ہونے کے لیے شہری باشندے کا جانب خروج کی آبادی سے نکلنا کافی نہیں ہوگا؛ بلکہ دونوں محلوں کی آخری عمارتوں کی محاذات سے گذر جانا بھی ضروری ہوگا، **فلو کان العمران من الجانبین فلابد من مجاوزته الخ۔**

(۳): ماقبل میں فتاوی خانیہ اور خلاصۃ الفتاوی کے حوالے سے **موضع الإقامة** کی تشریح میں **العمران** کو **البیوت المتخذة من الحجر والمدر والخشب** کے مقابل میں ذکر کیا گیا ہے، جس سے وسط شہر میں پائے جانے والے میدان اور کھنڈرات وغیرہ کا علی الاطلاق آبادی کے حکم میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۴): ایک شہر میں متعدد جگہ نماز جمعہ کے مسئلہ میں احناف کے درمیان شروع میں اختلاف تھا، تو اس سلسلہ میں اصحاب املا نے امام ابو یوسفؒ سے ایک یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر کسی شہر کے وسط میں کوئی بڑی نہر جاری ہو، جیسے: بغداد میں آبادی کے وسط سے دریائے دجلہ نکلا ہوا ہے، تو وہ دو شہر کے مانند ہوگا اور وہاں دو جگہ جمعہ جائز ہوگا[1]۔

چوتھے جزئیہ سے مستفاد چند اہم امور

اس جزئیہ سے چار اہم باتیں معلوم ہوئیں:

پہلی بات: اگر کسی شہر کے وسط سے نکلنے والی نہر، بہت بڑی نہ ہو تو وہ شہر، دو شہر کے حکم میں نہ ہوگا۔

دوسری بات: وسط شہر سے نکلنے والی نہر، آبادی ہی کے حکم میں ہوتی ہے، اگر چہ وہ

(۱): ملتقی الأبحر مع المجمع والدر ۱: ۲۴۷، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۷۷، ۲ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، فتح القدیر ۲: ۲۵، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان، تبیین الحقائق وحاشیۃ الشلبي علی التبیین ۱: ۲۱۸، ۲۱۹، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ ملتان اور غنیة المستملی، ص ۵۵۱، مطبوعہ مکتبہ: اشرفیہ دیوبند۔

www.besturdubooks.net

بڑی ہو؛ کیوں کہ بڑی نہر کی صورت میں شہر صرف دو شہر کے مانند ہوا، حقیقت میں وہ دو شہر قرار نہیں پایا۔

تیسری بات: آبادی کے وسط میں واقع غیر آباد علاقے کا، بحکم آبادی ہونے کے لیے، صرف دو جانب سے آبادی کے وسط میں ہونا کافی ہے، تین یا چار جانب سے آبادی کے وسط میں ہونا ضروری نہیں؛ کیوں کہ نہروں کی صرف دو جانب، آبادی ہوتی ہے، تین یا چار جانب نہیں۔

البتہ اگر کسی غیر آباد علاقے کا آبادی سے دو جانب سے صرف اتصال ہوا ہو، وہ ابھی آبادی کے وسط میں نہ آیا ہو؛ جیسے: کوئی محلّہ کسی جانب دیگر آبادیوں سے آگے بڑھا ہوا ہے، تو اس کے دائیں، یا بائیں جو غیر آباد علاقے ہیں، وہ دو جانب سے آبادی سے متصل ہوں گے؛ ایک: اس جانب سے جس جانب کوئی محلّہ آگے بڑھا ہوا ہے، دوسرے: اس جانب سے جس طرف شہر کی اصل آبادی ہے؛ لیکن یہ غیر آباد علاقے چوں کہ وسط شہر میں نہیں آرہے ہیں؛ لہٰذا ایسے علاقے آبادی کے حکم میں نہ ہوں گے۔

البتہ اگر دیگر محلوں سے آگے بڑھے ہوئے محلے کے بالمقابل، کوئی دوسرا محلّہ بھی آگے بڑھا ہوا ہے تو چوں کہ یہ دونوں کی محاذات میں آنے والا غیر آباد علاقہ، وسط شہر میں آگیا ہے؛ اس لیے یہ بلاشبہ آبادی کے حکم میں ہوگا (مزید تفصیل آگے آرہی ہے)۔

چوتھی بات: دو آبادیوں کی محاذات میں آنے والے علاقے کا، بحکم آبادی ہونے کے لیے اس علاقے کا آبادی سے ایک غلوہ سے کم فاصلہ پر ہونا ضروری نہیں؛ کیوں کہ محاذات کے مسئلہ میں اطلاق ہے، نیز بڑی نہروں کے آس پاس عام طور پر ایک غلوہ سے زائد حصہ مکانات سے خالی ہوتا ہے؛ تاکہ سیلاب آجانے کی صورت میں آس پاس کا علاقہ اس کی زد میں آنے سے محفوظ رہے۔

اس لیے وسط شہر میں پائے جانے والے چھوٹے، بڑے میدانوں، نہر، ویران علاقوں اور باغات یا کھیتوں پر مشتمل علاقوں کا حکم فقہ حنفی میں بھی وہی ہوگا، جو فقہ شافعی

www.besturdubooks.net

اور فقہ حنبلی میں صراحت کے ساتھ آیا ہے۔

حاصل بحث

ان جزئیات کو سامنے رکھنے سے وسط شہر میں جو بڑے بڑے میدان اور پارک وغیرہ پائے جاتے ہیں یا خالی جگہیں پائی جاتی ہیں ان کا حکم واضح ہوگیا؛ کیوں کہ جب وہ کسی ایک آبادی کے وسط میں ہیں تو وہ آبادی ہی کے حکم میں ہوں گے، ان کا الگ سے کوئی مستقل حکم نہ ہوگا۔

وسط شہر کا کوئی حصہ پہلے آباد تھا، پھر غیر آباد ہوگیا

اسی طرح اگر کوئی محلّہ، شہر کے کسی محلّہ سے متصل تھا؛ مگر کچھ وجوہات کی بنا پر دونوں کا اتصال ختم ہوگیا اور بیچ کا علاقہ غیر آباد ہوگیا، تو یہ بیچ کا غیر آباد علاقہ وسط شہر کے میدان یا ویران علاقوں وغیرہ کے مانند ہوگا، اور یہ علاقہ اور محلّہ دونوں، شہر کی آبادی ہی کا جزو وحصہ مانے جائیں گے۔

ردالمحتار[1] میں غنیة المستملی[2] کے حوالے سے ایک جزئیہ ہے، اور وہ جزئیہ دراصل اِس مسئلہ کی تفریع کے ضمن میں آیا ہے کہ مسئلہ مسافرت میں جانب خروج کی آبادی کا اعتبار ہوتا ہے، نہ کہ اس کے بالمقابل کسی دوسری جانب کی آبادی کا؛ لیکن اس سے بہ طور دلالت النص وہ بات بھی نکلتی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی۔

وہ جزئیہ یہ ہے:

" فلا يصير مسافرا قبل أن يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذي خرج، حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر، وقد كانت متصلة به، لا يصير مسافرا مالم يجاوزها. "

(۱): ردالمحتار کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۶۰۰، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): غنیة المستملی ص ۵۳۶، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

www.besturdubooks.net

ترجمہ: لہٰذا آدمی اس وقت تک مسافر نہ ہوگا جب تک اس جانب کی آبادی کو چھوڑ کر آگے نہ بڑھ جائے، جس جانب سے وہ نکل رہا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی محلّہ شہر سے الگ ہے اور پہلے وہ شہر سے ملا ہوا تھا تو آدمی اس وقت مسافر ہوگا جب اس سے آگے بڑھ جائے[1]۔

(۱): اس جزئیے کے مزید حوالجات حسب ذیل ہیں:

محیط برہانی (کتاب الصلاة، الفصل الثلاثون في صلاة السفر ۲:۲۵، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت) میں ہے:

"وهكذا إن كانت محلة منفصلة من المصر، و كانت قبل ذلك متصلة بالمصر، فإنه لا يقصر حتى يجاوز تلك المحلة، ويخلف دورها؛ لأن تلك المحلة من المصر، بخلاف القرية؛ لأن القرية لا تكون من المصر. .....وهذا كله، وهذا كله بهذا الترتيب محفوظ عن محمد رحمه الله، ذكر الفقيه أبو جعفر رحمه الله في غريب الرواية، ذكر هذه الجملة شمس الأئمة الحلواني في شرح صلاته."

فتاوی عالمگیری (۱:۱۳۹ مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند) میں یہ جزئیہ خلاصۃ الفتاوی (۱:۱۹۸ مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند) کے حوالہ سے درج ذیل الفاظ میں آیا ہے:

"وإن كان في الجانب الذي خرج منه محلة منفصلة عن المصر، وفي القديم كانت متصلة بالمصر، لا يقصر الصلاة حتى يجاوز تلك المحلة كذا في الخلاصة"

مجمع الانہر (کتاب الصلاة، باب المسافر ۱:۲۳۸ مطبوعہ: دار الکتب العلمیة بیروت) میں ہے:

"ويدخل – أي: في بيوت المصر– ما كان من محلة منفصلة، وفي القديم كانت متصلة."

فتح القدیر (کتاب الصلاة، باب المسافر ۲:۸ مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) میں ہے ←

www.besturdubooks.net

وسط شہر کے میدان اور ویران علاقے آبادی کے حکم میں کیوں ہوتے ہیں؟

آبادی کے وسط میں پائے جانے والے میدان اور ویران علاقے وغیرہ درحقیقت آباد علاقہ نہیں ہیں؛ کیوں کہ وہاں لوگوں کی رہائش نہیں ہوتی؛ لیکن اس کے باوجود وہ آبادی کے حکم میں ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ آبادی کے وسط میں ہوں، اور اگر وہ آبادی کے وسط میں نہ ہوں؛ بلکہ صرف ایک جانب سے آبادی کا ان سے اتصال ہوا ہو، تو وہ آبادی کے حکم میں نہ ہوں گے، جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔

اگر درج بالا حکم اور اس کی شرط میں غور کیا جائے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ایسے غیر آباد علاقے آبادی کے حکم میں اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ ان کے اندر دو باتیں پائی جاتی ہیں؛

ایک: ان کی حیثیت کا آبادی کی حیثیت سے اعلیٰ نہ ہونا جس کی بنا پر وہ اپنے اندر آبادی کے تابع بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

دوسری: آبادی کے بیچ میں آکر آبادی کا ان پر غالب آجانا۔

یہی وجہ ہے کہ جو میدان یا ویران علاقہ آبادی کے کنارے ہو، اس کے بیچ میں نہ

→ :"وفی الفتاوی أیضا:إن کان فی الجانب الذي خرج منه محلة منفصلة عن المصر، وفی القدیم کانت متصلة بالمصر، لا یقصر حتی یجاوز تلك المحلة"

اور فتاوی تاتارخانیہ (کتاب الصلاة، الفصل الثاني والعشرون في صلاة المسافر ۲:۴۹۴، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند) میں اس جزئیہ میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"وإن کانت المحلة بعیدة من المصر، وکانت قبل ذلك متصلة بالمصر، فإنه لا یقصر حتی یجاوز تلك المحلة، ویخلف دورها."

www.besturdubooks.net

ہو وہ آبادی کے حکم میں نہیں ہوتا؛ کیوں کہ یہاں آبادی کا میدان یا ویران علاقے پر غالب وحاوی ہونا نہیں پایا گیا،اور جو میدان آبادی کے بیچ میں آجائے؛ مگر اس کی حیثیت آبادی سے اعلیٰ ہو،یعنی: اس میں تابع بننے کی صلاحیت نہ ہو، وہ بھی آبادی کے وسط میں آجانے کے باوجود آبادی کے تابع نہیں ہوتا،اس کی نظیر: مسعی ہے، یہ مسجد حرام کے بیچ میں آگیا؛لیکن چوں کہ مشعر ہونے کی بناپر یہ استقلالی حیثیت کا حامل ہے،قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إن الصفا والمروة من شعائر الله﴾ (سورہ بقرہ آیت:۱۵۸)؛اس لیے وہ مسجد حرام کا جزو نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ مسجد حرام کا جزو بننے میں اس کی استقلالی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔

لہٰذا جس میدان یا علاقہ میں یہ دونوں باتیں پائی جائیں گی،صرف وہ (میدان یا غیر آباد علاقہ) آبادی کے تابع ہوگا،اور جس میں دونوں باتیں نہ ہوں، یا دونوں میں سے کوئی ایک نہ ہو، وہ آبادی کے تابع نہ ہوگا۔

حاصل یہ کہ وسط شہر میں پائے جانے والے میدان اور ویران علاقے وغیرہ کے آبادی کے حکم میں ہونے کی صحیح علت وہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی،یعنی: ان علاقوں میں تبعیت کی شان کا پایا جانا اور شہر کے بیچ میں آکر آبادی کا ان پر غالب وحاوی ہوجانا۔

لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا مدار عرف ہے،یعنی: ایسا علاقہ عرف کی صورت میں آبادی کے حکم میں ہوگا ورنہ نہیں۔

لیکن یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی؛ کیوں کہ فقہائے کرام نے وسط شہر کے ویران اور غیر آباد علاقوں کو ان میں تبعیت کی شان ہونے کی صورت میں علی الاطلاق آبادی کے حکم میں قرار دیا ہے اور وسط شہر میں نہ ہونے کی صورت میں علی الاطلاق آبادی سے خارج قرار دیا ہے،اس کا عرف پر کوئی مدار نہیں رکھا ہے اور نہ ہی ان کی عبارات میں عرف کی اعتباریت کی طرف کوئی اشارہ ملتا ہے،اور فقہ کی کسی کتاب میں ایسی کوئی نظیر نہیں ملی، جس میں وسط شہر کا غیر آباد علاقہ شان تبعیت کے باوجود آبادی کے حکم سے

www.besturdubooks.net

خارج ہو؛ حالاں کہ عرف، علاقہ اور زمانہ کے بدلنے سے بدل جاتا ہے؛ کیوں کہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ایک ہی عرف ہونا ضروری نہیں۔

اور بعض حضرات اس میں تبعیت کو یکسر نظر انداز فرما کر حکومت کی انتظامی تقسیم کو اس کا مدار قرار دیتے ہیں؛ حالاں کہ یہ بھی بے دلیل ہے، نیز حکومت کی تقسیم محض انتظامی سہولت وآسانی کی غرض سے ہوتی ہے، آبادی کے سلسلہ میں شریعت کے جو اصول ہیں، ان کے پیش نظر نہیں ہوتی؛ اس لیے اس سلسلہ میں حکومت کی انتظامی تقسیم کو بھی مدار بنانا صحیح ودرست نہیں۔

جس علاقہ میں آبادی کی درج بالا شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے

اور جس علاقہ میں درج بالا تین شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، اسے شہر کی آبادی نہیں کہا جاسکتا اور نہ اس پر شرعاً آبادی کا اطلاق درست ہوگا۔

حقیقتاً شہر کی آبادی سے خارج؛ لیکن مسئلہ مسافرت وغیرہ میں بہ حکم شہر بعض علاقوں کا بیان

البتہ کچھ علاقے ایسے ہوتے ہیں، جن پر حقیقت میں شہر کی آبادی کا اطلاق نہیں ہوتا، لیکن مسافرت کے مسئلہ میں وہ شہر کی آبادی ہی کے حکم میں ہوتے ہیں، اور مسافر ہونے کے لیے ان سے مجاوزت شرط ہوتی ہے، اور وہ کل تین قسم کے علاقے ہیں:

پہلی قسم کا علاقہ: فنائے متصلہ

پہلی قسم: شہر کی آبادی کے باہر کا وہ علاقہ، جو مصالح بلد کے لیے مقرر وتجویز کیا ہوا ہو- یعنی فنائے شہر-، یہ مسئلہ مسافرت میں آبادی کے حکم میں ہے یا نہیں؟

www.besturdubooks.net

ملتقی الابحر [۱] اور ہدایہ [۲] وغیرہ کی ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض آبادی سے مجاوزت کافی ہے اور فنائے شہر سے مجاوزت ضروری نہیں؛ کیوں کہ فنائے شہر حوائجِ اہل مصر کے لیے معد ہوتا ہے، اور نمازوں میں قصر کرنا حوائجِ اہل شہر سے نہیں ہے؛ البتہ جوازِ جمعہ وعیدین میں آبادی کے حکم میں ہے؛ کیوں کہ یہ دونوں حوائج اہل شہر میں سے ہیں۔

لیکن اس سلسلہ میں راجح بات وہ ہے جو قاضی خان نے اپنے فتاوی میں تحریر فرمائی ہے اور بعد کے تمام علما نے اسے قبول کیا ہے: اور وہ یہ ہے کہ:

فنائے مصر اور شہر کی آبادی کے درمیان اگر کسی کھیت کا یا ایک غلوہ کا فاصلہ نہیں ہے تو فنائے شہر، شہر کے حکم میں ہوگی، اور مسافر ہونے کے لیے اس سے مجاوزت شرط ہوگی ۔اور اگر دونوں کے درمیان کسی کھیت یا ایک غلوہ یا اس سے زیادہ کا فصل ہے تو وہ آبادی کے حکم میں نہ ہوگی، اور مسافر ہونے کے لیے اس سے مجاوزت شرط نہ ہوگی۔

فنا کی پہلی قسم کو فنائے متصلہ اور دوسری کو فنائے منفصلہ کہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ راجح قول کے مطابق فنائے متصلہ چوں کہ اہل شہر کی مصالح و ضروریات کے لیے مقرر وتجویز کی ہوئی ہوتی ہے، اور شہر سے متصل بھی ہوتی ہے؛ اس لیے وہ مسئلہ مسافرت میں شہر کی آبادی ہی کا حکم رکھتی ہے؛ اگر چہ حقیقت کے اعتبار سے وہ شہر کا جزو اور محلّہ نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ جو گاؤں شہر کی آبادی سے متصل ہو جائے وہ مسافرت کے مسئلہ میں شہر ہی کے حکم میں ہوتا ہے؛ لیکن جو گاؤں شہر کے بجائے فنائے متصلہ سے متصل ہو، وہ شہر کے حکم میں نہیں ہوتا اور مسافر ہونے کے لیے اس سے مجاوزت ضروری نہیں ہوتی۔

علامہ ابن الہمامؒ فتح القدیر (کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲:۸، مطبوعہ: مکتبہ

(۱): ملتقی الابحر مع المجمع والدرا: ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): ہدایہ کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱: ۱۶۶ مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند۔

www.besturdubooks.net

رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان) میں فرماتے ہیں:

"فإن قيل:عند المفارقة يتحقق مبدأ الفناء؛إذ هو مقدر بغلوة فى المختار، وقيل بأكثر مما سنذكره في باب الجمعة، والفناء ملحق بالمصر شرعاً حتى جازت الجمعة والعيدان فيه، ومقتضاه أن لا يقصر بمجرد المفارقة للبيوت، بل إذا جاوز الفناء، أجيب بأنه ملحق به فيما هو من حوائج أهله المقيمين فيه لا مطلقا، وأما على قول من منع الجمعة فيه إذا كان منقطعا عن العمران، فلا يرد الإشكال.وفي فتاوى قاضى خان فصل فى الفناء؛ فقال: إن كان بينه وبين المصر قدر غلوة، ولم يكن بينهما مزرعة، يعتبر مجاوزة الفناء أيضا، وإن كان بينهما مزرعة، أو كانت المسافة بينه وبين المصر قدر غلوة، يعتبر مجاوزة عمران المصر. هذا. وإذا كانت قرية أو قرى متصلة بربض المصر، لا يقصر حتى يجاوزها."

ترجمہ: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آبادی سے جدا ہوتے ہی فنائے شہر کا مبدا پایا جائے گا؛ کیوں کہ مختار قول میں اس کی تحدید ایک غلوہ سے کی گئی ہے، اور بعض حضرات نے اس سے زیادہ سے تحدید کی ہے، جسے ہم عنقریب باب الجمعہ میں ذکر کریں گے۔اور فنائے شہر شرعاً شہر کے ساتھ ملحق ہے، یہی وجہ ہے کہ وہاں جمعہ اور عیدین کی نمازیں جائز ہیں۔اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی محض آبادی کے مکانات چھوڑتے ہی قصر نہ کرے؛ بلکہ جب فنا سے آگے بڑھ جائے (تب قصر کرے)۔

تو جواب یہ دیا گیا ہے کہ فنائے شہر علی الاطلاق شہر کے ساتھ ملحق نہیں ہے؛ بلکہ صرف ان چیزوں میں شہر کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جو شہر میں اقامت پذیر اہل شہر کی حوائج وضروریات میں سے ہوں، اور بہر حال ان حضرات کے قول پر جو فنائے شہر میں جمعہ سے منع کرتے ہیں جب کہ وہ آبادی سے الگ ہو، کوئی اشکال وارد نہ ہوگا۔اور فتاوی قاضی خان میں فنا کے سلسلہ میں تفصیل کی گئی ہے؛ چناں چہ انہوں نے فرمایا: اگر فنا اور شہر کے

www.besturdubooks.net

درمیان ایک غلوہ کے بہ قدر فاصلہ ہے، اور دونوں کے درمیان کوئی کھیت نہیں ہے تو فنائے شہر سے بھی آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر دونوں کے درمیان کوئی کھیت ہے، یا فنا اور شہر کے درمیان کی مسافت ایک غلوہ کے بہ قدر ہے تو (صرف) شہر کی آبادی سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا، اسے محفوظ کرلیا جائے۔ اور جب کوئی گاؤں یا چند گاؤں ربض مصر سے متصل ہوں تو آدمی قصر نہیں کرے گا یہاں تک کہ ان سے آگے بڑھ جائے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان کلیبو لی معروف بہ داماد آفندی، مجمع الانہر [1] میں فرماتے ہیں:

”وأما فناء المصر: فظاهر كلام المصنف كالهداية أنه لا يشترط مجاوزته، وقد فصل قاضي خان؛ فقال: إن كان بين المصر وفنائه أقل من قدر غلوة، ولم تكن بينهما مزرعة، تعتبر مجاوزة الفناء أيضا، وإن كانت بينهما مزرعة، أو كانت المسافة بين المصر وفنائه قدر غلوة، يعتبر مجاوزة عمران المصر.....وإن كانت -أي:القرى-متصلة بفناء المصر، لا بربض المصر، يعتبر مجاوزة الفناء، ولا يعتبر مجاوزة القرى“

ترجمہ: اور رہا فنائے شہر کا مسئلہ تو ہدایہ کی طرح مصنفؒ (علامہ ابراہیم حلبیؒ) کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ (مسئلہ مسافرت میں) اس سے آگے بڑھ جانا شرط نہیں؛ حالاں کہ قاضی خاں نے اس کی تفصیل کی ہے؛ چناں چہ انہوں نے فرمایا کہ اگر شہر اور اس کی فنا کے درمیان مقدار غلوہ سے کم فاصلہ ہے، اور دونوں کے درمیان کوئی کھیت نہیں ہے تو فنائے شہر سے بھی آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا، اور اگر دونوں کے درمیان کوئی کھیت ہے، یا شہر اور فنا کے درمیان کی مسافت ایک غلوہ کے بہ قدر ہے تو (صرف) شہر کی آبادی سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔.....اور اگر گاؤں فنائے شہر سے متصل ہیں، ربض مصر سے متصل نہیں ہیں تو فنا سے آگے بڑھنے کا اعتبار ہوگا، ان گاؤں سے آگے

(۱): مجمع الانہر کتاب الصلاۃ، (باب المسافر ۱: ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

بڑھنے کا اعتبار نہ ہوگا۔

علامہ ابن نجیم مصری البحر الرائق [1] میں فرماتے ہیں:

"وظاهر كلام المصنف أنه لا يشترط مجاوزة القرية المتصلة بربض المصر، وفيه اختلاف، وظاهر المجتبى ترجيح عدم الاشتراط، وهو الذي يفيده كلام أصحاب المتون كالهداية أيضا،وجزم في فتح القدير بالاشتراط، واعترض به على الهداية، وصحح قاضي خان في فتاواه أنه لا بد من مجاوزة القرية المتصلة بربض المصر، بخلاف القرية المتصلة بفناء المصر؛ فإنه يعتبر مجاوزة الفناء لا القرية. ولم يذكر المصنف مجاوزة الفناء للاختلاف، وفصل قاضي خان في فتاواه؛ فقال : إن كان بينه وبين المصر أقل من قدر غلوة، يعتبر مجاوزة الفناء أيضا، وإن كانت بينهما مزرعة، أو كانت المسافة بينه وبين المصر قدر غلوة، يعتبر مجاوزة عمران المصر اهـ. "

ترجمہ: اور مصنف کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ (مسافر ہونے کے لیے) اس گاؤں سے آگے بڑھ جانا شرط نہیں، جو ربض مصر سے متصل ہو، اور اس میں اختلاف ہے، اور مجتبیٰ کا ظاہر شرط نہ ہونے کی ترجیح ہے، ہدایہ کی طرح اصحاب متون کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، اور فتح القدیر میں شرط ہونے کو جزم کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسے لے کر ہدایہ پر اعتراض کیا ہے، اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اسے صحیح قرار دیا ہے کہ اس گاؤں سے آگے بڑھ جانا شرط ہے جو ربض مصر سے متصل ہو، برخلاف اس گاؤں کے جو فنائے شہر سے متصل ہو؛ کیوں کہ یہاں فنا سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا نہ کہ اس گاؤں سے۔ اور مصنف (علامہ نسفیؒ) نے فنائے شہر سے مجاوزت کا مسئلہ ذکر نہیں فرمایا ہے؛ کیوں کہ اس میں اختلاف ہے۔ اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں تفصیل کی ہے؛ چناں چہ انہوں نے فرمایا کہ اگر اس کے درمیان اور شہر کے درمیان

(۱): البحر الرائق کتاب الصلاۃ، باب المسافر ۲: ۲۲۶ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

مقدار غلوہ سے کم فاصلہ ہے، اور دونوں کے درمیان کوئی کھیت نہیں ہے تو فنائے شہر سے بھی آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر دونوں کے درمیان کوئی کھیت ہے، یا شہر اور فنا کے درمیان کی مسافت ایک غلوہ کے بہ قدر ہے تو (صرف) شہر کی آبادی سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔

اور علامہ شامیؒ ردالمحتار[1] میں فرماتے ہیں:

"وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح المصر كركض الدواب، ودفن الموتى، وإلقاء التراب،فإن اتصل بالمصر اعتبرمجاوزته، وإن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا. "

ترجمہ: اور رہا فنائے شہر کا مسئلہ- اور فنائے شہر وہ جگہ ہے جو مصالح شہر کے لیے مقرر وتجویز کی ہوئی ہو، جیسے: جانوروں کو دوڑانا، مردوں کو دفن کرنا اور مٹی اور راکھ وغیرہ ڈالنا-تو اگر وہ شہر سے متصل ہو تو اس سے مجاوزت کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر ایک غلوہ یا کھیت کے ذریعہ شہر سے الگ ہے تو اعتبار نہ ہوگا۔

اور اسی صفحہ میں کچھ آگے تحریر فرماتے ہیں:

"والقرية المتصلة بالفناء دون الربض، لا تعتبر مجاوزتها على الصحيح كما في شرح المنية. "

ترجمہ: اور وہ گاؤں جو فنا سے متصل ہو نہ کہ ربض مصر سے، صحیح قول پر (مسئلہ مسافرت میں) اس سے آگے بڑھنے کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شرح منیہ میں ہے (فنائے مصر کے متعلق مزید گفتگو آگے آرہی ہے)۔

دوسری قسم کا علاقہ: ربض مصر

دوسری قسم: اصل شہر، شہر پناہ سے گھرا ہوا ہو، اور فصیل شہر کے باہر کچھ

(۱): ردالمحتار کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۵۹۹، ۶۰۰ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

آبادی ہوتو یہ آبادی حقیقت اور عرف میں تو شہر کی آبادی سے خارج ہوتی ہے؛ لیکن حکم میں شہر ہی کا حصہ ہوتی ہے؛ بلکہ اس میں بحکم شہر ہونے کا پہلو فنائے متصلہ سے زیادہ قوی ہوتا ہے؛ کیوں کہ یہ حقیقت میں آبادی ہے، اگر چہ شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے عرفاً شہر کی آبادی نہیں کہلاتی؛ لیکن شریعت کی نظر میں شہر ہی کی آبادی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی گاؤں، شہر کے اردگرد کی آبادی سے متصل ہوگیا، تو یہ صحیح قول کے مطابق مسئلہ مسافرت میں شہر ہی کے حکم میں ہوگا، اور مسافر کے لیے اس سے بھی مجاوزت شرط ہوگی؛ جب کہ فنائے متصلہ سے اگر کوئی گاؤں متصل ہوگیا تو صحیح قول کے مطابق مسافر ہونے کے لیے شہری باشندے کا اس گاؤں سے آگے بڑھنا شرط نہ ہوگا، بلکہ وہ اپنے شہر کی فنائے متصلہ سے نکلتے ہی مسافر ہوجائے گا؛

علامہ ابن عابدین شامیؒ ردالمحتار[1] میں فرماتے ہیں:

" وأشار إلى أنه لا يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة؛ كربض المصر، وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن؛ فإنه في حكم المصر، وكذا القرى المتصلة بالربض فى الصحيح. "

ترجمہ: ماتن کے کلام میں اس طرف اشارہ ہے کہ (مسافر ہونے کے لیے) آدمی کا موضع اقامت کے توابع ومتعلقات چھوڑ کر آگے بڑھ جانا شرط ہے، جیسے: ربض مصر، اور یہ وہ گھر ومکانات ہیں جو شہر کے اردگرد ہوتے ہیں؛ کیوں کہ ربض مصر شہر ہی کے حکم میں ہوتا ہے، اسی طرح صحیح قول میں ان گاؤں سے آگے بڑھ جانا بھی شرط ہے جو ربض مصر سے متصل ہوں۔

فتاوی عالمگیری[2] میں اس مسئلہ کے بیان میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"الصحيح ما ذكر أنه يعتبر مجاوزة عمران المصر لا غير، إلا إذا كان

(۱): ردالمحتار کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۵۹۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): فتاوی عالمگیری ۱: ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

ثمه قرية أو قرى متصلة بربض المصر، فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى، بخلاف القرية التي تكو ن متصلة بفناء المصر، فإنه يقصر الصلاة، وإن لم يجاوز تلك القرية كذا في المحيط. "

ترجمہ: صحیح بات وہ ہے جو ذکر کی گئی، یعنی: (مسئلہ مسافرت میں) صرف شہر کی آبادی سے آگے بڑھنے کا اعتبار ہوگا؛ البتہ اگر وہاں ایک یا چند گاؤں ایسے ہوں، جو ربض مصر سے متصل ہوں تو اس وقت (مسافر ہونے کے لیے) ان گاؤں سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا، برخلاف اس گاؤں کے، جو فنائے شہر سے متصل ہو؛ کیوں کہ آدمی وہاں قصر کرے گا، اگرچہ اس گاؤں سے آگے نہ بڑھا ہو۔ مزید حوالجات حاشیہ میں ملاحظہ ہوں[1]۔

---

(۱): غنية المستملي (ص ۵۳۷، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند) میں اس مسئلہ کے بیان میں یہ عبارت آئی ہے:

"وإن كان هناك قرية متصلة بربض المصر، فلا بد من مجاوزتها على الصحيح. وإن كانت متصلة بفنائه دون ربضه، لا تعتبر مجاوزتها على الصحيح. "

(۲): خلاصۃ الفتاوی (۱:۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند) کے الفاظ یہ ہیں:

"وإن كانت القرى متصلة بربض المصر، يعتبر مجاوزة الفناء، ولا يعتبر مجاوزة القرية. "

(۳): مجمع الانہر (۱:۱۳۸، مطبوعہ: دار الكتب العلمية بيروت) میں فتح القدیر (۲:۸، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان) کے حوالے سے ہے:

"وتدخل في بيوت المصر ربضه لقول علي رضى الله تعالى عنه: لو جاوزنا هذا الخص لقصرنا كذا في الفتح. "

(۴): الدر المنتقی شرح الملتقی (مع المجمع ۱:۲۳۸ مطبوعہ: دار الكتب العلمية، بيروت) ←

www.besturdubooks.net

ربض مصر کے معنی اور اس کی حقیقت

شہر کے باہر دیوار شہر سے متصل جو آبادی ہوتی ہے، اسے ربض مصر کہتے ہیں۔

منتخب اللغات (ص۹۰) میں ہے: ربض: کنارۂ چیز، دیوار گرد شہر۔

البحر الرائق[1] میں ہے:

"ويدخل في بيوت المصر ربضه وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن ، ويقال لحرم المسجد ربض أيضا."

اور الدر المنتقى شرح الملتقى[2] میں ہے:

"(من جاوز بيوت مصره) وربضه، وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن. "

تیسری قسم: آبادی سے متصل دوسرا شہر، یا گاؤں

تیسری قسم: وہ گاؤں یا شہر ہے، جو کسی دوسرے شہر کی آبادی، یا اس شہر کے باہر شہر کے اردگرد کی آبادی سے متصل ہو گیا ہو، تو ایسا گاؤں یا شہر اگرچہ اپنی مستقل شناخت رکھتا ہو، تب بھی مسئلہ مسافرت میں دوسرے شہر کے حکم میں ہو جائے گا۔ حوالہ اوپر آ گیا (قرية متصلة بربض المصر)۔

→ میں ہے:

"وكذا يشترط مجاوزة القرية المتصلة بالربض هو الصحيح قاله الزيلعي."

اور موسوعہ فقہیہ (کویتیہ ۲۵:۳۱) میں ہے:

"والقرية المتصلة بالفناء دون الربض، لاتعتبر مجاوزتها على الصحيح."

(۱): البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر ۲:۱۲۸، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): الدر المنتقى مع المجمع ۱:۲۳۸ مطبوعہ: دار الكتب العلمية بيروت۔

www.besturdubooks.net

دو مستقل آبادیوں کے درمیان فقہ حنفی میں اتصال وانفصال کا معیار

واضح رہے کہ یہاں اتصال وانفصال سے مراد وہی اتصال وانفصال ہے، جو شہر کی آبادی اور اس کی فنا کے درمیان معتبر ہوتا ہے، یعنی: کوئی شہر یا گاؤں، دوسرے شہر یا گاؤں سے متصل اس وقت کہا جائے گا، جب دونوں کے درمیان کوئی کھیت نہ ہو، اور دونوں کی آبادیوں کے درمیان کھیت کے علاوہ کوئی اور فاصلہ بالکل ہی نہ ہو، یا وہ فاصلہ ایک غلوہ سے کم ہو۔ اور اگر دونوں کے درمیان کوئی کھیت ہے، اگر چہ اس کی مقدار ایک غلوہ سے کم ہو، یا دونوں کے درمیان ایک غلوہ کے بہ قدر یا اس سے زائد غیر آباد علاقہ ہے- وہاں آبادی نہ ہونے کی کوئی بھی وجہ ہو- تو وہ دونوں شہر یا گاؤں مسئلہ مسافرت میں ایک آبادی شمار نہ ہوں گے؛ بلکہ دونوں الگ الگ شہر یا گاؤں مانے جائیں گے۔

خلاصۃ الفتاوی[1] میں فنائے متصلہ اور منفصلہ کا فرق ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" وكذا لو كان هذا الانفصال بين قريتين، أو قرية ومصر. "

یعنی: اگر دو گاؤں، یا ایک گاؤں اور ایک شہر، اپنی اپنی آبادی کے اعتبار سے الگ الگ تھے؛ لیکن اب دونوں کی آبادی بڑھتے بڑھتے ایک دوسرے کے قریب ہوگئی، تو اگر دونوں کے درمیان کسی کھیت کا فصل نہیں رہا اور نہ ہی دونوں کی آبادیوں کے درمیان ایک غلوہ کی مقدار ہے تو وہ دونوں مسافرت کے باب میں حکماً ایک ہی آبادی شمار ہوں گے، اور مسافر ہونے کے لیے آدمی کا اپنے گاؤں یا شہر سے نکل کر دوسرے گاؤں یا شہر کی آبادی سے نکلنا بھی ضروری ہوگا، اور اگر ابھی دونوں کے درمیان کوئی کھیت ہے، خواہ اس کی مقدار ایک غلوہ سے کم ہو، یا دونوں کے درمیان فضا کی شکل میں ایک غلوہ کا فصل

(۱): خلاصۃ الفتاوی ۱: ۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

www.besturdubooks.net

ہے تو وہ دونوں حسب سابق الگ الگ آبادیاں شمار ہوں گی اور مسافر ہونے کے لیے آدمی کا صرف اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے نکل جانا کافی ہوگا[1]۔

اتصال وانفصال کے اوپر ذکر کردہ معیار سے بعض علمائے کرام کا انحراف اور اس پر کلام

اوپر کے پیراگراف سے کسی مستقل آبادی کے دوسری مستقل آبادی سے متصل ہونے، نہ ہونے کا معیار واضح طور پر سامنے آگیا، اور یہ معیار چھوٹے بڑے ہر طرح کے گاؤں اور شہر کو شامل ہے؛ کیوں کہ زمانہ ماضی میں فقہا کے دور میں بھی چھوٹے، بڑے ہر طرح کے گاؤں اور شہر ہوا کرتے تھے، اس کے باوجود فقہائے کرام نے اتصال وانفصال میں اوپر ذکر کردہ معیار ہی کو اختیار کیا، عرف یا حکومت کی انتظامی تقسیم کا اعتبار نہیں کیا۔

اس لیے دو مستقل آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں بعض علمائے کرام نے فقہائے احناف کے خلاف درج بالا معیار کو یکسر نظر انداز کر کے عرف، یا حکومت کی انتظامی تقسیم کے اعتبار کی جو بات کہی ہے اور اس کی بنا پر انہوں نے چند قریبی گاؤں کو ملا کر ایک آبادی قرار دیا ہے، مجھے فقہ کی متداول عربی کتابوں میں کہیں اس کی صراحت نہیں ملی؛ بلکہ فقہائے احناف کا ذکر کردہ درج بالا صریح معیار سے واضح

(۱): یہ جزئیہ فتاوی خانیہ (برہامش ہندیہ باب صلاۃ المسافر ۱: ۱۶۵ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) اور مجمع الانہر (۱: ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) میں بھی ہے۔

فتاوی خانیہ کی عبارت یہ ہے:

" وكذلك إذا كان هذا الانفصال بين قريتين، أو بين قرية و مصر. "

اور مجمع الانہر کی عبارت یہ ہے:

" وكذا إذا كان الانفصال بين القريتين، أو بين قرية و مصر. "

www.besturdubooks.net

طور پر اس کی تردید ہوتی ہے۔

اس مسئلہ میں بعض اکابر کے فتاوی میں بھی عرف کا اعتبار کیا گیا ہے؛ مگر احقر کو اس کی ایسی کوئی بنیاد نہیں ملی، جس کی بنا پر فقہ حنفی کا درج بالا صریح وواضح معیار ترک کیا کر دیا جائے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اور اس واضح وصریح معیار کے بارے میں یہ کہنا یقیناً بیجا ہوگا کہ یہ معیار اس زمانہ کے عرف کی بنا پر ہے؛ کیوں کہ عرفی چیزیں اس طرح واضح اور دوٹوک معیار کی شکل میں بیان نہیں کی جاتی ہیں، نیز فقہ حنفی کی کسی عربی کتاب میں - میرے علم کے مطابق - کوئی ایسی بات نہیں آئی ہے، جو اس سلسلہ میں عرف کی اعتباریت کی طرف اشارہ کرتی ہو، نیز عرفی چیزیں شہر اور گاؤں کے چھوٹے اور بڑے ہونے کے اعتبار سے اور علاقہ اور زمانہ کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہیں اور اس معیار میں فقہائے کرام نے ہر قسم کے گاؤں اور شہر کو علی الاطلاق شامل فرمایا ہے، نیز اس کی اصل فنائے متصلہ ومنفصلہ کا معیار ہے اور اس میں تمام فقہائے کرام، عرف کے بجائے معلوم ومتعین معیار پر متفق ہیں؛ البتہ نفس فنا کی شہر سے دوری متعین نہیں، وہ اہل شہر کی مصالح وضروریات اور شہر کے چھوٹے اور بڑے ہونے کے اعتبار سے نزدیک اور مناسب دوری پر بھی ہو سکتی ہے۔

بعض اہل علم نے فرمایا کہ: فقہا نے کھیت یا ایک غلوہ کو جو فاصل قرار دیا ہے، یہ کوئی احادیث میں منصوص بات نہیں ہے کہ اس کا اعتبار لازم ہو۔

لیکن ان کی یہ بات صحیح نہیں؛ کیوں کہ فقہ میں بے شمار مسائل ایسے ہیں، جو قرآن وحدیث میں منصوص نہیں ہیں؛ لیکن شریعت کے مختلف قرائن وشواہد سے مؤید ضرور ہیں اور اس فقہ کے متبعین کے نزدیک وہ معتبر ومستند ہیں، اور ان کو صرف یہ کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ احادیث میں منصوص نہیں ہیں؛ کیوں کہ شریعت میں تمام مسائل اپنی

www.besturdubooks.net

تمام تفصیلات کے ساتھ منصوص نہیں ہوتے؛ بلکہ اگر تمام مسائل اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ منصوص ہوتے تو حضرات ائمہ مجتہدین کو اجتہاد کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس لیے اگر یہ بات صحیح ودرست مان لی جائے تو فقہ کے بے شمار مسائل مشکوک ہوجائیں گے اور سب مسائل نظر ثانی کے محتاج ہوجائیں گے، جس سے لازمی طور پر ائمہ مجتہدین کے اجتہادات پر زد آئے گی۔

اس لیے فقہائے احناف نے آبادی اور اس کی فنائے کے درمیان اور دو مستقل آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں جو معیار ذکر کیا ہے، وہ کسی ایسی ذاتی رائے کی بنا پر جو تصریحات فقہا کے خلاف ہو، ترک نہیں کیا جاسکتا؛ البتہ اگر فقہ حنفی کے دائرہ میں رہ کر کوئی اس طرح کی بات کہی جائے جو فقہائے احناف کے ذکر کردہ واضح وصریح معیار کا قابل قبول جواب بھی بن سکے اور اصول طور پر شرعی مسائل سے متصادم بھی نہ ہو تو اس پر یقیناً غور کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال جن حضرات علما نے دو آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں فقہائے احناف کے ذکر کردہ صریح وواضح معیار کے برخلاف عرف کی اعتباریت کا جو قول کیا ہے، وہ بہ ظاہر ان کا تسامح ہی ہے۔

اس تسامح کی وجہ

اس تسامح کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ان حضرات کو فقہ شافعی کے اس مسئلہ سے اشتباہ ہوا ہے، جس میں شہر پناہ کے کنارے کی آبادی میں، گھروں کے باہمی اتصال میں عرف کا اعتبار کیا گیا ہے؛

چناں چہ مغنی المحتاج[1] میں ہے:

”فإن كان وراء ه–أي:وراء السور – عمارة؛ كدور ملاصقة عرفا،

(۱): مغنی المحتاج کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۱:۳۹۶، ۳۹۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

www.besturdubooks.net

اشترط مجاوزتها أيضا فی الأصح؛ لأنها من مواضع الإقامة المعدودة من توابع البلد، فيثبت لها حكمه. "

ترجمہ: پس اگر اس کے آگے یعنی: شہر پناہ کے آگے کوئی آبادی ہو، جیسے وہ مکانات جو عرفاً آپس میں متصل ہوں، تو صحیح تر قول میں ان سے آگے بڑھنا بھی شرط ہوگا؛ کیوں کہ وہ اقامت کی ان جگہوں میں سے ہیں، جو شہر کے توابع ومتعلقات میں شمار ہوتی ہیں؛ لہٰذا ان کے لیے شہر ہی کا حکم ثابت ہوگا۔

حالاں کہ یہ شہر کی آبادی کا ایک حصہ ہے اور ان گھروں کے درمیان پائے جانے والے فاصلے، وسط شہر میں پائے جانے والے فاصلوں کے مانند ہیں؛ جب کہ اسی کتاب میں آگے درج ذیل عبارت بھی ہے، جس میں واضح طور پر دو مستقل گاؤں کے درمیان عرف کا اعتبار نہیں کیا گیا؛ بلکہ معمولی فصل کو بھی اتحاد سے مانع قرار دیا گیا ہے۔

عبارت ملاحظہ ہو:

"والقريتان المتصلتان يشترط مجاوزتهما، والمنفصلتان ولو يسيرا يكفي مجاوزة إحداهما. "

ترجمہ: اور (مسافر ہونے کے لیے) دو آپس میں متصل گاؤں سے آگے بڑھ جانا شرط ہے، اور جن دو گاؤں کے درمیاں فصل ہو اگر چہ وہ معمولی ہو، ان میں سے ایک سے آگے بڑھ جانا کافی ہوگا۔

دو مستقل آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں عرف کا اعتبار فقہ شافعی کا مسئلہ ہے، نہ کہ فقہ حنفی کا

لیکن تحفۃ المحتاج (۱) (مع حواشي الشرواني وابن العبادي ۲: ۳۷۲ مطبوعہ: مطبعة مصطفى محمد بمصر) سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ شافعی میں راجح قول یہی ہے کہ دو گاؤں کے

www.besturdubooks.net

درمیان اتصال میں بھی عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔

تحفۃ المحتاج کی عبارت ملاحظہ ہو:

"والقريتان إن اتصلتا عرفاً كقرية وإن اختلفا اسماً، وإلا كفى مجاوزة قرية المسافر، وقول الماوردي :" إن الانفصال بذراع كاف " في إطلاقه نظر، والوجه ما ذكرته من اعتبار العرف، ثم رأيت الأذرعي وغيره اعتمدوه. "

ترجمہ: اور دو گاؤں اگر عرفاً متصل ہوں، تو وہ ایک گاؤں کی طرح ہیں اگرچہ دونوں کا نام الگ الگ ہو، ورنہ مسافر کا اپنے گاؤں کی آبادی سے آگے بڑھ جانا کافی ہوگا۔ اور ماوردی کا قول: "ایک ذراع کا فصل کافی ہے" اس کے اطلاق میں اشکال ہے۔ اور مناسب بات وہ ہے جو میں نے ذکر کی، یعنی: عرف کا اعتبار کرنا۔ پھر میں نے اذرعی وغیرہ کو دیکھا تو انہوں نے اسی کو (عرف کے اعتبار کو) قابل اعتماد قرار دیا ہے[1]۔

دو آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں

فقہائے حنابلہ کے نزدیک بھی عرف معیار نہیں ہے

البتہ فقہ حنبلی میں اس مسئلہ میں عرف کا اعتبار نہیں ہے؛ چناں چہ علامہ ابن قدامہ، المغنی[2] میں شہر کے بیچ میں پائے جانے والے میدان اور نہر وغیرہ کا مسئلہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

---

(۱): اور حاشیہ شروانی میں ہے: "قوله:" في إطلاقه نظر " :عبارة النهاية :جرى على الغالب، والمعول عليه العرف اهـ قال الرشيدي: قوله م ر: جرى على الغالب، يتأمل اهـ. قوله: "اعتمدوه": أي الضبط بالعرف ، سم قول الماتن. "

اور حاشیہ ابن قاسم العبادی میں ہے: "ثم رأيت الأذرعي وغيره اعتمدوه " : عبارة شرح العباب: ثم رأيت الأذرعي استحسن الضبط بالعرف. "

(۲): المغنی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۳: ۱۱۳، مطبوعہ: دار عالم الکتب الریاض)۔

www.besturdubooks.net

”وإن كان للبلد محال، كل محلة منفردة عن الأخرى؛ كبغداد، فمتى خرج من محلته أبيح له القصر، إذا فارق محلته، وإن كان بعضها متصلا ببعض لم يقصر حتى يفارق جميعها، ولو كا نت قريتان متداينتين، فاتصل بناء أحدهما بالأخرى فهما كالواحدة، وإن لم يتصل فلكل قرية حكم نفسها.“

یعنی: اگر کسی شہر کے چند محلے ہوں اور ہر محلّہ دوسرے سے الگ ہو، جیسے: شہر بغداد، تو جب آدمی اپنے محلّہ سے نکل گیا تو اسے قصر کی اجازت ہوجائے گی جب وہ اپنے محلّہ کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے گا۔ اور اگر کچھ محلے آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں تو آدمی اس وقت تک قصر نہیں کرسکتا؛ جب تک تمام محلوں کو چھوڑ کر آگے نہ بڑھ جائے۔ اور اگر دو گاؤں آپس میں قریب قریب ہوں، پھر ان میں سے ایک کی عمارت دوسرے سے متصل ہوجائے تو وہ دونوں ایک گاؤں کی طرح ہوجائیں گے، اور اگر کسی گاؤں کی عمارت دوسرے سے متصل نہیں ہوئی تو ہر گاؤں کا الگ حکم ہوگا۔

اس کے بالمقابل فقہائے احناف کی وہ تصریحات ہیں، جو ماقبل میں فتاوی خانیہ ،مجمع الانہر اور خلاصۃ الفتاوی کے حوالے سے ذکر کی گئیں، جن میں واضح طور پر فنائے متصلہ اور فنائے منفصلہ کی طرح دو مستقل آبادیوں کے درمیان بھی عرف کے بجائے کھیت یا غلوہ کے فصل کا اعتبار کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک مستقل آبادی کا دوسری مستقل آبادی سے اتصال وانفصال کے مسئلہ میں عرف کا اعتبار فقہ شافعی کا مسئلہ ہے، فقہ حنفی کا مسئلہ نہیں ہے۔

دو آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں کیا حکومت کی انتظامی تقسیم کا اعتبار شرعاً صحیح ہے؟

اور دو آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں حکومت کی انتظامی تقسیم

www.besturdubooks.net

کا اعتبار تو مجھے کسی کتاب میں نہیں ملا؛ بلکہ آج کل تو ہر حکومت نے اپنے پورے ملک کو آبادی سے قطع نظر، صرف انتظامی امور کے اعتبار سے مختلف صوبہ جات اور شہروں وغیرہ میں تقسیم کردیا ہے، اور ہر صوبہ اور شہر وغیرہ کی ہر جانب سے حدود بھی متعین کردی ہیں؛ بلکہ بعض مرتبہ حکومت انتظامی امور میں آسانی وسہولت کے لیے ایک صوبہ کو دو حصوں میں تقسیم کردیتی ہے، جس کے نتیجے میں سابقہ صوبہ پہلے سے بہت مختصر ہوجاتا ہے اور اس کے بہت سے شہر اور علاقے نئے صوبے میں چلے جاتے ہیں۔

اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ چند چھوٹے گاؤں کا صرف ایک پردھان ہوتا ہے، اور حکومت کی جانب سے وہی سب گاؤں کے سرکاری نظم وانتظام وغیرہ کی دیکھ ریکھ کرتا ہے؛ حالاں کہ ان گاؤں کے درمیان دو دو، تین تین کلومیٹر یا اس سے زیادہ فاصلہ ہوتا ہے، تو کیا یہاں بھی حکومتی انتظام ایک ہونے کی وجہ سے سب گاؤں کو ایک آبادی قرار دیا جائے گا؟ اسی طرح بڑے شہروں میں علاقوں کی تقسیم ہوتی ہے اور ہر علاقے کا الگ الگ چیرمین وذمہ دار ہوتا ہے، تو کیا یہاں اس بڑے شہر کو حکومتی انتظام الگ الگ ہونے کی وجہ سے الگ الگ آبادی قرار دیا جائے گا؟ اور جو قصبہ کسی کے زیر انتظام ہوتا ہے، آبادی کے علاوہ حکومت کی طے کردہ حدود کے مطابق آس پاس کے کچھ غیر آباد علاقے بھی اس کے زیر انتظام ہوتے ہیں، اگر وہاں کسی کھیت یا جنگل میں قتل کا کوئی واقعہ پیش آجائے تو اس کی تحقیق اسی کی ذمہ داری ہوتی ہے، تو کیا حکومتی انتظام کے مسئلہ کو لے کر غیر آباد علاقہ کو بھی آبادی کا حصہ قرار دیا جائے گا؟ ظاہر بات ہے کہ یہ سب امور فقہی جزئیات کی روشنی میں باطل وغیر معتبر ہیں۔

حاصل یہ کہ حکومت، آبادی سے قطع نظر، محض انتظامی امور کے پیش نظر جو صوبہ جات اور شہروں وغیرہ کی تقسیم کرتی ہے، اسے مسافرت سے متعلق شرعی مسائل سے جوڑنا، فقہائے احناف کی تصریحات کے خلاف ہے؛ کیوں کہ مسافرت سے متعلق شرعی مسائل میں آبادی کی حقیقت اور اس سے متعلق دیگر تفصیلات فقہ کی سب کتابوں

www.besturdubooks.net

میں واضح طور موجود ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دو آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں عرف کا اعتبار فقہ شافعی کا مسئلہ ہے، فقہ حنفی کا مسئلہ نہیں ہے اور حکومت کی انتظامی تقسیم- جو آبادی سے قطع نظر محض علاقوں کے اعتبار سے انتظامی امور میں سہولت وآسانی کے پیش نظر ہوتی ہے- کا اعتبار فقہائے احناف کی تصریحات کے خلاف ہے۔

اور یہ بات اصول میں طے شدہ ہے کہ بلاضرورت اپنی فقہ کا مسئلہ چھوڑ کر دوسری فقہ کا مسئلہ لینا، یا فقہا کی تصریحات کے خلاف ذاتی طور پر کوئی نیا موقف اختیار کرنا درست اور قابل اعتبار نہیں؛ اس لیے احقر کی ناقص رائے میں ایک آبادی کا دوسری آبادی سے اتصال کے مسئلہ میں فقہائے احناف کے ذکر کردہ معیار کے بجائے، عرف یا حکومت کی انتظامی تقسیم کا اعتبار کر کے ایک دو کلومیٹر کے فاصلہ کے باوجود دو مستقل آبادیوں کو ایک قرار دینا فقہ حنفی کی رو سے درست نہیں۔

مزید براں اس کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ تمام مشاعر مقدسہ کی بلدیہ ایک ہے، تو کیا صرف بلدیہ ایک ہونے کی وجہ سے، تمام مشاعر مقدسہ کی استقلالی حیثیت ختم کر کے سب کو ایک کر دیا جائے گا؟ حالاں کہ سب مشاعر اپنی جگہ مستقل ہیں، ان میں سے کوئی، دوسرے کے تابع، یا اس کا جزو وحصہ نہیں ہے (یہ مضمون آگے شیخ محمد بن عبداللہ سبیلؒ کے حوالہ سے بھی آرہا ہے)۔

شروع سے لے کر اب تک کی بحث کا خلاصہ

شروع سے لے کر اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ کہ حقیقی طور پر شہر یا گاؤں کی آبادی کا اطلاق شہر یا گاؤں کے اس علاقے پر ہوگا جس میں تین باتیں پائی جائیں:

(۱): وہ علاقہ رہائشی مکانات پر مشتمل ہو۔ (۲): وہ مکانات برائے رہائش بنائے گئے ہوں۔ (۳): اور وہ مکانات آباد ہوں، ویران ہو کر کھنڈرات میں تبدیل نہ

www.besturdubooks.net

ہو گئے ہوں۔

اور جس علاقہ میں یہ تینوں شرطیں، یا ان میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے، اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: وہ علاقہ پہلے ہی سے وسط شہر میں داخل ہو۔ ایسی صورت میں وہ علاقہ علی الاطلاق آبادی کے حکم میں ہوگا، خواہ وہ کھیتوں یا باغات کا علاقہ ہو، ویران وکھنڈرات پر مشتمل علاقہ ہو، یا نہر یا دریا کی شکل میں ہو۔

دوسری صورت: وہ شہر کے کنارے کا علاقہ ہو اور اوپر ذکر کردہ تین قسموں (فنائے متصلہ، ربض مصر اور آبادی سے متصل کوئی دوسرا گاؤں یا شہر) میں سے کسی میں شامل ہو۔ ایسا علاقہ بھی مسئلہ مسافرت وغیرہ میں شہر ہی کے حکم میں ہوگا اور اس کے تابع ہوگا یا اس کے ساتھ مل کر دونوں ایک آبادی کی حیثیت رکھیں گے۔

تیسری صورت: وہ علاقہ شہر کے کنارے کا علاقہ ہو اوپر ذکر کردہ تینوں قسموں میں سے کسی میں شامل نہ ہو۔ ایسا علاقہ مسئلہ مسافرت میں حدود شہر سے خارج ہوگا، اور مسافر ہونے کے لیے شہری باشندے کا اس سے گذرنا شرط نہ ہوگا، جس کی چند مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

آبادی اور بحکم آبادی سے خارج علاقوں کی چند مثالیں

پہلی مثال: کسی شہر یا گاؤں کے قریب کوئی دوسرا گاؤں یا شہر آباد ہے؛ لیکن ابھی دونوں کے درمیان کھیت کا فصل ہے، یا ایک غلوہ کے بہ قدر یا اس سے زیادہ غیر آباد علاقہ ہے، تو یہ فصل خواہ کسی مصلحت سے ہو، بہر صورت دونوں آبادیوں کو مستقل اور الگ الگ سمجھا جائے گا، اور مسافر ہونے کے لیے شہر یا گاؤں کے باشندے کا صرف اپنی آبادی سے گذرنا کافی ہوگا۔

دوسری مثال: گاؤں یا شہر کے قریب کوئی میدان یا ریگستانی علاقہ ہے، تو اگر

www.besturdubooks.net

گاؤں یا شہر کی آبادی اس میدان یا ریگستانی علاقہ سے متصل ہوگئی، اور دونوں کے درمیان کھیت یا ایک غلوہ کا بھی فاصلہ نہیں رہا، تو وہ میدان یا ریگستانی علاقہ محض اتصال کی وجہ سے اس آبادی کے حکم میں نہ ہوگا؛ کیوں کہ غلبہ کی صورت نہیں پائی گئی۔

آبادی کے باہر کا میدان وسط شہر میں آجائے اور اس کی دو صورتیں

البتہ اگر وہ میدان یا اس کا کچھ حصہ آبادی کے بیچ میں آگیا، تو اس میں دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ وہ میدان، آبادی کے باشندگان کی مصالح وضروریات میں استعمال ہونے لگے- اور عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے-، یا آبادی کے بیچ میں آنے سے پہلے اس کی اپنی کوئی استقلالی حیثیت نہیں تھی، یا تھی؛ مگر وہ عارضی تھی، اور آبادی کے بیچ میں آنے سے وہ مغلوب ہوکر ختم ہوگئی تو ان صورتوں میں وہ میدان بلا شبہ وسط شہر میں آجانے اور تابع بننے کی صلاحیت رکھنے کی بنا پر آبادی کا حکم اختیار کرلے گا۔

منیٰ، مزدلفہ اور عرفات اگر مکہ مکرمہ کے وسط میں آجائیں؟

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ میدان آبادی کے باشندگان کے مصالح میں نہ آئے؛ بلکہ اپنی سابقہ حالت پر باقی رہے، اور جیسے پہلے وہ مستقل حیثیت کا حامل تھا، اب بھی اُسی طرح مستقل رہے؛ کیوں کہ اس کے استقلال کی بنیاد دائمی وابدی ہو، تو ایسی صورت میں وہ میدان یا علاقہ آبادی کے وسط میں آجانے کے باوجود آبادی کا جزو بن کر اس کے حکم میں نہ ہوگا؛ کیوں کہ آبادی کا جزو بننے کے لیے میدان یا غیر آباد علاقہ میں تبعیت کی شان کا ہونا ضروری ہوتا ہے، اور یہاں استقلالی حیثیت دائمی وابدی ہونے کی وجہ سے وہ میدان یا علاقہ کسی کے تابع نہیں ہوسکتا، اور تابع ہوئے بغیر کسی کا جزو نہیں بن سکتا؛ لہٰذا ایسا میدان یا علاقہ حسب سابق اپنے حال پر برقرار رہے گا۔ اور جو میدان ایسا ہوگا، وہ دنیا کے عام میدانوں سے یکسر مختلف ہوگا، اسے عام میدانوں پر قیاس کرنا ممکن نہ ہوگا۔

www.besturdubooks.net

دوسری صورت کی مزید وضاحت

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ عام میدان جب آبادی کے بیچ میں آتے ہیں، تو ان کی سابقہ حیثیت عام طور پر یکسر ختم ہوجاتی ہے؛ کیوں کہ آبادی سے دور، یا اس سے باہر کا علاقہ لوگوں میں وہ اہمیت نہیں رکھتا، جو آبادی کے قریب یا اس کے بیچ کے علاقے رکھتے ہیں؛ کیوں کہ آبادی میں وسائل زندگی مکمل فراہم ہوتے ہیں؛ اسی لیے گاؤں کے لوگ وسعت کے بعد عام طور پر شہر کا رخ کرتے ہیں، اور جنگلوں میں تو خانہ بہ دوش لوگوں کے علاوہ کوئی رہنا ہی نہیں چاہتا؛ اس لیے جب کوئی میدانی علاقہ، آبادی کے بیچ میں، یا اس کے قریب آجاتا ہے تو لوگوں کی اس کی طرف رغبتیں بڑھ جاتی ہیں، جس کی بنا پر اس کی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے؛ اس لیے زمین کے مالکان کی اگر کوئی بڑی واہم ضرورت وابستہ نہیں ہوتی ہے تو وہ لوگ اس کی پلاٹنگ کرکے یا یونہی لوگوں کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں؛ بلکہ اگر اس سے متعلق ان کی ضرورت، شہر کے باہر بہ آسانی پوری ہوسکتی ہے تو وہ اسے بیچ کر شہر کے باہر زمین خرید لیتے ہیں اور وہاں اپنی ضرورت کا انتظام کرلیتے ہیں؛ بلکہ حکومت بھی شہر کی ترقی وغیرہ کے پیش نظر ایسے میدانوں کی آبادی ہی چاہتی ہے؛ اس لیے کوئی بڑا میدان یا علاقہ جب شہر کے وسط میں آتا ہے، تو چوں کہ وہ پہلے سے اپنی کوئی استقلالی حیثیت نہیں رکھتا؛ اس لیے شہر کے بیچ میں آنے کے بعد یا اس سے پہلے ہی لوگوں کے ہاتھ فروخت ہوکر آباد محلّہ بن جاتا ہے، یا کم از کم اہل شہر کی مصالح وضروریات میں ضرور چلا جاتا ہے، پہلے کی طرح وہ یوں ہی شہر سے غیر متعلق، خالی پڑا نہیں رہتا؛

بلکہ اگر کوئی گاؤں شہر کے بیچ میں آجائے تو شہری ترقی کی بنا پر وہ گاؤں بھی مغلوب ہوکر اپنی سابقہ حیثیت ختم کرکے شہر کا ایک محلّہ وجزو بن جاتا ہے اور گاؤں باقی نہیں رہتا۔

www.besturdubooks.net

فتاوی عالمگیری (۱) میں احکام اہل ذمہ کے بیان میں ذخیرہ کے حوالہ سے ہے:

”وإن اتخذ المسلمون مصرا في أرض موات لا يملكها أحد، فإن كان بقرب ذلك قرى لأهل الذمة، فعظم المصر حتى بلغ تلك القرى، وجاوزها، فقد صارت من جملة المصر لإحاطة المصر بجوانبها، فإن كان لهم في تلك القرى بيع وكنائس قديمة تركت على حالها، وإن أرادوا أن يحدثوا في شيئ من تلك القرى بيعة أو كنيسة أو بيت نار بعد ما صارت مصرا للمسلمين منعوا عن ذلك.“

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں نے کسی بنجر علاقہ میں جس کا کوئی مالک نہیں ہوتا، کوئی شہر بسایا تو اگر اس کے قریب اہل ذمہ کے گاؤں ہوں، پھر شہر بڑھ کر ان گاؤں تک پہنچ جائے؛ بلکہ ان سے آگے بڑھ جائے تو وہ گاؤں شہر کا جزو وحصہ ہوجائیں گے؛ کیوں کہ شہر نے ان کے تمام کناروں کا احاطہ کرلیا ہے۔ پس اگر ان گاؤں میں اہل ذمہ کے پرانے کلیسا اور گرجا گھر ہیں تو انھیں علی حالہ چھوڑ دیا جائے گا، اور اگر انہوں نے ان میں سے کسی گاؤں میں کوئی نیا کلیسا، گرجا گھر یا آتش کدہ بنانا چاہا؛ جب کہ وہ گاؤں مسلمانوں کا شہر بن چکے ہیں تو انھیں اس سے منع کیا جائے گا۔

لیکن منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی صورت حال دنیا کے تمام میدانوں سے یکسر مختلف ہے، انھیں اللہ تعالی کی طرف سے خصوصی شرف حاصل ہے اور ان کو آبادی سے بڑھ کر اللہ نے دائمی وابدی استقلالی حیثیت سے نوازا ہے؛ کیوں کہ آبادی کو جو حیثیت حاصل ہوتی ہے ان میں بندوں کے اِعداد کا دخل ہوتا ہے اور آبادی ختم ہونے سے اس کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے، پچھلی تباہ شدہ قوموں کی بستیاں اس کی واضح دلیل ہیں؛ جب کہ مشاعر مقدسہ کا اِعداد من جانب شرع ہے اور ان کا اِعداد تا قیامت ہمیشہ ہمیش کے

(۱): فتاوی عالمگیری، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیة ۲: ۲۵۱، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

لیے ہے، اور وہاں آبادی شرعاً ممنوع ہے، اور ان کی استقلالی حیثیت تا صبح قیامت ختم نہیں ہوسکتی؛ اسی بنا پر مکہ مکرمہ کی آبادی ان سے دور دور، دائیں بائیں ہوکر بڑھتی جارہی ہے؛ مگر ان میں داخل نہیں ہورہی ہے اور حکومت بھی عملی طور پر ان کے ساتھ مستقل مقامات ہی کا معاملہ کرتی ہے؛ بلکہ ان کے مقاصد کی تکمیل میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ختم کرتی ہے، اور ان کی مصالح کے پیش نظر بعض مرتبہ ان کے آس پاس آباد علاقوں کی آبادی بھی ختم کردیتی ہے، یعنی: آس پاس کی آبادی کو ان پر بالا دستی دینے کے بجائے خود انھیں بالا دستی دیتی ہے، اور ان کے تقاضوں کو آس پاس کی آبادی کے تقاضوں پر مقدم رکھتی ہے، جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ مقامات دنیا کے تمام میدانوں سے مختلف ہیں؛ بلکہ آبادی سے بڑھ کر مستقل حیثیت کے حامل ہیں، اور ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے، انھیں عام میدانوں پر قیاس کرکے مکہ مکرمہ کی آبادی کا جزو قرار دینے کی کوشش کرنا بے سود اور لاحاصل ہے (مزید بحث انشاء اللہ آگے آئے گی)۔

تیسری مثال: گاؤں یا شہر کی آبادی کے کنارے کھیتوں اور باغات کا علاقہ۔

ایسا علاقہ اگر وسط شہر میں آجائے، یعنی: اسے شہر کی آبادی چاروں طرف سے یا تین جانب سے گھیر لے، یا یہ دو طرف سے آبادی کے بیچ میں آجائے تو یہ اپنی استقلالی حیثیت ختم کرکے آبادی کے حکم میں ہوجائے گا، اور یہ پہلے سے وسط شہر میں پائے جانے والے کھیتوں، باغات اور نہر کے حکم میں ہوں گے، جن کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

اور اگر وہ علاقہ کم از کم دو طرف سے آبادی کے بیچ میں نہیں آیا، تو محض آبادی کے اتصال کی وجہ سے اس کی استقلالی حیثیت ختم نہ ہوگی اور وہ آبادی کے تابع نہ ہوگا؛ بلکہ علی حالہ آبادی سے خارج رہے گا؛ کیوں کہ مختلف الجنس علاقہ، صرف تبعیت کی بنا پر دوسری جنس کے حکم میں ہوتا ہے، اور تبعیت اسی وقت ہوسکتی ہے جب ایک جنس دوسری جنس پر غالب ہوجائے، اور غلبہ میں آبادی کا کم از کم دو جانب سے دوسرے غیر آباد علاقہ کا احاطہ کرنا اور اس غیر آباد علاقہ میں تابع بننے کی صلاحیت کا پایا جانا ضروری ہے،

www.besturdubooks.net

اور اگر صرف اتصال پایا گیا تو غلبہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک جنس دوسری جنس کے تابع نہ ہوگی، اور اس کے دلائل وہی ہیں جو ماقبل میں باغات سے آبادی کے اتصال وغیرہ کے متعلق گذرے۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ ایسا علاقہ جب دوطرف سے آبادی کے گھیرے میں آئے گا، تو جتنا علاقہ اس کے گھیرے میں آئے گا، صرف وہ آبادی کے حکم میں ہوگا، اور جو حصہ دونوں طرف سے گھیرے میں نہیں آئے گا، خواہ وہ کسی طرف سے آبادی کے گھیرے میں نہ آیا ہو، یا صرف ایک طرف سے آبادی سے متصل ہوا ہو، وہ آبادی کے حکم میں نہ ہوگا؛ کیوں کہ اس حصہ کے سلسلہ میں غلبہ اور وسط شہر میں آنے کی بات نہیں پائی گئی۔

درج بالا تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ جو لوگ منٰی، مزدلفہ اور عرفات کے مسئلہ میں محض ایک طرف سے جزوی اتصال - اگر اتصال کا دعوی کرنے والوں کا مشاہدہ صحیح مان لیا جائے، ورنہ بعض معتبر اہل علم کے نزدیک ان کے حالیہ تازہ ترین مشاہدہ کے مطابق ابھی حقیقت میں کوئی اتصال نہیں ہوا ہے - کی بنا پر منی، مزدلفہ اور عرفات کے پورے میدان کو آبادی کے حکم میں لاتے ہیں، یہ بیجا مبالغہ سے خالی نہیں؛ کیوں کہ کوئی میدان، محض اتصال کی وجہ سے اپنے وسیع وعریض رقبہ کے ساتھ آبادی کے حکم میں نہیں آتا، ورنہ میدان کی کیا تخصیص؟ آبادی سے متصل جنگلات، باغات اور دریا وغیرہ بھی اپنے وسیع وعریض رقبہ کے ساتھ محض اتصال کی بنا پر آبادی کے حکم میں آجانے چاہیے؛ جیسا کہ بعض شہروں یا گاؤں کی آبادی کے فوراً بعد وسیع وعریض جنگل، یا ریگستانی میدان وغیرہ شروع ہوجاتا ہے؛ حالاں کہ کوئی شخص بھی محض اتصال کی بنا پر ان کے بحکم آبادی ہونے کا قائل نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ اتصال سے متعلق دو اہم باتیں

یہاں رک کر مسئلہ اتصال سے متعلق دو اہم باتوں کی وضاحت ضروری ہے:

www.besturdubooks.net

پہلی اہم بات یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں اتصال کا مطلب: اتصال بہ ذریعہ راستہ یا سرنگ ہے، یا اتصال بہ ذریعہ آبادی؟

اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ مسئلہ اتصال میں تین چیزیں الگ الگ ہیں۔

دونوں کی تفصیلی وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

زیر بحث مسئلہ میں اتصال کا مطلب اتصال بہ ذریعہ راستہ یا سرنگ ہے، یا اتصال بہ ذریعہ آبادی؟

پہلی اہم بات: آبادی کا آبادی سے اتصال میں اتصال کا مفہوم اور مطلب کیا ہے؛ کیوں کہ اس کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے بھی بعض لوگوں کو مسئلہ اتصال میں غلط فہمی ہو رہی ہے۔

آبادی کا آبادی سے، یا آبادی کا میدان سے اتصال میں، اتصال کا مطلب: آیا دونوں کا سڑک کے ذریعہ آمد ورفت میں ایک دوسرے سے مربوط ہو جانا ہے، جسے ہم **اتصال بالطریق أو النفق** کہہ سکتے ہیں اور جو دور دراز شہروں کے درمیان بھی پایا جا سکتا ہے؛ بلکہ عام طور پر لازماً پایا جاتا ہے، یا اس کا مطلب: ایک آبادی کی رہائشی عمارتوں کا دوسری آبادی کی رہائشی عمارتوں سے مل جانا اور متصل ہو جانا ہے، جسے ہم **اتصال بالعمران** کہہ سکتے ہیں؟

تو اس سلسلہ میں جب ہم فقہی جزئیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو تمام جزئیات واضح طور پر اس پر دلالت کرتی ہیں کہ موضوع بحث وہ اتصال ہے جو مسئلہ مسافرت میں دو جگہوں کو مقام واحد کے حکم میں کر دے، اور ظاہر ہے کہ ایسا اتصال صرف بہ ذریعہ آبادی ہو سکتا ہے، بذریعہ راستہ یا سرنگ نہیں ہو سکتا؛ بلکہ مسئلہ مسافرت میں ایسا اتصال مراد لینا بدیہی البطلان ہے؛ کیوں کہ ایسا اتصال ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں؛ بلکہ چھوٹے، چھوٹے شہروں، قصبات اور گاؤں کے درمیان بھی پایا جاتا ہے؛ بلکہ جن

www.besturdubooks.net

دوملکوں کے درمیان کوئی خشکی کا راستہ ہے، ان کے درمیان بھی یہ اتصال متحقق ہے؛ کیوں کہ بڑے بڑے ہائیوے اور عمدہ سے عمدہ سڑکوں نے بے شمار شہروں اور قصبات وغیرہ کو باہم ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح مربوط کردیا ہے، جس کی بنا پر ایک شہر سے دوسرے شہر جانا، یا سامان وغیرہ بھیجنا سواریوں کے ذریعہ آسان سے آسان تر ہوگیا، پس ایسی صورت میں تو ہندستان کا کوئی باشندہ پورے ہندوستان میں کہیں بھی مسافر ہی نہ ہوگا؛ حالاں کہ یہ بات بالکل غلط اور باطل ہے۔

اور اشتباہ کی وجہ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ قائلین اتصال نے اتصال کا لفظ لغوی معنی میں لے کر بات آگے بڑھادی ہے؛ حالاں کہ استعمال کیے جانے والے الفاظ کے محل کلام میں جو معنی مراد ہوں، انہیں کے پیش نظر مدعی کے اثبات کی کوشش ہونی چاہیے، دوسرے معنی مراد لے کر مدعی کے اثبات کی کوشش ٹھیک نہیں ہے؛ بلکہ بہ ظاہر یہ مغالطہ آمیزی کا کام ہے۔

لہٰذا جن حضرات نے مسئلہ منی میں سرنگوں اور راستوں میں ایک غلوہ سے زائد فاصلہ ہونے کے باوجود ''عزیزیہ'' یا ''شرائع'' و''معیصیم'' اور ''منی'' کے درمیان محض راستہ یا سرنگ کی بنا پر اتصال کی بات کہی ہے ان کی بات صحیح نہیں، ایک غلوہ یا اس سے زیادہ فاصلہ ہوتے ہوئے دوعلاقوں کے درمیان شرعاً اتصال نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ اتصال میں تین باتیں الگ الگ ہیں

اور وہ تینوں احکام میں بھی مختلف ہیں

دوسری اہم بات: مسئلہ اتصال میں تین چیزیں ہیں:

ایک ہے: آبادی کا بڑھنا۔ دوسری: ایک مستقل آبادی کا کسی دوسری مستقل آبادی سے ملنا۔ اور تیسری: آبادی کا میدان یا کھیتوں یا باغات وغیرہ سے ملنا۔

پہلا مسئلہ: آبادی اگر بڑھتی ہے تو وہ بڑھتی ہوئی جہاں تک پہنچے گی، وہ سب

www.besturdubooks.net

علاقے آبادی میں داخل ہوتے چلے جائیں گے، اور اگر آبادی کنارے سے ختم ہوتی ہے تو جہاں جہاں سے ختم ہوگی وہ سب علاقے آبادی سے خارج ہوتے چلے جائیں گے، جیسا کہ ماقبل میں اس کی جزئیات تفصیل کے ساتھ آچکیں۔

دوسرا مسئلہ: آبادی اگر میدان، کھیتوں یا باغات وغیرہ سے ملتی ہے، تو صرف اتصال سے باغات اور کھیتوں وغیرہ کا علاقہ آبادی کے حکم میں نہ ہوگا؛ بلکہ کم از کم دو جانب سے آبادی کے گھیرے میں آکر اپنی استقلالی حیثیت ختم کرکے آبادی کے تابع ہوجانا ضروری ہوگا، اسی صورت میں وہ آبادی کے حکم میں ہوگا، اس کے بغیر وہ آبادی کے حکم میں نہیں ہوسکتا۔

تیسرا مسئلہ: ایک آبادی اگر کسی دوسری مستقل آبادی سے مل جاتی ہے، یعنی: دونوں کے درمیان کھیت یا ایک غلوہ کا بھی فاصلہ نہ رہے تو وہ دونوں متحد ہوجائیں گی، اور ایک آبادی شمار ہوں گی، اگرچہ دونوں آبادیاں دیگر مسائل میں اپنی جگہ پر سابقہ حیثیت پر باقی رہیں، یعنی: اگر کوئی شہر کسی ایسے بنجر علاقہ میں بسایا گیا جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو، اور وہ اہل ذمہ کے کسی ایسے گاؤں تک پہنچ گیا جو پہلے سے آباد تھا اور اپنی جگہ مستقل تھا، تو اگر ابھی صرف اتصال ہوا ہے تو دونوں آبادی کے اعتبار سے متحد ہوجائیں گے؛ لیکن اہل ذمہ کے مخصوص مسائل میں وہ گاؤں ہی رہے گا یعنی: ان کے لیے وہ سب امور جائز ہوں گے، جن کی انھیں اسلامی مملکت کے گاؤں میں اجازت دی گئی ہے۔ اور اگر شہر کی آبادی بڑھی اور اس نے گاؤں کو اپنے گھیرے میں لے لیا، تو اب گاؤں مکمل طور اپنی حیثیت ختم کرکے شہر کے حکم میں ہوجائے گا، بشرطیکہ اس کا استقلال دائمی وابدی نہ ہو، اور اس میں آباد اہل ذمہ کے لیے وہ سب امور ممنوع ہوجائیں گے جن کی صرف گاؤں میں اجازت ہوجاتی ہے، شہر میں نہیں، جیسے: نیا گرجا گھر یا چرچ وغیرہ بنانا، شراب اور خنزیر کی خرید

(۱): فتاوی عالمگیری، کتاب السیر، الباب الثامن فی الجزیة ۲: ۲۵۱، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

وفروخت کرنا اور شراب وغیرہ کا علانیہ طور پر استعمال کرنا وغیرہ۔

اس کی دلیل: فتاوی عالمگیری[1] کا وہ جزئیہ ہے جو احکام اہل ذمہ کے بیان میں ذخیرہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے:

"وإن اتخذ المسلمون مصرا في أرض موات لا يملكها أحد، فإن كان بقرب ذلك قرى لأهل الذمة، فعظم المصر حتى بلغ تلك القرى، وجاوزها فقد صارت من جملة المصر لإحاطة المصر بجوانبها، فإن كان لهم في تلك القرى بيع وكنائس قديمة تركت على حالها، وإن أرادوا أن يحدثوا في شيئ من تلك القرى بيعة أو كنيسة أو بيت نار بعد ما صارت مصرا للمسلمين منعوا عن ذلك. "(اس کا ترجمہ ماقبل میں گذر چکا)۔

اس بحث کی تائید مسافرت کے باب میں آئے ہوئے مسئلہ محاذات سے بھی ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے:

اگر کوئی شخص سفر شرعی کی نیت سے آبادی کی اس جانب سے نکلتا ہے، جس جانب تھوڑی ہی دیر کے بعد آبادی ختم ہوجاتی ہے؛ لیکن اس کی دونوں جانب آبادی برابر چلتی رہتی ہے، یا ایک جانب آبادی ہے اور دوسری جانب فنائے متصلہ ہے، تو مسافر ہونے کے لیے آدمی کا دونوں آبادیوں کے درمیانی حصے سے گذر جانا ضروری ہوگا، یا نہیں؟

علامہ شامیؒ نے اس سلسلہ میں امداد الفتاح کے ایک جزئیہ کے پیش نظر فرمایا:

اس صورت میں چوں کہ دو آبادیوں یا ایک جانب آبادی اور ایک جانب فنائے متصلہ کے بیچ کا علاقہ وسط میں آگیا ہے؛ اس لیے وہ آبادی ہی کے حکم میں ہوگا، اور مسافر ہونے کے لیے اس سے گذرنا شرط ہوگا۔

عبارت ملاحظہ ہو:

" ثم لا بد أن تكون المحلة فى المسألة الثانية من جانب واحد، فلو كان العمران من الجانبين فلا بد من مجاوزته؛ لما فى الإمداد :لو حاذاه

www.besturdubooks.net

من أحد جانبيه فقط لا يضره؛ كما في قاضي خان وغيره اهـ والظاهر أن محاذاة الفناء المتصل كمحاذاة العمران. "

ترجمہ: پھر ضروری ہے کہ دوسرے مسئلہ میں محلّہ ایک جانب سے ہو؛ کیوں کہ اگر آبادی دونوں طرف سے ہے تو بیچ کے علاقے سے گذر جانا ضروری ہوگا؛ کیوں کہ امداد میں ہے: اگر وہ اس کے محاذی ومقابل ہو صرف ایک جانب سے تو کچھ مضر نہیں، جیسا کہ قاضی خاں وغیرہ میں ہے، انتھی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فنائے متصلہ کی محاذات، آبادی کی محاذات کی مانند ہے۔

مسئلہ اتصال وانفصال میں ماقبل کی بحث سے مستفاد چند اصولی باتیں

اس پوری بحث کے بعد اتصال اور انفصال کے مسئلہ میں اصولی طور پر درج ذیل اہم امور معلوم ہوئے:

(۱): آبادی کی دو قسمیں ہیں؛ ایک حقیقی جیسے: رہائشی مکانات پر مشتمل شہر کا علاقہ۔

دوسری قسم: وہ علاقہ جو رہائشی مکانات پر تو مشتمل نہ ہو؛ لیکن تبعیت کی وجہ سے شہر کی حقیقی آبادی کے حکم میں ہو، جیسے: وسط شہر میں پائے جانے والے باغات، میدان اور نہر، اور کھنڈرات وغیرہ پر مشتمل علاقہ، یا شہر کے باہر شہر کے اردگرد کے مکانات، جنھیں ربض مصر کہتے ہیں اور وہ مستقل آبادی کی حیثیت نہیں رکھتے اور حقیقت میں شہر کی آبادی بھی نہیں کہے جاتے۔

اور تیسری قسم: وہ علاقہ جو پہلی دو قسموں میں سے کسی میں شامل نہ ہو؛ لیکن بعض اعتبار سے آبادی ہی کے حکم میں ہو، جیسے شہر یا گاؤں کی فنائے متصلہ۔

(۲): آباد علاقہ الگ جنس ہے، اور آبادی سے باہر کے باغات اور میدان وغیرہ الگ جنس ہیں۔

www.besturdubooks.net

(۳): متحد الجنس کی صورت میں مسئلہ مسافرت وغیرہ میں نفس اتصال کافی ہے، خواہ کسی جانب سے ہو۔

(۴): مختلف الجنس کی صورت میں محض اتصال کافی نہیں؛ بلکہ دوسری جنس؛ مثلاً باغات، اور میدان وغیرہ کا آبادی کے وسط میں آنا ضروری ہے؛ کیوں کہ اس میں تبعیت کی شان کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے، اور تبعیت وسط شہر میں آنے کی صورت ہی میں ہوگی؛ بشرطیکہ پہلے سے ان کا استقلال دائمی وابدی نہ ہو۔

(۵): اگر کوئی مستقل آبادی کسی بڑی آبادی کے وسط میں آ گئی، تو اتحاد کے ساتھ وہ اپنی استقلالی حیثیت بھی ختم کر لے گی۔

(۶): غیر جنس کا جتنا حصہ آبادی کے وسط میں آئے گا، صرف وہ حصہ آبادی میں شمار ہوگا، اور جو حصہ آبادی کے وسط سے باہر ہوگا خواہ آبادی اس سے متصل ہوگئی ہو، یا ابھی متصل نہ ہوئی ہو، وہ آبادی کے حکم میں نہ آئے گا۔

(۷): جو علاقہ پہلے سے استقلالی حیثیت کا حامل ہو اور اس کا استقلال دائمی وابدی ہو اور اس میں کسی بھی درجہ میں تبعیت کی شان نہ پائی جاتی ہو، وہ آبادی کے بیچ میں آنے کے باوجود علی حالہ اپنی استقلالی حیثیت پر برقرار رہے گا، وہ آبادی کے تابع یا اس کا جزو وحصہ نہ بنے گا۔

تمہیدی امور کے بعد اصل سوالات کے جواب

جواب سوال نمبر: ۱۔

اس سوال میں دو جزو ہیں:

ایک جزو ہے: کسی قریبی مقام کا بحکم شہر ہونا۔ اور دوسرا جزو یہ ہے کہ کسی قریبی مقام کا شہر کا محلّہ بن جانا۔

دونوں کا جواب الگ الگ ملاحظہ ہو:

www.besturdubooks.net

سوال نمبر ایک کے پہلے جزو کا جواب:

شہر سے قریب کوئی جگہ ہے، اگر وہ پہلے سے آباد ہے، اور مستقل مقام کی حیثیت رکھتی ہے تو وہ بحکم شہر اس وقت ہوگی، جب اصل شہر کی آبادی بڑھتی ہوئی اس سے اتنا قریب ہوجائے کہ دونوں کے درمیان کسی کھیت یا غلوہ کا فصل نہ رہے، اور جب تک دونوں کے درمیان کھیت یا غلوہ کا فصل رہے گا، وہ بحکم شہر نہیں ہوسکتا اور مسافر ہونے کے لیے آدمی کا صرف اپنے شہر کی آبادی سے گذر جانا کافی ہوگا۔

اور اگر وہ علاقہ غیر آباد ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ غیر آباد ہے؛ لیکن اہل شہر کی مصالح وضروریات کے لیے معد ومقرر ہے، تو کسی کھیت یا ایک غلوہ کا فصل نہ ہونے کی صورت میں وہ آبادی کے حکم میں ہوجائے گا، اور مسافر ہونے کے لیے وہاں سے گذرنا شرط ہوگا۔ اور اگر شہر کی آبادی اور اس غیر آباد علاقہ کے درمیان کھیت یا ایک غلوہ کا فاصلہ ہے تو وہ مسئلہ مسافرت میں کسی کے نزدیک بھی آبادی کے حکم میں نہ ہوگا؛ البتہ جواز جمعہ وعیدین میں جمہور علما کے نزدیک بحکم شہر ہوگا۔ پہلی صورت میں اسے فنائے متصلہ اور دوسری صورت میں فنائے منفصلہ کہیں گے۔

دوسرے یہ کہ وہ علاقہ غیر آباد ہے؛ لیکن اہل شہر کی مصالح وضروریات کے لیے معد ومقرر نہیں ہے؛ بلکہ میدان ہے، یا باغات اور کھیتوں کا علاقہ ہے، تو اس صورت میں وہ بحکم شہر اس وقت ہوگا، جب وہ کم از کم دو جانب سے شہر کی آبادی کے بیچ میں آجائے، محض اتصال سے وہ علاقہ شہر کے حکم میں نہ ہوگا۔

اور اگر صرف ایک جانب سے آبادی اس سے آگے بڑھی ہے، تو ابھی وہ شہر سے خارج ہی رہے گا۔

اور اگر اس کا کچھ حصہ دو جانب سے آبادی کے بیچ میں آگیا اور کچھ نہیں آیا، تو جتنا حصہ آبادی کے بیچ میں آگیا ہے وہ شہر کے حکم میں ہوگا، باقی بحکم شہر نہ ہوگا۔ یہ علاقہ

www.besturdubooks.net

آبادی کے بیچ میں آنے سے آبادی کے حکم میں اس لیے ہوجاتا ہے کہ اس کی سابقہ حیثیت: میدان یا باغات اور کھیتوں کا علاقہ ہونا شہر کی آبادی کے مقابلہ میں کوئی خاص اہمیت وحیثیت نہیں رکھتی؛ بلکہ آبادی کی حیثیت اس سے اعلی وارفع ہے، اور یہ اس کے لیے باعث افتخار ہے؛ اس لیے وسط شہر میں آجانے کی صورت میں آبادی کی حیثیت اس پر غالب آجائے گی اور وہ تبعیت کی بنا پر آبادی کے حکم میں ہوجائے گا۔

تیسرے یہ کہ وہ علاقہ غیر آباد ہے، اور اہل شہر کی مصالح وضروریات کے لیے معد ومقرر بھی نہیں؛ لیکن عام میدانوں کی طرح بھی نہیں؛ بلکہ وہ شریعت کی طرف سے ایک مستقل مقام وحیثیت کا حامل ہے، اور شریعت نے اسے آبادی سے بڑھ کر کسی اعلی وارفع مقام وحیثیت سے نوازا ہے، اور وہ کوئی چھوٹا، معمولی میدان بھی نہیں ہے؛ بلکہ نہایت وسیع وعریض میدان ہے، اور قدرت نے اسے مختلف امتیازات بھی عنایت فرمارکھے ہیں تو ایسا علاقہ اتصال؛ بلکہ آبادی کے وسط میں آجانے سے بھی آبادی کے حکم میں نہیں آسکتا؛ کیوں کہ اعلی حیثیت ادنی میں تبدیل نہیں کی جاسکتی، اور اعلی ادنی کے تابع نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ حسب سابق اپنی حیثیت پر برقرار رکھا جائے گا؛ تاکہ ایسا علاقہ آس پاس کی آبادی کے تابع ہوکر اپنی حیثیت سے فروتر نہ ہونے پائے۔اس کی مثال صرف تین علاقے ہیں: میدان منی، میدان مزدلفہ اور میدان عرفات (مزید تفصیل ماقبل میں آچکی ہے، اور کچھ آگے آرہی ہے، إن شاء الله تعالی)۔

سوال نمبر ایک کے دوسرے جزو کا جواب:

شہر کے قریب کوئی مقام شہر کا محلّہ کب بنتا ہے؟ اس میں بھی تفصیل ہے، اور اس میں چند صورتیں ہیں:

پہلی صورت: شہر کے قریب کا کوئی مقام اگر غیر آباد ہے، تو وہ جب تک غیر آباد رہے گا، شہر کا محلّہ نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ محلّہ کا اطلاق آبادی پر ہوتا ہے، غیر آباد علاقے پر محلّہ کا اطلاق نہیں ہوتا اگرچہ وہ وسط شہر میں ہو، یہی وجہ ہے کہ فنائے متصلہ کو

www.besturdubooks.net

محلّہ نہیں کہا جاتا؛ کیوں کہ وہ اگرچہ اہل شہر کی مصالح وضروریات کے لیے معد ومقرر ہوتی ہے اور شہر سے متصل ہوتی ہے؛ لیکن آباد نہیں ہوتی، اسی طرح شہر کے وسط میں جو باغات، کھیت، کھنڈرات، نہر اور میدان کا علاقہ ہو اسے بھی محلّہ نہیں کہا جاتا اگرچہ تبعیت اور مغلوبیت کی بنا پر وہ آبادی ہی کے حکم میں ہوتا ہے؛ البتہ اگر کوئی چھوٹا سا علاقہ باغ یا میدان کی شکل میں ہو تو وہ کسی آباد محلّہ کا جزو ہوسکتا ہے، مستقل محلّہ نہیں بن سکتا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہا نے محلة منفصلة عن المصر کو منفصلة اسی بنا پر کہا ہے کہ شہر اور اس محلّہ کے درمیان کا علاقہ آباد نہ ہونے کی وجہ سے حقیقت میں محلّہ کا جزو نہیں ہے ورنہ منفصلہ نہ کہا جاتا۔

نیز وسط شہر کے باغات اور مزارع (کھیتوں) وغیرہ کو شہر کا جزو قرار دینے کے باوجود انھیں محلّہ کا نام نہیں دیا جاتا۔

کیا موجودہ صورت حال میں منی کو مکہ مکرمہ کا مستقل محلّہ کہنا درست ہے؟

یہیں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ جن عرب یا غیر عرب علما نے منی کو مکہ مکرمہ کا ایک محلّہ قرار دیا ہے، یا قرار دے رہے ہیں کیا اس کا حقیقت اور واقعیت سے کوئی تعلق ہے؟ دنیا کے عام محلوں میں اور اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہے؟ کیا دنیا کا کوئی ایسا محلّہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ جو عام رہائشی مکانات کے بجائے خیموں کی شکل میں ہو اور سال کے صرف تین یا چار دن عارضی طور پر کسی خاص مقصد کے تحت لوگوں کی قیام گاہ بنتا ہو، پھر پورے سال محض ویرانہ کی طرح مکمل غیر آباد رہتا ہو، اور اس علاقہ سے اہل شہر کی، باشندگان شہر کی حیثیت سے کوئی مصلحت وضرورت وابستہ نہ ہو، اور اس کے باوجود، وہ شہر کا ایک مستقل محلّہ قرار پاتا ہو؟

بلکہ منی کو مستقل محلّہ کے بجائے آس پاس کے کسی محلّہ کے تابع قرار دینا بھی

www.besturdubooks.net

درست نہیں؛ کیوں کہ شہر یا قصبہ میں جو میدان یا علاقے کسی محلّہ کے تابع ہوتے ہیں، منی کی نوعیت ان سے یکسر مختلف ہے۔

حاصل یہ کہ جو حضرات منی کو مکہ مکرمہ کا ایک محلّہ قرار دیتے ہیں، ان کی بات حقیقت وواقعیت سے دور ہے؛ لہذا ایسے غیر واقعی اطلاق پر کسی شرعی مسئلہ کی بنیاد رکھنا احقر کی ناقص رائے میں فقہی نقطۂ نظر سے بالکل درست معلوم نہیں ہوتا۔

دوسری صورت: اور اگر وہ قریبی مقام آباد ہے اور وہ آبادی شہر کے تابع ہو کر وجود میں نہیں آئی ہے تو وہ اتصال وانفصال دونوں صورتوں میں شہر کا محلّہ کہلائے گا، اور اس کے درمیان اور دیگر محلوں کے درمیان جو فصل ہوگا، وہ وسط شہر کے فاصلوں کے حکم میں ہوگا؛ البتہ شرط یہ ہے کہ وہ دیوار شہر سے باہر نہ ہو، اور اس کے درمیان اور دیگر محلوں کے درمیان جو فصل پایا جاتا ہے وہ وسط شہر کے فاصلوں کے حکم میں ہوگا (دلائل ماقبل میں گذر چکے)، اور اگر وہ دیوار شہر سے باہر ہے تو وہ شہر کے حکم میں تو ہوگا؛ مگر اسے شہر کا محلّہ کہنا صحیح نہ ہوگا۔

تیسری صورت: اور اگر وہ قریبی مقام آباد ہے؛ لیکن اس کی آبادی شہر کے تابع ہو کر وجود میں نہیں آئی ہے؛ بلکہ وہ مستقل آبادی کی حیثیت سے وجود میں آیا ہے، تو محض اتصال سے وہ مقام شہر کا محلّہ نہ بنے گا؛ بلکہ یہ ضروری ہوگا کہ شہر کی آبادی بڑھتی ہوئی کم از کم دو جانب سے اسے اپنے گھیرے میں لے لے، اور اپنی حیثیت کی قوت کی وجہ سے اس پر غالب آجائے، جس کے نتیجہ میں اس کی استقلالی حیثیت مکمل طور پر ختم ہوجائے اور وہ شہر کے تابع ہوجائے۔

جواب سوال نمبر ۲:

یہ قریبی مقام آباد وغیر آباد دونوں ہوسکتا ہے؛ البتہ بعض قریبی آباد یا غیر آباد مقامات ایسے بھی ہوتے ہیں، جو کسی صورت میں بھی شہر کا جزو وحصہ نہیں بن سکتے[1]۔

(۱): کچھ تفصیل سوال نمبر: ۱ کے جواب میں آگئی اور مزید تفصیل سوال نمبر: ۳ کے جواب میں آگے آرہی ہے۔

www.besturdubooks.net

جواب سوال نمبر: ۳:

آبادی کا جس جگہ یا علاقے سے اتصال ہورہا ہے، اگر وہ غیر آباد ہے؛ یعنی کھیت، باغات یا میدان کی شکل میں ہے، اور میدان کی صورت میں مصالح بلد کے لیے نہیں ہے، تو اس علاقے کے آبادی کے حکم میں ہونے کے لیے محض اتصال کافی نہیں؛ بلکہ آبادی کا اسے اپنے بیچ میں لے لینا ضروری ہوگا؛ یعنی: کم از کم دو جانب سے آبادی اسے گھیر لے، اس کے بغیر وہ علاقہ اپنی سابقہ حالت پر رہتے ہوئے آبادی کے حکم میں نہیں آسکتا۔

اور اگر وہ علاقہ آباد ہے، یا میدان ہے؛ لیکن مصالح بلد کے لیے معد ہے تو اتنا اتصال کافی ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی کھیت یا ایک غلوہ کا فاصلہ نہ رہے؛ لیکن شہر کا محلّہ بننے کے لیے اس کا آباد ہونا اور تبعیت کی صلاحیت کا حامل ہونا ضروری ہوگا۔

اور اگر وہ علاقہ آباد، یا غیر آباد ہے؛ لیکن اس کی سابقہ استقلالی حیثیت اتنی مضبوط ہے کہ وہ اپنے قریب کی آبادی کے تابع نہیں ہوسکتا، اور اس کی استقلالی حیثیت ختم ہونا اس کی شان اور تقدس کے خلاف ہے تو وہ کسی صورت میں بھی آبادی کا محلّہ وجزو نہیں بنے گا، اور نہ ہی اس آبادی کے حکم میں ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ جو قریبی آباد یا غیر آباد مقام، شہر سے متصل ہوکر، یا شہر میں داخل ہوکر شہر کا جزو بن سکتا ہے، اس میں اتصال کی صورت میں ضروری یہ ہے کہ دونوں کے درمیان کھیت یا ایک غلوہ کا فاصلہ نہ رہے، خواہ بالکل ہی کوئی فاصلہ نہ رہے، یا فاصلہ کھیت کے علاوہ فضا کی شکل میں ایک غلوہ سے کم ہو، اور اس میں صرف ایک جانب سے اتصال کافی ہے۔ اور جزو بننے کے لیے شہر کی آبادی کا اس پر غالب آکر اسے اپنے وسط میں لے لینا ضروری ہے جس کے لیے کم از کم تین یا دو جانب سے بیچ میں لینے والا اتصال ضروری ہے۔

جواب سوال نمبر: ٤:

آبادی کے سلسلہ میں شروع میں تفصیلی کلام گذر چکا ہے: یہاں صرف اس کا

www.besturdubooks.net

خلاصہ درج کیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے:

حقیقی آبادی کے لیے تین باتوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱): علاقہ رہائشی مکانات پر مشتمل ہو۔(۲): وہ رہائشی مکانات پر مشتمل علاقہ رہائش ہی کے لیے معد ومقرر ہو، اس میں رہائش ضمنی وتبعی نہ ہو۔(۳): اور وہ مکانات اگر شہر کے کنارے ہیں، تو ضروری ہے کہ وہ عمارات کی شکل میں قائم ہوں، ویران وکھنڈرات میں تبدیل نہ ہوگئے ہوں۔

اور حکمی ملحق بحقیقی آبادی کے لیے دو باتوں میں سے ایک بات ضروری ہے:

(۱): وہ علاقہ آبادی کے وسط میں واقع ہو، یا آبادی کے وسط میں آجائے، اور اس کی سابقہ استقلالی حیثیت آبادی کے بیچ میں آکر ختم ہوجائے، اور یہ اس صورت میں ہوگا؛ جب کہ اس کی سابقہ استقلالی حیثیت دائمی وابدی نہ ہو۔

(۲): فنائے متصلہ، یعنی: وہ علاقہ جو اہل شہر کی مصالح وضروریات کے لیے تجویز ومقرر کیا ہوا ہو، اور اس کے درمیان اور شہر کی آبادی کے درمیان کوئی کھیت نہ ہو، یا ایک غلوہ یا اس سے زیادہ مقدار میں غیر آباد فضا نہ ہو۔

موجودہ صورت حال میں کیا منی کو حقیقتاً آباد علاقہ کہا جاسکتا ہے؟

میدان منی کی جو موجودہ صورت حال ہے، اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اسے عام شہروں، گاؤں اور محلوں کی طرح آباد نہیں کہا جاسکتا؛ کیوں کہ شروع مقالہ میں بہ طور تمہید حقیقی آبادی کی جو شرائط ذکر کی گئیں، وہ یہاں نہیں پائی جارہی ہیں، بالخصوص دوسری شرط؛ کیوں کہ محض عمارتوں کا نام آبادی نہیں ہوتا ہے، آبادی کے لیے عمارتوں کا رہائشی ہونا بھی ضروری ہے۔

اور میدان منی میں اولاً رہائشی مکانات ہیں ہی نہیں؛ کیوں کہ خیموں کو مکانات کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ اور اگر انھیں مکانات کا درجہ دیدیا جائے تو انھیں رہائشی مکانات

www.besturdubooks.net

کہنا ہرگز قرین قیاس نہ ہوگا؛ کیوں کہ خیموں میں حجاج کرام عارضی طور پر صرف دو یا تین رات ادائے نسک کے مقصد سے قیام کرتے ہیں، مستقل رہائش وہاں بالکل نہیں ہوتی، منی میں خیموں کے علاوہ جو کچھ عمارتیں ہیں وہ صرف حاجیوں کے لیے بنی ہیں، ایام منی میں حاجیوں کی ضروریات ومصالح میں استعمال ہوتی ہیں۔ یہ خیمے اور عمارتیں عام شہروں اور آبادیوں کی طرح مستقل رہائش کے مقصد سے ہرگز نہیں ہیں۔

بلکہ میدان منی رہائش کے لیے معد ومقرر ہی نہیں ہے؛ بلکہ من جانب شرع وہ ادائے نسک کے مقصد سے ایام منی میں حاجیوں کے قیام کے لیے معد ومقرر ہے، ترمذی، ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم لوگ آپ کے لیے منی میں کوئی گھر نہ تعمیر کردیں جو آپ کے لیے مستقل سایہ کا کام دے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں؛ کیوں کہ منی کی ہر جگہ، اس شخص کی قیام گاہ ہے جو وہاں پہلے پہنچ جائے[1]، پس وہ کسی کی رہائش کے لیے معد ہی نہیں ہے؛ لہٰذا میدان منی کو عام آبادیوں کی طرح، یا مطلقاً آباد کہنا صحیح ودرست نہیں۔

بلکہ مسئلہ اعداد کے اعتبار سے اس کی پوزیشن ان باغات کی طرح ہے، جن میں سال بھر باغ کی دیکھ ریکھ کرنے والے اور کارندے رہتے ہوں؛ بلکہ ایسے باغات میں اگر اہل شہر پورے سال یا سال کا کچھ حصہ مستقل رہائش رکھتے ہوں تب بھی اسے آباد علاقہ نہیں کہا جاسکتا؛ کیوں کہ وہ رہائش کے لیے معد نہیں ہوتے، وہاں رہائش محض ضمنی وتبعی ہوتی ہے[2]

پس اسی طرح جب منی مستقل رہائش کے لیے معد نہیں ہے، تو اس میں اگر مستقل آبادی ہوجائے تو بھی اسے آباد کہنا - بعض اہل علم کی تحقیق کے مطابق - صحیح ودرست نہ

(۱): اس روایت پر تفصیلی بحث آگے سوال نمبر: ۱۳ کے جواب میں آرہی ہے۔

(۲): یہ جزئیہ ماقبل میں تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔

www.besturdubooks.net

ہوگا اور موجودہ صورت حال میں تو وہ غیر ایام حج میں بالکل سنسان رہتا ہے، اس میں شہروں یا محلوں جیسی ہرگز رہائش نہیں پائی جاتی، اور بعض مشاہدہ کرنے والے حضرات کے اعتبار سے اس میں جو کچھ لوگ نظر آتے ہیں، وہ باغات میں رہنے والے أکرۃ (کام کاج کرنے والوں) اور حفظۃ کے (حفاظت کنندہ اور پہرے داروں) کے مانند ہیں، جن کی رہائش چاروں ائمہ کے یہاں بلاشبہ غیر معتبر ہے؛ اس لیے منی کو آباد علاقہ کہنا ہرگز صحیح ودرست نہیں؛ بلکہ یہ واقع اور حقیقت کے خلاف ہے۔

اور اگر منی کو غیر آباد مانتے ہوئے وسط مکہ میں آجانے کی صورت میں اسے حکماً آباد کہا جائے تو یہ بھی درست نہیں؛ کیوں کہ یہ ایسا میدان ہے جس کی استقلالی حیثیت دائمی وابدی ہے، وہ کسی آبادی کے ضمن میں آکر اس کے حکم میں نہیں ہوسکتا، نیز وہ ایک مستقل مقام ہے، اس میں تبعیت کی شان نہیں ہے (۱)۔

اور منی کو فنائے مکہ مکرمہ بھی نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ یہ مصالح اہل مکہ کے لیے تجویز ومقرر کیا ہوا نہیں ہے (۲)۔

جواب سوال نمبر: ۵:

ماقبل میں ذکر کردہ تفصیلات کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ منی کا میدان، جیسے مکہ کی آبادی کے گھیرے میں آنے سے پہلے مستقل تھا، کسی کے تابع نہ تھا، اسی طرح اب اور آئندہ بھی منی کا میدان آبادی کے گھیرے میں آنے کے بعد بھی مستقل رہے گا، کسی کے تابع نہ ہوگا؛ کیوں کہ وہ آبادی سے پہلے جس بنیاد پر استقلالی حیثیت کا حامل تھا، آبادی کے درمیان آنے کے بعد بھی اسی بنیاد پر استقلالی حیثیت رکھتا ہے؛ کیوں کہ استقلالی حیثیت ختم ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کی استقلالی حیثیت آبادی سے زیادہ مضبوط نہ ہو، اس سے کم تر ہو، جیسے شہر کے مقابلہ میں

(۱): اس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

(۱): مزید تفصیل آگے سوال نمبر: ۷ اور ۸ کے جواب میں آرہی ہے۔

www.besturdubooks.net

گاؤں کی حیثیت، یا اس کے ہم درجہ ہو؛ جیسے: گاؤں کے مقابلہ میں گاؤں اور شہر کے مقابلہ میں شہر کی حیثیت، یا اس سے فروتر ہو؛ جیسے: شہر کے آس پاس کا میدان، یا باغات وغیرہ پر مشتمل علاقہ، اس قسم کا علاقہ جب آبادی کے بیچ میں آتا ہے تو ضرور بالضرور آبادی اس پر غالب آجاتی ہے، اور اس کا استقلال ختم ہوجاتا ہے، اور وہ شہر کی آبادی کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

اور یہاں منی کا میدان پہلے سے مستقل ہے اور اس کا استقلال بحیثیت مشعر ہے، اور اس کی حیثیت، آبادی کی حیثیت سے زیادہ مضبوط ہے؛ کیوں کہ آبادی کا اِعداد بندوں کی طرف سے ہوتا ہے؛ جب کہ میدان منی کا اعداد ادائے نسک اور حاجیوں کے قیام کے لیے شریعت کی طرف سے ہے؛ اس لیے میدان منی آبادی کے وسط میں آنے کے باوجود اس کی استقلالی حیثیت ختم نہیں ہوسکتی، اور وہ اپنے آس پاس کی آبادی کے تابع نہیں ہوسکتا(۱)۔

اور میدان منی اور کسی بھی شہر کے وسط میں آنے والے عام میدان اپنی نوعیت اور حکم دونوں اعتبار سے مختلف ہیں، دونوں ایک جیسے ہرگز نہیں ہیں؛ کیوں کہ عام میدان اگر پہلے سے وسط شہر میں داخل تھے تو ان میں تبعیت کی شان پہلے ہی سے پائی جاتی ہے اور اگر بعد میں آبادی کے وسط میں آئے ہیں تو ان کی سابقہ حیثیت، آبادی کے مقابلہ میں بہر حال ادنی ہے؛ لہٰذا وہ میدان آبادی کے وسط میں آجانے سے بلا شبہ آبادی کا جزو وحصہ بن جائیں گے(۲)۔

جواب سوال نمبر: ٦:

ماقبل میں ذکر کردہ تفصیلات کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ منی کا میدان، مکہ کی آبادی کے گھیرے میں آنے سے مکہ کے تابع نہ ہوگا؛ بلکہ اس کی سابقہ

(۱): مزید تفصیل آگے سوال نمبر: ۹ کے جواب میں آرہی ہے۔

(۲): اس کی کچھ بحث ماقبل میں آچکی اور کچھ آگے سوال نمبر: ۹ اور ۱۴ کے جواب میں آرہی ہے۔

www.besturdubooks.net

استقلالی حیثیت علی حالہ باقی رہے گی؛ اس لیے اس جزو کے جواب میں مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

سوال نمبر ۶ میں بعض موجب اشتباہ یا از قبیل تسامح امور

البتہ سوال میں زیر بحث مسئلہ سے متعلق کچھ امور باعث اشتباہ یا از قبیل تسامحات ہیں؛ اس لیے ذیل میں ان کی نشان دہی کی جاتی ہے:

(۱): جمرہ عقبہ اور محلّہ شیشہ کی طرف جمرہ عقبہ کے بعد کا حصہ جو میدان کی شکل میں ہے، احناف، شوافع اور مالکیہ کے نزدیک حدود منی سے خارج ہے؛ جیسا کہ موسوعہ فقہیہ [۱] اور غنیۃ الناسک [۲] میں ہے، غنیۃ الناسک کی عبارت یہ ہے: "وحد منی وادی محسر وجمرة عقبة، وليست الجمرة ولا العقبة من منى؛ بل منى تنتهى إليهما" اور بعض معتبر اہل علم کے ابھی حالیہ وتازہ ترین مشاہدہ میں یہ بات سامنے آئی کہ محلّہ شیشہ کی آخری آبادی اور جمرات تک کسی بھی طرف سے پون کلومیٹر سے کم فاصلہ نہیں ہے؛ چناں چہ اگر "طریق ملک فہد" سے جمرات کی طرف جائیں گے تو دائیں جانب محلّہ شیشہ ہے اور بائیں جانب "معابدہ" کا علاقہ ہے، اور محلّہ شیشہ کی آخری عمارت سے جمرات تک تقریبا ایک کلومیٹر کا فاصلہ ہے، اور پہاڑ (جبل ثبیر) پر جہاں آغاز منی کا بورڈ لگا ہے، اس کے درمیان اور محلّہ شیشہ کی آخری عمارت کے درمیان تقریبا پون کلومیٹر؛ بلکہ اس سے کچھ زائد فاصلہ ہے، اور بعض جانب سے اس سے بھی زیادہ فاصلہ ہے، اور جمرات اور محلّہ شیشہ کے درمیان کھلی جگہ ہے، جہاں پہلے کبھی محلّہ شیشہ کی عمارات تھیں؛ مگر اب وہ سب ختم کردی گئی ہیں۔

(۱): موسوعہ فقہیہ کویتیہ ۳۹: ۵۷۔

(۲): غنية الناسك فى بغية المناسك باب مناسك يوم النحر، فصل فى رمى جمرة العقبة ص ۲۱۹، ۲۲۰، مطبوعہ: مکتبہ یادگار شیخ، محلّہ مبارک شاہ، سہارن پور۔

www.besturdubooks.net

پس جب یہاں موضوع بحث، منی سے اتصال وعدم اتصال ہے، نہ کہ حدود منی سے باہر کسی حصہ سے اتصال وعدم اتصال تو حدود منی سے باہر کسی حصہ سے اتصال کی صورت حال، سوال میں لانا اور وہ بھی وضاحت کے بغیر مناسب نہیں تھا؛ کیوں کہ یہ بہت سے ان حضرات کے لیے جن کو صحیح صورت حال کا علم نہ ہو، مسئلہ میں خلاف واقع و خلاف حقیقت سمجھنے کا باعث لازماً بن سکتا ہے۔

(۲): اسی طرح محلّہ عزیزیہ سے منی جانے کے لیے جو ''شارع صدقی'' نکالی گئی ہے، وہاں عزیزیہ، منی سے کافی قریب ہے؛ لیکن یہاں بھی عزیزیہ کی آبادی اور ''شارع عبدالعزیز'' سے ہوتے ہوئے منی کی حد تک آدھا کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ ہے، جو بہرحال مقدار غلوہ سے زیادہ ہے اور اتصال سے مانع ہے۔

(۳): عزیزیہ شمالیہ سے منی جانے کے لیے بعض جگہ سرنگیں بنائی گئی ہیں؛ لیکن جب ہر سرنگ کی لمبائی آدھے کلومیٹر سے زائد ہے جو بلاشبہ مقدار غلوہ (تقریباً ۱۳۸/ میٹر) سے زائد ہے تو اس سے اتصال کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟

عزیزیہ سے منی جانے کے لیے جبل مرسلات میں ایک سرنگ بنائی گئی ہے، جو نفق ملک خالد کے نام سے جانی جاتی ہے اور سرنگ کی ایک جانب عزیزیہ میں ہے اور دوسری جانب منی میں، اور پوری سرنگ کی لمبائی ۷۰۰/ میٹر ہے جو مقدار غلوہ سے زائد ہے۔

اور شرائع سے منی میں داخل ہونے کے لیے بیچ میں ایک لمبا چوڑا کئی کلومیٹر پر مشتمل ''معیصیم'' کا میدان ہے، اور اس میں قانوناً تعمیر ممنوع ہے، اور یہاں حاجیوں کے لیے پانی کی فراہمی کے لیے ایک بڑا خزانة الماء ہے، اور یہاں حجاج کرام کی گاڑیوں کی پارکنگ ہے، اور اس میدان کے بعد منی میں داخل ہونے کے لیے مزید ۵۰۰/ میٹر کی سرنگ طے کرنی پڑتی ہے۔

الحاصل جب کوئی سرنگ مقدار غلوہ سے کم نہیں ہے تو محض سرنگ کو اس کے طویل ہونے کے باوجود عزیزیہ یا شرائع وغیرہ اور منی کے درمیان اتصال کا ذریعہ سمجھنا درست

www.besturdubooks.net

نہیں؛ کیوں کہ اتنی مقدار بہر حال فاصلِ معتبر ہے۔

(۴): نیز سوال میں بہ ظاہر راستہ یا سرنگ کو سبب اتصال قرار دیا گیا ہے؛ جیسا کہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے؛ حالاں کہ ماقبل [۱] میں گذرا کہ مسئلہ زیر بحث میں بہ ذریعہ آبادی اتصال مراد ہے، بہ ذریعہ سرنگ یا راستہ اتصال مراد نہیں ہے، ورنہ بہت سے کئی سوکلومیٹر کی دوری پر واقع دو بڑے شہر بھی آپس میں متصل ومتحد ہوجائیں گے؛ کیوں کہ ان کے درمیان راستہ کے ذریعہ اتصال پایا جاتا ہے؛ حالاں کہ یہ بات کسی طرح درست نہیں۔

سوال نمبر:۷ اور اس کا جواب:

سوال:۷:۔ فناءِ شہر کی جامع تعریف کیا ہے؟ فناءِ شہر کے تحقق کے لیے اہل شہر کی کس طرح کی ضروریات کا وہاں سے متعلق ہونا ضروری ہے؟

جواب سوال نمبر: ۷:

زیر بحث مسئلہ میں جو علمائے کرام منی کو قصر واتمام کے مسئلہ میں مکہ مکرمہ کا جزو قرار دیتے ہیں، ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ منی مکہ مکرمہ کی فنا ہے، اور فنائے شہر قصر واتمام کے باب میں شہر کی آبادی کے حکم میں ہوتی ہے؛ اس لیے منی میں قصر واتمام کے مسئلہ میں فنائے شہر کی بحث بھی اہمیت کی حامل ہے؛ لہٰذا فنائے شہر پر تفصیلی کلام کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

زیر بحث مسئلہ میں فنائے شہر کے حوالے سے تین اہم باتیں ہیں:

(۱): فنائے شہر کی تعریف وحقیقت کیا ہے؟

(۲): فنائے شہر کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور احکام کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

(۳): کیا منی کو فنائے مکہ کہا جاسکتا ہے؟

---

(۱): عنوان: زیر بحث مسئلہ میں اتصال کا مطلب اتصال بہ ذریعہ راستہ یا سرنگ ہے یا اتصال بہ ذریعہ آبادی؟ کے تحت۔

www.besturdubooks.net

فنائے شہر کی تعریف وحقیقت

فنا کے لغوی معنی:

لغت میں فناء کے معنی آتے ہیں: گھروں (آبادی) کے سامنے کوئی وسیع وکشادہ جگہ؛ چناں چہ علامہ ابن نجیم مصریؒ کنز الدقائق کی مشہور شرح: البحر الرائق[۱] میں علامہ مطرزی کی المغرب[۲] کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"والفناء فی اللغة: سعة أمام البیوت، وقیل: ما امتد من جوانبه."

فنا کے اصطلاحی معنی:

فناء کے اصطلاحی معنی میں فقہا کے درمیان کچھ اختلاف ہے: راجح قول کے مطابق اس کی صحیح تعریف یہ ہے:

کسی شہر یا گاؤں کی فنا وہ جگہ ہوتی ہے جو شہر یا گاؤں کے باشندگان کی مصالح وحوائج کے لیے معد ومقرر ہو، خواہ گاؤں یا شہر کی آبادی سے متصل ہو یا منفصل۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ ردالمحتار[۳] میں فرماتے ہیں:

"وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى وإلقاء التراب الخ"

یعنی: فنا وہ جگہ ہے جو مصالح شہر کے لیے معد ومقرر ہو؛ جیسے: جانوروں کی ریس کرانا، مردوں کی تدفین کرنا اور مٹی (کوڑا کرکٹ وغیرہ) ڈالنا۔

یہی علامہ شامیؒ ردالمحتار[۴] اور البحر الرائق کے حاشیہ: منحۃ الخالق[۵] میں علامہ

(۱): البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۲: ۲۴۷ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): المغرب حرف الفاء ۱: ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت۔

(۳): ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۵۹۹، ۶۰۰، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۴): ردالمحتار کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ۳: ۸ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۵): منحة الخالق على البحر، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۲: ۲۴۷، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

شرنبلالیؒ کے رسالہ: تحفة أعيان الغنى بصحة الجمعة والعيدين فى الفناء سے ملخصاً نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أنه المعد لمصالح المصر؛ فقد نص الأئمة على أن الفناء ما أعد لدفن الموتى، وحوائج المعركة؛ كركض الخيل والدواب، وجمع العساكر، والخروج للرمي، وغير ذلك."

ترجمہ: (فنائے مصر کی تعریف یہ ہے کہ) فنائے شہر وہ میدان یا جگہ ہے، جو مصالح شہر کے لیے معد ہو؛ کیوں کہ ائمہ فقہا نے اس کی صراحت کی ہے کہ فنا وہ جگہ ہے جو مردوں کی تدفین اور جنگ سے متعلق حوائج وضروریات کے لیے تیار کی گئی ہو؛ جیسے: گھوڑوں اور دیگر جانورں کی ریس کرانا، لشکروں کو جمع کرنا اور تیراندازی وغیرہ کے لیے نکلنا اور ان جیسے دوسرے کام۔

نور الایضاح ومراقی الفلاح(۱) میں نماز مسافر کے بیان میں فنا کی درج ذیل تعریف آئی ہے:

"والفناء المكان المُعَدُّ لمصالح البلد؛ كركض الدواب، ودفن الموتى، وإلقاء التراب."

علامہ ابن الہمامؒ ہدایہ کی شرح: فتح القدیر(۲) میں، اور علامہ ابن نجیم کے بھائیؒ کنز الدقائق کی شرح: النہر الفائق(۳) میں فنائے شہر کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"وفناؤه هو المكان المعد لمصالح المصر، متصل به أو منفصل بغلوة؛ كذا قدره محمد فى النوادر الخ"

(۱): نور الایضاح ومراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص ۴۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

(۲): فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۲: ۲۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان۔

(۳): النہر الفائق کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجمعۃ ۱: ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

www.besturdubooks.net

ترجمہ: فنائے شہر وہ جگہ ہے جو مصالح شہر کے لیے معد ومقرر ہو، خواہ اس سے متصل ہو، یا ایک غلوہ کے فصل پر ہو، امام محمدؒ نے نوادر میں یہی تحدید فرمائی ہے الخ۔

علامہ کمال الدین بابرتیؒ عنایہ شرح ہدایہ (۱) میں فرماتے ہیں:

”قوله: (” بل تجوز – أي الجمعة – في جميع أفنية المصر؛ لأنها) أي:الأفنية (بمنزلة المصر في حوائج أهله)، ويعرف من هذا التعليل تعريف الفناء، وهو ما أعد لحوائج أهل المصر، وفناء الدار وفناء كل شيئ كذلك. “

یعنی: صاحب ہدایہؒ نے شہر کی تمام فناؤں میں جمعہ جائز قرار دیتے ہوئے بہ طور تعلیل یہ جو فرمایا کہ شہر کی فنائیں اہل شہر کی ضروریات کے حق میں شہر ہی کے درجہ میں ہوتی ہیں، اس سے فنائے مصر کی تعریف جانی جاسکتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ فنائے شہر وہ جگہ ہے جو اہل شہر کی ضروریات کے لیے تیار کی گئی ہو۔ اور گھر کی فنا بلکہ ہر چیز کی فنا اسی طرح ہوتی ہے، یعنی: ہر چیز کی فنا ضروریات کے حق میں اسی کے درجہ میں ہوتی ہے۔

علامہ شلبیؒ تبیین الحقائق کے حاشیہ (۲) میں ابن فرشتا کے حوالہ سے فنائے شہر کی تعریف میں فرماتے ہیں:

”وفناء المصر ما أعد لحوائج المصر، من ركض الخيل، والخروج للرمي، ونحوهما اهـ. “

علامہ زیلعی تبیین الحقائق (۳) میں فرماتے ہیں:

---

(۱) عنایہ شرح ہدایہ مع فتح القدیر والکفایہ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ۲:۲۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان۔

(۲): حاشیہ علی التبیین، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ۱: ۲۱۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

(۳): تبیین الحقائق کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ۱:۲۱۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

www.besturdubooks.net

"والحكم غير مقصور على المصلى؛ بل يجوز في جميع أفنية المصر؛ لأنها بمنزلته في حق حوائج أهل المصر؛ لأنها معدة لحوائجهم."

ترجمہ: اور حکم عیدگاہ میں منحصر نہیں ہے؛ بلکہ شہر کی تمام فناؤں میں جمعہ جائز ہے؛ کیوں کہ فنائے شہر، اہل شہر کی ضروریات کے حق میں شہر کے درجہ میں ہوتی ہے؛ کیوں کہ وہ اہل شہر کی حوائج وضروریات کے لیے تیار وتجویز کی ہوئی ہوتی ہے۔

اور مجمع البحرین وملتقی النیرین کی تعلیق (۱) میں ابن ملک کے حوالہ سے ہے:

"وهو- أي الفناء - ما أعد لحوائج المصر من ركض الخيل، والخروج للرمي، ونحوهما."

کیا فنائے شہر کا شہر سے متصل ہونا ضروری ہے؟

یہ سب فنائے شہر کی وہ تعریفات ہیں جن میں شہر کی آبادی سے اتصال کی شرط نہیں ہے، اور یہی راجح ہے؛ جب کہ بعض فقہائے کرام نے فنائے شہر کی تعریف میں آبادی کے ساتھ اتصال کی بھی شرط لگائی ہے؛

چناں چہ فتاوی ہندیہ (۲)، فتاوی خانیہ (۳)، فتاوی بزازیہ (۴)، فتاوی تاتارخانیہ (۵)،

(۱): تعليق على مجمع البحرين وملتقى النيرين ،كتاب الصلاة، فصل فى الجمعة، ص۱۵۹ مطبوعہ: دار الكتب العلمية، بيروت۔

(۲): فتاوی ہندیہ، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة ۱:۱۴۵، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند بحوالہ خلاصۃ الفتاوی ۱:۲۰۷، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۳): فتاوی خانیہ برہامش ہندیہ ۱:۱۷۴، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۴): فتاوی بزازیہ برہامش ہندیہ ۴:۷۴، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۵): فتاوی تاتارخانیہ، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة ۲:۵۵۰، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند بحوالہ خانیہ۔

www.besturdubooks.net

ملتقی الابحر [۱]، تنویر الابصار [۲]، البحر الرائق [۳]، غنیۃ المستملی [۴]، قواعد الفقہ [۵] اور کتاب التعریفات للجرجانی [۶] وغیرہ میں فنائے شہر کی جو تعریفات ذکر کی گئی ہیں، ان میں اتصال کی بھی قید آئی ہے۔

لیکن محققین علما کے نزدیک راجح یہ ہے کہ فنائے شہر کا شہر سے متصل ہونا ضروری نہیں، شہر کے چھوٹے اور بڑے ہونے کے اعتبار سے مناسب دوری پر، یا بالکل قریب جو جگہ بھی مصالح شہر کے لیے معد وتجویز کردہ ہو، وہ بہر حال فنائے شہر کہلائے گی۔

چناں چہ صاحب مجمع الانہر قید اتصال پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اتصال کی قید اس لیے لگائی کہ اگر شہر اور اس کی فنا کے درمیان کھیت اور چراگاہوں کے ذریعہ فصل ہو، تو وہ شہر کی فنا نہ ہوگی، جیسا کہ ماقبل میں باب المسافر میں خانیہ کے حوالہ سے اس کی وضاحت آچکی ہے؛ لیکن صاحب ذخیرہ نے اسے غلط قرار دیا ہے؛ چناں چہ انہوں نے فرمایا کہ اس قول کی بنا پر بخاری میں عیدگاہ میں جمعہ قائم کرنا جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ شہر اور عیدگاہ کے درمیان کھیت ہیں، ایک مرتبہ یہ مسئلہ پیش آیا اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ نے عدم جواز کا فتوی بھی دیدیا؛ لیکن یہ رائے درست نہیں؛ کیوں کہ متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے بھی عیدگاہ میں جواز عید کا انکار نہیں کیا ہے، اور شہر یا فنائے شہر جس طرح جواز جمعہ کی شرط ہے، اسی طرح جواز عید کی بھی شرط ہے؛

(۱): ملتقی الابحر مع المجمع والدر المنتقی، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ۱: ۲۴۶، ۲۴۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

(۲): تنویر الأبصار مع الدر والرد، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ۳: ۷، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۳): البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۲: ۲۴۷ بحوالہ خلاصۃ الفتاوی وفتاوی خانیہ۔

(۴): غنیۃ المستملی، فصل في صلاۃ الجمعۃ ص ۵۵۱، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۵): قواعد الفقہ، التعریفات الفقہیۃ، ص ۴۱۷، مطبوعہ: دار الکتاب دیوبند۔

(۶): کتاب التعریفات للجرجانی ص ۱۷۱، مطبوعہ: مکتبہ فقیہ الامت دیوبند۔

www.besturdubooks.net

جیسا کہ ''الاصلاح'' میں ہے(۱)۔

مجمع الانہر کی عربی عبارت ملاحظہ ہو:

''وإنما قيد الاتصال؛ لأنه لو كان منفصلا بينه وبين المصر بالمزارع والمراعي، لا يكون فناء له؛ كما بين في باب المسافر عن الخانية، لكن قد خطأه صاحب الذخيرة؛ حيث قال: فعلى قول هذا القائل :لاتجوز إقامة الجمعة ببخارى في مصلى العيد؛ لأن بين المصر وبين المصلى مزارع، وقعت هذه المسألة مرة، فأفتى بعض مشايخ زماننا بعدم الجواز؛ ولكن هذا ليس بصواب؛ فإن أحدا لم ينكر جواز صلاة العيد في مصلى العيد ببخارى، لا من المتقدمين ولا من المتأخرين، وكما أن المصر أو فناء ه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز العيد؛ كما فى الإصلاح. ''

علامہ حصکفیؒ نے بھی الدر المنتقی(۲) میں یہی فرمایا ہے، اوران کی عبارت یہ ہے:

''فلو فصل بينهما بمراع ومزارع لايكون فناء، ولكن خطأه صاحب الذخيره كما نقله ابن الكمال ومسكين والباقاني وغيرهم. ''

اور علامہ حصکفیؒ درمختار(۳) میں تنویرالابصار کی عبارت اسی کے مطابق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(وهو) – أي:فناء المصر – (ما)حوله (اتصل به) أو لا، كما حرره ابن الكمال وغيره (لأجل مصالحه) كدفن الموتى، وركض الخيل.''

(۱):مجمع الأنهر، كتاب الصلاة،باب الجمعة۱:۲۴۷،مطبوعہ:دار الكتب العلمية، بيروت۔

(۲):الدر المنتقى شرح الملتقى كتاب الصلاة، باب الجمعة۱:۲۴۸مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔

(۳): درمختار مع الشامی، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ۳:۷مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

علامہ شامیؒ حاشیہ درمختار: ردالمحتار[۱] میں فرماتے ہیں:

"قوله :" كما حرره ابن الكمال ":حيث قال: واعتبر بعضهم قيد الاتصال، وقد خطأه صاحب الذخيرة قائلاً : فعلى قول هذا القائل: لاتجوز إقامة الجمعة ببخارى في مصلى العيد؛لأن بين المصر وبين المصلى مزارع، ووقعت هذه المسألة مرة ، فأفتى بعض مشايخ زماننا بعدم الجواز، ولكن هذا ليس بصواب؛ فإن أحدا لم ينكر جواز صلاة العيد في مصلى العيد ببخارى، لا من المتقدمين ولا من المتأخرين، وكما أن المصر أو فناء ه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز العيد. "

اور علامہ شامیؒ ردالمحتار[۲] میں علامہ شرنبلالیؒ کے رسالہ: تحفة أعيان الغنى بصحة الجمعة والعيدين فى الفناء سے ملخصاً نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قوله:" والمختار للفتوى إلخ ": اعلم أن بعض المحققين أهل الترجيح أطلق الفناء عن تقديره بمسافة، وكذا محرر المذهب الإمام محمد، وبعضهم قدره بها، وجملة أقوالهم في تقديره ثمانية أقوال أو تسعة:غلوة، ميل ، ميلان ، ثلاثة ،فرسخ، فرسخان ، سماع الصوت، سماع الأذان. والتعريف أحسن من التحديد؛ لأنه لا يوجد ذلك في كل مصر، وإنما هو بحسب كبر المصر وصغره، بيانه أن التقدير بغلوة أو ميل لا يصح في مثل " مصر " لأن القرافة والتربة التي تلي باب النصر يزيد كل منهما على فراسخ من كل جانب، نعم هو ممكن لمثل بولاق؛ فالقول بالتحديد بمسافة يخالف التعريف المتفق على ما صدق عليه بأنه المعد لمصالح المصر؛ فقد نص الأئمة على أن الفناء ما أعد لدفن

(۱):رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة۳:۷مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲):رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة ۳:۷،۸مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

الموتى، وحوائج المعركة؛ كركض الخيل والدواب، وجمع العساكر، والخروج للرمي، وغير ذلك. وأي موضع يحد بمسافة يسع عساكر "مصر"، ويصلح ميدانا للخيل والفرسان ورمي النبل والبندق البارود واختبار المدافع، وهذا يزيد على فراسخ ؟ فظهر أن التحديد بحسب الأمصار اهـ ملخصا من تحفة أعيان الغنى بصحة الجمعة والعيدين فى الفنا للعلامة الشرنبلالي، وقد جزم فيها بصحة الجمعة في مسجد بني علان الذي بناه بعض أمراء زمانه، وهو في فناء مصر بينه وبينها ثلاثة أرباع فرسخ وشئ . "

ترجمہ: ماتن کا قول: اورفتوی کے لیے مختارقول الخ۔آپ کومعلوم ہونا چاہیے کہ بعض محققین اہل ترجیح نے فنائے شہر کی کسی مسافت سے تحدید نہیں فرمائی ہے،اسی طرح مذہب منقح فرمانے والے: امام محمدؒ نے (بھی فنائے شہر کی شہر سے کوئی خاص دوری متعین نہیں فرمائی ہے)،اور بعض حضرات نے مسافت سے اس کی تحدید فرمائی ہے،اور اس کی تحدید میں ان کے کل اقوال آٹھ یا نو ہیں:(۱):ایک غلوہ۔(۲):ایک میل۔ (۳):دو میل۔(۴):تین میل۔(۵):ایک فرسخ۔(۶):دو فرسخ۔(۷):مطلق آواز سنائی دینے کی دوری۔(۸):اوراذان کی آواز سنائی دینے کی دوری۔اورفناء کی تعریف تحدید سے بہتر ہے؛ کیوں کہ(خاص)تحدید ہرشہر میں نہیں پائی جاسکتی؛ بلکہ وہ شہر کے بڑے اورچھوٹے ہونے کے اعتبار سے ہوتی ہے۔اس کی وضاحت یہ ہے کہ غلوہ یا میل کی تحدید،مصر جیسے شہر میں صحیح نہیں؛ کیوں کہ قرافہ اور وہ قبرستان جو باب النصر کے قریب ہے،ان میں سے ہرایک، ہرجانب سے کئی فرسخ زیادہ ہے،ہاں یہ بولاق جیسے شہر کے لیے ممکن ہے،پس کسی مسافت سے تحدید کا قول اس تعریف کے خلاف ہے جس کا مصداق متفق علیہ ہے اس بات سے کہ فنائے شہر وہ جگہ ہے جو مصالح شہر کے لیے تجویز ومقرر کی ہوئی ہو؛ کیوں کہ ائمہ نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ فنا وہ جگہ ہے جو

www.besturdubooks.net

تیار کی گئی ہو مردوں کی تدفین اور جنگی ضروریات کے لیے، جیسے: گھوڑوں اور دیگر جانوروں کی ریس کرانا، لشکروں کو جمع کرنا، اور تیر اندازی وغیرہ کے لیے نکلنا۔ اور کسی خاص مسافت سے تحدید کردہ وہ کون سی جگہ ہے جو مصر کے لشکروں کو سما سکے اور گھوڑوں، شہسواروں، تیر اندازی، بارودی بندوق اور توپوں کو جانچنے کا میدان بننے کے لائق ومناسب ہو حالاں کہ ایسا میدان کئی فرسخ زیادہ ہوتا ہے؟ پس یہ بات ظاہر وواضح ہوگئی کہ تحدید شہروں کے حساب سے ہوگی، ملخص از رسالہ علامہ شرنبلالیؒ: **تحفة أعيان الغنى بصحة الجمعة والعيدين فى الفناء**۔ اور علامہ شرنبلالیؒ نے اس رسالہ میں سبیل علان کی مسجد میں جو ان کے زمانہ کے بعض امراء نے بنائی تھی، جزم ویقین کے ساتھ جمعہ کی صحت ذکر کی ہے؛ حالاں کہ وہ مصر کی فنا میں ہے، اور اس کے درمیان اور مصر کے درمیان تقریباً تین چوتھائی فرسخ اور کچھ دوری ہے۔

اور منحۃ الخالق علی البحر الرائق [1] میں بھی بعینہ یہی عبارت ہے؛ البتہ اس میں **واختبار المدافع** کے بعد ہے: "**وهذا يزيد على فراسخ بالضرورة، وانظر إلى سعة سفح الجبل المقطم أيقدر فناء المصر منه بغلوة أو فرسخ؟ مع أنه بعض فناء مصر.**"

اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ فنائے شہر کی شہر سے دوری میں کوئی مخصوص ومتعین حد بندی نہیں کی جاسکتی؛ بلکہ اصل وبنیادی چیز تعریف ہے؛ لہٰذا تعریف کے اعتبار سے، شہر سے مناسب دوری پر، یا بالکل قریب کسی بھی جگہ یا علاقہ کو شہر کی فنا قرار دیا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ شہر کے چھوٹے، بڑے ہونے کے اعتبار سے شہر سے اس کی دوری کم یا زیادہ ہوسکتی ہے۔

البتہ فنا اور شہر کی آبادی کے درمیان اگر ایک غلوہ کا یا کھیت کا فصل نہیں ہے، تو وہ فنائے متصلہ کہلائے گی، اور اگر دونوں کے درمیان کھیت کا یا غلوہ کا فصل ہے تو وہ فنائے

(۱): منحۃ الخالق علی البحر، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۲: ۲۴۷، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

منفصلہ کہلائے گی۔

فنائے شہر کی تعریف میں فقہا کے درمیان کوئی اختلاف نہیں؛ البتہ فنائے منفصلہ میں جمعہ کا جواز مختلف فیہ ہے

فنائے مصر کی تعریف میں فقہائے کرام کے درمیان جو اختلاف نقل کیا گیا ہے، وہ فقہا کی عبارات کا ظاہر ہے، بالخصوص مجمع الانہر اور الدر المنتقی کی عبارتیں(۱)؛ کیوں کہ ان حضرات نے کھیت اور چراگاہوں سے فصل کی صورت میں اس کے فنا ہونے کی نفی کی ہے۔

لیکن دیگر بعض قرائن کی بنا پر احقر کے نزدیک راجح یہ ہے کہ فنا کی تعریف میں فقہا کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اسی طرح فنائے متصلہ میں جواز جمعہ میں اور مسئلہ مسافرت میں اس سے تجاوز شرط ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، نیز مسافر ہونے کے لیے فنائے منفصلہ سے تجاوز شرط نہ ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں؛ البتہ جواز جمعہ میں فنائے منفصلہ شہر کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے؛ چناں چہ فتاوی خانیہ اور خلاصۃ الفتاوی وغیرہ میں مسئلہ مسافرت کی طرح جواز جمعہ میں بھی صرف فنائے متصلہ کو شہر کے حکم میں قرار دیا ہے اور فنائے منفصلہ کو شہر سے خارج قرار دیا ہے؛ جب کہ دیگر حضرات نے جواز جمعہ میں فنائے متصلہ کی طرح فنائے منفصلہ کو بھی شہر کے حکم میں قرار دیا ہے؛ کیوں کہ اداء جمعہ اہل شہر کی مصالح وضروریات سے ہے۔ اور اس کے قرائن حسب ذیل ہیں:

(۱): تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

(۲): ”وإنما قيد الاتصال لأنه لو كان منفصلا بينه وبين المصر بالمزارع والمراعي لا يكون فناء له كما بين في باب المسافر عن الخانية الخ“ (مجمع الانہر)، ”فلو فصل بينهما بمراع ومزارع لايكون فناء الخ“ (الدر المنتقی)۔

www.besturdubooks.net

(۱): جن حضرات نے فنائے مصر کی تعریف میں اتصال کی قید لگائی ہے، مسئلہ مسافرت میں وہ حضرات بھی فنائے متصلہ ومنفصلہ کی تقسیم کرتے ہیں[۱]۔

(۲): اتصال کی قید والی تعریفات صرف باب صلاۃ الجمعہ میں آئی ہیں۔

(۳): علامہ شامیؒ نے قید اتصال سے خالی فنا کی تعریف کو علامہ شرنبلالیؒ کے حوالہ سے متفق علیہ تعریف قرار دیا ہے[۲]۔

(۴): علامہ ابن الہمامؒ فتح القدیر[۳] میں نماز مسافر کے بیان میں فنا سے مجاوزت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وأما على قول من منع الجمعة فيه إذا كان منقطعا عن العمران، فلا يرد الإشكال. "

ترجمہ: اور بہر حال ان حضرات کے قول پر جنہوں نے فنائے شہر میں جمعہ سے منع کیا ہے جب کہ وہ آبادی سے علیحدہ ہو تو اشکال وارد نہیں ہوتا۔

(۵): علامہ بدرالدین عینیؒ بنایہ شرح الہدایہ[۴] میں فرماتے ہیں:

"وفي الذخيرة: قيل الجواز بفناء المصر قول أبي حنيفة وأبي يوسف، وعند محمد: لا يجوز، بناء على اختلافهم في مقداره، وقيل إنما يجوز في فناء المصر إذا لم يكن بين المصر وبينه مزارع ومراع، وهكذا في

(۱): دیکھئے: خلاصۃ الفتاوی ۱:۱۹۸، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند، فتاوی خانیہ بر ہامش ہندیہ ۱: ۱۶۵، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند، فتاوی بزازیہ بر ہامش ہندیہ ۴:۱۷، اور غنیۃ المستملی ص ۵۳۷، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۲): دیکھئے: رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة ۳:۸، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۳): فتح القدير مع الكفايه والعنايه كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة ۲:۸، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان۔

(۴): البنایہ شرح الہدایہ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة ۳:۴۹، مطبوعہ: دار الفکر بیروت۔

www.besturdubooks.net

المرغيناني من غيرخلاف، فعلى هذا القول لا تجوز إقامة الجمعة في مصلى العيد؛لأن بينهما مزارع.....وفى المرغيناني:وإن كان بين المصر وبينه مزراع وفرجة فلا جمعة عليهم ، وإن كان النداء يبلغهم، قال : والغلوة والميل والميلان ليس بشيئ، وهو اختيار الحلواني. "

ترجمہ:اور ذخیرہ میں ہے:بعض لوگوں نے کہا کہ فنائے شہر میں جمعہ کا جواز امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے،اور امام محمدؒ کے نزدیک فنائے شہر میں جمعہ جائز نہیں،اس کی بنیاد فنائے شہر کی مقدار میں اختلاف ہے،اور بعض لوگوں نے کہا کہ فنائے شہر میں صرف اس صورت میں جمعہ جائز ہے؛ جب کہ شہر اور اس کے درمیان کھیت اور چراگاہ نہ ہوں،ایسا ہی بغیر اختلاف کے مرغینانی میں بھی ہے،پس اس قول پر عیدگاہ میں جمعہ قائم کرنا جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ ان کے درمیان کئی کھیت ہیں۔.....اور مرغینانی میں ہے:اور اگر شہر اور فنائے شہر کے درمیان کھیت اور فاصلہ ہو تو فنائے شہر والوں پر جمعہ واجب نہ ہوگا اگر چہ انھیں آواز پہنچتی ہو،فرمایا:اور غلوہ،ایک میل اور دو میل کچھ نہیں ہے، اور یہی حلوانی کا مختار قول ہے۔

(۶): فتاوی تاتارخانیہ[۱] میں نماز جمعہ کے بیان میں ذکر کردہ درج ذیل عبارت احقر کے موقف میں صریح ہے:

"وأما لفناء المصر حكم المصر، وقيل : إنما تجوز إقامة الجمعة في فناء المصر إذا لم يكن بين المصر وبينه مزرعة من المزارع، فعلى هذا القول لا تجوز إقامة الجمعة ببخارى في مصلى العيد؛ لأن بين المصر والمصلى مزارع إلخ."

ترجمہ:اور فنائے شہر کے لیے شہر کا حکم ہے،اور کہا گیا: فنائے شہر میں اس وقت

(۱): فتاوی تاتارخانیہ، کتاب الصلاۃ، الفصل الخامس والعشرون فی صلاۃ الجمعۃ ۲:۵۵۱،۵۵۲،مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

جمعہ جائز ہے، جب شہر اور اس کے درمیان کوئی کھیت نہ ہو؛ لہٰذا اس قول پر بخاری میں عیدگاہ میں جمعہ قائم کرنا جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ شہر اور عیدگاہ کے درمیان کئی کھیت ہیں۔

(۷): اور علامہ سید احمد طحطاویؒ مراقی الفلاح کے حاشیہ[۱] میں فرماتے ہیں:

"قوله: "ويلحق الفناء بالمصر لصحة صلاة الجمعة ": ومن المشايخ من منع الجمعة فيه إذا كان منقطعاً عن العمران، وهو المعول عليه، كما سيأتي في الجمعة إن شاء الله تعالى. "

ترجمہ: ماتن کا قول: اور صحت نماز جمعہ کے لیے فنائے شہر، شہر کے ساتھ لاحق کی جائے گی، اور بعض مشائخ نے فنائے شہر میں جمعہ سے منع کیا ہے جب کہ وہ آبادی سے علاحدہ ہو۔ اور یہی قابل اعتماد قول ہے، جیسا کہ آگے جمعہ کے بیان میں آئے گا انشاء اللہ تعالی۔

اور علامہؒ نے آگے نماز جمعہ کے بیان میں دلائل کی روشنی میں اسی کو راجح قرار دیا ہے[۲]۔

اور ابن الکمال وغیرہ نے بخاری میں عیدگاہ میں نماز عید کے جواز سے جو استدلال کیا ہے، اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی طرح نماز عید بھی صرف اہل شہر پر واجب ہوتی ہے؛ البتہ نماز عید میں مسنون یہ ہے کہ آبادی سے باہر نکل کر میدان میں ادا کی جائے؛ اس لیے اہل شہر آبادی سے باہر نکل کر جنگل یا میدان میں عید کی نماز ادا کرتے ہیں، جب کہ نماز جمعہ آبادی میں ہی ادا کی جاتی ہے؛ کیوں کہ نماز جمعہ کا آبادی سے باہر نکل کر جنگل یا میدان میں ادا کرنا مسنون نہیں۔

---

(۱): حاشية الطحطاوی على المراقی، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ص ۴۲۳، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): حاشية الطحطاوی على المراقی، كتاب الصلاة، باب الجمعة ص ۵۰۴، ۵۰۵، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

خلاصہ یہ کہ ''مجمع الانہر'' اور ''الدر المنتقی'' میں جو فصل کی صورت میں فنا ہونے کی نفی کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک جواز جمعہ کے حق میں وہ جگہ فنائے شہر نہیں کہلائے گی؛ لیکن فی نفسہ وہ بہر حال فنائے شہر ہوگی؛ کیوں کہ اس پر فنائے شہر کی تعریف صادق آتی ہے۔

فنائے شہر کی تعریف میں دو اہم اجزا

ماقبل میں فنائے شہر کی جو تعریف ذکر کی گئی، اس سے معلوم ہوا ہے کہ فنائے شہر کے تحقق کے لیے دو باتیں ضروری ہیں، گویا وہ فنائے شہر کے لیے رکن کا درجہ رکھتی ہیں:

(۱): اس جگہ سے اہل شہر کی مصالح وضروریات وابستہ ہوں۔

(۲): وہ اہل شہر کی حوائج ومصالح کے لیے معد ومقرر ہو۔

جب شہر کے باہر کسی مقام میں یہ دونوں باتیں پائی جائیں گی تو وہ فنائے شہر ہوگی۔ اور اگر یہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بات نہیں پائی گئی، یعنی: اس سے اہل شہر کی حوائج ومصالح وابستہ نہیں ہیں، یا وہ اس کے لیے معد نہیں ہے؛ بلکہ وہ کسی اور مقصد کے لیے معد ہے، اور اہل شہر ضمنی طور پر وہاں کھیل کود وغیرہ کے لیے پہنچ جاتے ہیں، تو وہ جگہ فنائے شہر نہ ہوگی۔ دونوں کی مزید تفصیل، دلائل کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ ہو:

فنائے شہر کی تعریف کا پہلا جزو: حوائج ومصالح کی وضاحت

فنائے مصر کی تعریف میں حوائج یا مصالح شہر کا جو لفظ آیا ہے، اس سے اہل شہر کی کس طرح کی ضروریات مراد ہیں؟ اسے جاننے کے لیے ہمیں ان مثالوں کا تتبع کرنا ہوگا، جو فقہائے کرام نے فنائے شہر کی تعریف میں حوائج ومصالح کی وضاحت میں ذکر کی ہیں؛ کیوں کہ اس کی صحیح مراد جاننے کی اس سے بہتر کوئی شکل نہیں ہوسکتی؛ چناں چہ اس کے پیش نظر احقر کو فقہائے کرام کے کلام میں حوائج ومصالح کی جو مثالیں دستیاب ہوئیں، وہ ذکر کی جاتی ہیں:

www.besturdubooks.net

فقہائے کرام کے کلام سے فنائے شہر کی مثالیں

(۱): گھوڑوں اور دیگر بعض جانوروں کی ریس کا میدان۔(۲): قبرستان۔ (۳): لشکروں کو جمع کرنے کی جگہ۔(۴): تیراندازی اور گولی چلانے کی مشق کا میدان۔ (۵): شہر کی راکھ اور کوڑا کرکٹ وغیرہ ڈالنے کی جگہ۔

یہ پانچ مثالیں تو تقریباً تمام مشہور ومتداول کتب فقہ میں ذکر کی گئی ہیں۔

(۶): نماز جنازہ کی جگہ[۱]۔(۷): عیدگاہ[۲]۔(۸): جانچ پڑتال کے لیے توپ وغیرہ داغنے کا میدان[۳]۔(۹): کپڑے دھلنے کا تالاب، یا کوئی نہر وغیرہ جہاں آبادی کے دھوبی کپڑے دھلنے کے لیے جاتے ہوں[۴]۔(۱۰): جو لوگ فنائے منفصلہ میں جواز جمعہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک شہر کے باہر نماز جمعہ ادا کرنے کی جگہ؛ کیوں کہ ان کے نزدیک ادائے جمعہ بھی حوائج اہل شہر میں سے ہے[۵]۔

اور فقہ شافعی کی کتابوں میں کچھ اور مثالیں بھی ملی ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱۱): بچوں کے کھیلنے کا میدان یعنی: اسٹیڈیم۔ (۱۲): جلسہ اور دیگر دینی یا سیاسی پروگراموں کا میدان۔ (۱۳): اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ۔(۱۴): باشندگانِ آبادی کا مخصوص چشمہ۔(۱۵): باشندگانِ آبادی کے لیے لکڑیاں چننے کی مخصوص جگہ۔

تحفۃ المحتاج[۶] میں فنائے متصلہ کے بیان میں ہے:

---

(۱): غنية المستملي ص ۵۵۱، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۲): شامی ۳: ۷ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند بحوالہ ابن الکمال۔(۳): حوالہ بالا ص ۸۔

(۴): شامی، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ۲: ۶۰۰ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند میں ہے:

و كذا المرجة الخضراء؛ فإنها معدة لقصر الثياب الخ.

(۵): مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص ۴۲۳، ۴۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۶): تحفۃ المحتاج (مع حواشی الشروانی وابن العبادی ۲: ۳۷۲ مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ محمد بمصر۔

www.besturdubooks.net

"ومنه المقابر المتصلة به ومطرح الرماد وملعب الصبيان ونحو ذلك على ما بحثه الأذرعي. "

ترجمہ: اور آبادی ہی کا حصہ ہیں، وہ قبرستان جو آبادی سے متصل ہوں، راکھ ڈالنے کی جگہ اور بچوں کے کھیل کود کی جگہ وغیرہ، جیسا کہ اذرعی نے اسے بحثاً ذکر فرمایا ہے۔

اور آگے (ص ۳۷۳ پر) ہے:

"ويشترط مجاوزة مرافقها؛ كمطرح رماد، وملعب صبيان، وناد، ومعاطن إبل، وكذا ماء وحطب اختصا بها. "

ترجمہ: اور (مسافر ہونے کے لیے) رہائشی جگہ کے مرافق ومتعلقات سے آگے بڑھ جانا بھی شرط ہے، جیسے: راکھ ڈالنے کی جگہ، بچوں کے کھیل کود کی جگہ، مجلس وپروگرام کی جگہ اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہیں، اور اسی طرح وہ چشمہ اور لکڑیاں چننے کی وہ جگہ جو اس رہائشی جگہ کے ساتھ خاص ہو۔

اور حاشية البجيرمي على الخطيب[1] میں ہے:

"ويدخل في مجاوزتها عرفاً مجاوزة مرافقها كمطرح الرماد وملعب الصبيان ونحو ذلك والنادي ومعاطن الإبل؛ لأنها معدودة من مواضع إقامتهم، شرح المنهج ، ويعتبر في القرية أيضاً مجاوزة مرافقها كمطرح الرماد وملعب الصبيان ونحو ذلك كما مشى عليه جماعة ووافق عليه م، راهـ سم، وضعفه ح ف واعتمد أن القرية يكتفى فيه بأحد أمور ثلاثة الخ".

درج بالا مثالوں اور شوافع کے یہاں فنائے مصر کو مرافق سے تعبیر کرنے کی روشنی میں حوائج ومصالح کی تعیین آسان ہے، اور یہ لفظ حوائج، زکوۃ کے مسائل میں آنے

(۱): حاشية البجيرمي على الخطيب، كتاب الصلاة، فصل في صلاة المسافر ۲: ۳۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

والے حاجت اصلیہ سے قریب ہے، اور زکوۃ کے باب میں حاجت اصلیہ کی مراد میں عرف اور لوگوں کے معیار زندگی کے لحاظ سے کافی توسع برتا گیا ہے، اسی طرح فنائے شہر کے مسئلہ میں بھی حوائج ومصالح کے حوالے سے توسع اختیار کرنا ہوگا؛ بلکہ یہ حوائج تو اصلیت کی قید سے مقید بھی نہیں ہے؛ لہٰذا اس میں اور بھی توسع ہوگا۔

اور اس طرح کی حوائج وضروریات: عرف، زمانہ، علاقہ اور لوگوں کے معیار زندگی کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہیں؛ یعنی: اہل شہر کی، باشندگان شہر کی حیثیت سے شہر سے باہر جس علاقہ سے جس قسم کی بھی عرفی ضروریات عمومی طور پر وابستہ ہوں، یا حکومت کی فوجی ضروریات کا وہاں سے تعلق ہو وہ سب فنائے شہر میں داخل ہوں گے، بشرطیکہ کسی اور کام کے لیے پہلے سے ان کا اعداد نہ ہوا ہو، یا وہ اعداد ختم ہوجائے۔

دوسرا جزو: لفظ اِعداد کی وضاحت

اوپر فقہ حنفی کی مستند ومعتبر کتابوں کے حوالے سے فنائے شہر کی جو تعریفات آئی ہیں، ان سب میں لفظ اِعداد بہ طور خاص آیا ہے؛ البتہ تنویر الابصار کی عبارت میں "**لأجل مصالحه**" کے الفاظ آئے ہیں؛ لیکن اس میں بھی اعداد کے معنی ملحوظ؛ بلکہ مراد ہیں؛ کیوں کہ علامہ شامیؒ نے فنائے شہر کی تعریف کے ذیل میں علامہ شرنبلالیؒ کے حوالے سے جو تشریح ذکر ہے، اس میں فنائے شہر کی تعریف کرتے ہوئے ایک جگہ **مُعَدٌّ** (جو مصدر: **الإعداد** سے صیغہ مفعول ہے: تیار کیا ہوا) کا لفظ اور دوسری جگہ **أُعِدَّ** (جو مصدر: **الإعداد** سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے: تیار کیا گیا) کا لفظ استعمال کیا ہے، اور اس تعریف کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ یہ فنائے شہر کی متفق علیہ تعریف ہے اور ائمہ فقہا نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

لغت میں اِعداد کے معنی

لغت میں اِعداد کے معنی آتے ہیں: کسی کے لیے کوئی چیز تیار کرنا اور مقرر کردینا،

www.besturdubooks.net

تاج العروس[۱] میں ہے: أَعَدّهُ لِأَمرِ كذا: هَيَّأَهُ لَهُ، مصباح اللغات[۲] میں ہے: أَعَدّهُ لِأَمرٍ: تیار کرنا، اور القاموس الوحید[۳] میں ہے: أعدَّ الشيئ: تیار کرنا، مہیا کرنا۔ اور قرآن کریم میں جنت، جہنم، اجر عظیم اور عذاب عظیم وغیرہ کے متعلق أَعَدَّ، أُعِدّ اور أُعِدَّتْ وغیرہ کے الفاظ بکثرت آئے ہیں[۴]، اور حدیث قدسی میں ہے: "أعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر علی قلب بشر، الحدیث"[۵]۔

اور ان سب میں اعداد کے معنی یہ ہیں کہ یہ چیزیں اہمیت کے ساتھ ان کے اہل کے لیے تیار کی گئی ہیں، اور یہ ان کے ساتھ خاص ہیں، جہنم کفار کے لیے تیار کی گئی ہے کہ وہی لوگ اس میں جائیں گے، اور ایمان والوں میں سے فساق وفجار صرف دھلائی وصفائی کے لیے عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے جائیں گے، ہمیشہ کے لیے نہیں، اور جنت ایمان والوں کے لیے تیار کی گئی ہے کہ اس میں وہی حضرات جائیں گے، گویا ان چیزوں کا اعداد اور ان کی وضع بنیادی طور پر صرف اور صرف ان کے اہل کے لیے ہوئی ہے۔

فنائے مصر کی تعریف میں لفظ: مُعَدٌّ کے معنی

پس فنائے شہر کی تعریف میں لفظ: مُعدٌّ کے معنی یہ ہوں گے کہ فنائے شہر وہ جگہ ہے جو خاص اہل شہر کی مصالح وضروریات کے لیے تیار وتجویز کردی گئی ہو؛ لہٰذا جو جگہ

(۱): تاج العروس ۸: ۳۵۸ مطبوعہ: مطبعۃ حکومۃ الکویت۔ (۲): مصباح اللغات ص ۵۱۳۔
(۳): القاموس الوحید ص ۱۰۵۲۔
(۴): دیکھئے: سورہ بقرہ، آیت: ۲۴، سورہ آل عمران، آیت: ۱۳۱، ۱۳۳، سورہ نساء، آیت: ۹۳، ۱۰۲، سورہ توبہ، آیت: ۸۹، ۱۰۰، سورہ احزاب، آیت: ۸، ۲۹، ۳۵، ۴۴، ۵۷، ۶۴، سورہ فتح، آیت: ۶، سورہ مجادلہ، آیت: ۱۵، سورہ طلاق، آیت: ۱۰ اور سورہ دھر، آیت: ۳۱۔
(۵): (مشکوۃ شریف ص ۴۹۵ بحوالہ صحیحین۔

www.besturdubooks.net

شریعت کی طرف سے قیامت تک کے لیے کسی خاص کام کے لیے تجویز ہوچکی ہے، اوراس میں خارج اوقات میں ضمنی طور پر دیگر امور بھی انجام دے لیے جاتے ہیں تو ضمنی امور کی وجہ سے وہ فنائے شہر نہیں کہلائے گی اور اس کی اصل حیثیت ہی کا اعتبار کیا جائے گا، البتہ اگر کوئی جگہ پہلے کسی کام کے لیے معد تھی؛ مگر مصالح شہر کے کاموں میں استعمال ہونے لگی اوراس استعمال کی وجہ سے اس کی سابقہ حیثیت ختم ہوگئی؛ کیوں کہ وہ کمزور وضعیف تھی، یا ابدی نہیں تھی اور مغلوب ہوکر ختم گئی اور نتیجتاً وہ مصالح شہر کے لیے معد ہوگئی، تو وہ بلاشبہ فنائے شہر ہوجائے گی۔

حاصل یہ کہ آبادی کی طرح فنائے شہر میں بھی اعداد کا بنیادی دخل ہوتا ہے، جس طرح اعداد کے بغیر محض رہائش سے کوئی علاقہ، شرعاً آباد علاقہ نہیں ہوسکتا، جیسا کہ بخلاف البساتین الخ کا جزئیہ اور المغنی لابن قدامہ کے حوالے سے ماقبل میں نقل کردہ: لأنها غير معدة للسكنى کی عبارت وغیرہ اس کے واضح دلائل ہیں، اسی طرح فنائے شہر میں بھی اعداد ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی علاقہ ضمنی طور پر مصالح شہر کے کاموں میں استعمال ہونے سے فنائے شہر نہیں کہلائے گا۔

اس کی نظیر: مسجد دراصل پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے ہے، اس کے علاوہ دیگر دینی امور: درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور حلقہ ذکر وغیرہ میں اس کا استعمال تبعی وضمنی ہے؛ لہٰذا مسجد کے نام میں اور اس کی دیگر حیثیتوں میں ادائے نماز کے پہلو کا بنیادی طور پر لحاظ ہوگا، اگر کوئی شخص نماز کے وقت وعظ ونصیحت کی مجلس منعقد کرتا ہے تو اسے منع کیا جائے گا؛ بلکہ نماز باجماعت کے وقت مسجد میں دیگر امور سرے سے جائز ودرست ہی نہ ہوں گے؛ کیوں کہ وہ مسجد کی بنیادی وضع کے خلاف ہیں اور ان سے مسجد کی اصل وضع متاثر ہوتی ہے۔

اعداد کا تحقق کیسے ہوتا ہے؟

البتہ یہ واضح ہو کہ اعداد کی دو صورتیں ہیں:

www.besturdubooks.net

ایک یہ کہ وہ جگہ پہلے سے کسی خاص کام کے لیے معد نہ ہو؛ بلکہ محض جنگل اور ویرانے کی شکل میں ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ پہلے سے کسی چیز کے لیے معد ہو۔

پہلی صورت میں محض مصالح شہر کے استعمال میں آنے سے وہ مصالح شہر کے لیے معد ہوجائے گی، اور دوسری صورت میں اگر اس کا سابقہ اعداد ابدی نہیں ہے، اور مصالح شہر کے لیے استعمال ہونے سے اس کا سابقہ اعداد ختم ہوجاتا ہے تو وہ بھی فنائے شہر بن جائے گی، اور اگر اس کا سابقہ اعداد ابدی ہے، یعنی: کسی صورت میں بھی وہ اعداد ختم نہیں ہوسکتا؛ جیسے میدان منی، مزدلفہ اور عرفات تو ایسی جگہیں ضمنی طور پر مصالح شہر میں استعمال ہونے سے فنائے شہر نہیں بنیں گی۔

فنائے شہر کی تعریف میں دو اور اہم اجزا

فنائے شہر کی تعریف میں دو اور اہم جزو ہیں؛ اس لیے ذیل میں ان کی بھی وضاحت کی جاتی ہے:

فنائے شہر کی تعریف میں ایک اہم جزو یہ بھی ہے کہ وہ جگہ اہل شہر کی، باشندگان شہر کی حیثیت سے سکونتی مصالح کے لیے معد ہو؛ چناں چہ مبسوط سرخسی میں ایک اعتراض کے جواب میں فنائے شہر کی تعریف میں خاص یہ الفاظ آئے ہیں کہ جو جگہ شہر میں قیام اور رہائش کی بنا پر اہل شہر کی مصالح وضروریات کے لیے مقرر وتجویز کی ہوئی ہو، وہ فنائے شہر ہوتی ہے، الفاظ ملاحظہ ہوں:

”قلنا: فناء المصر موضع معد لحوائج أهل المصر بإقامتهم فی المصر لا بإقامتهم في فنائها.“[1]

یعنی: فنائے شہر وہ جگہ ہے جو اہل شہر کی حوائج وضروریات کے لیے معد ومقرر ہو،

(۱): مبسوط سرخسی ۲: ۱۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان۔

www.besturdubooks.net

ان کے شہر میں مقیم ہونے کی وجہ سے، نہ کہ فنائے شہر میں مقیم ہونے کی وجہ سے۔

اس میں بإقامتهم في المصر کی عبارت ہمارے مدعی میں صریح ہے اور یہ اگر چہ کلام کا عبارت النص نہیں ہے؛ مگر دلالت النص ضرور ہے جو قطعیت میں عبارت النص ہی کی طرح ہوتا ہے۔

اور علامہ ابن الہمامؒ فتح القدیر (۱) میں ایک جگہ فنائے شہر کے ملحق بہ شہر ہونے کے مسئلہ پر ایک اعتراض کا جواب نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وأجيب بأنه إنما ألحق به فيما هو من حوائج أهله المقيمين فيه لامطلقاً."

یعنی: فنائے شہر، شہر کے ساتھ لاحق کی گئی ہے صرف ان امور میں جو ان اہل شہر کی حوائج وضروریات میں سے ہوں، جو شہر میں رہائش رکھتے ہیں، نہ کہ مطلقاً۔

اس میں لامطلقاً کا لفظ ہمارے مدعی میں مبسوط کی عبارت سے زیادہ واضح وصریح ہے۔

فنائے شہر کی تعریف میں دوسرا اہم جزو یہ ہے کہ فنائے شہر، صرف اہل شہر کی مصالح وضروریات کے لیے خاص ہو، اہل شہر کی خصوصیت سے قطع نظر، ہر علاقہ یا دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لیے عام نہ ہو۔

اس سلسلہ میں چند فقہی عبارات ملاحظہ ہوں:

علامہ شامی نماز مسافر کے بیان (۲) میں امداد الفتاح کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اگر خانہ بہ دوش لوگوں میں سے کوئی شخص اپنی جائے اقامت سے سفر شرعی کی مسافت پر جاتا ہے، تو اس کا جائے اقامت کی فنائے متصلہ سے گذر جانا بھی شرط ہوگا، اس سے

(۱): فتح القدير مع العنايه والكفايه ، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ۲: ۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان۔

(۲): رد المحتار كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر (۲: ۵۹۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

پہلے وہ مسافر نہ ہوگا، پھر فنائے متصلہ کی وضاحت میں چشمہ اور لکڑیاں چننے کی جگہ کو بھی شمار کرتے ہیں، اس کے بعد امداد الفتاح ہی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"ولعله ما لم یکن محتطبا و اسعا جدا" یعنی: اور یہ شاید اس وقت ہے جب وہ بہت زیادہ وسیع وکشادہ لکڑیاں چننے کی جگہ نہ ہو۔

اور آگے خود فرماتے ہیں:

"و کذا مالم یکن الماء نهرا بعید المنبع."، یعنی: اور اسی طرح جب پانی، دور چشمہ والی نہر نہ ہو۔

پہلے میں وسعت اور دوسرے میں دوری کی بات ہے اور یہ دونوں تخصیص کی نفی کی طرف مشیر ہیں۔

اس سے صریح عبارت فقہ شافعی سے ملاحظہ فرمائیں:

فقہ شافعی کی مشہور کتاب: مغنی المحتاج[1] میں خانہ بہ دوش لوگوں کے حق میں فنائے متصلہ کے بیان میں ہے:

"وإن نزلوا على محتطب أو ماء فلا بد من مجاوزته، إلا أن يتسع بحيث لا يختص بالنازلين."

ترجمہ: اور اگر خانہ بہ دوش لوگوں نے لکڑیاں چننے کی کسی جگہ یا کسی چشمہ پر پڑاؤ ڈال دیا تو (مسافر ہونے کے لیے) اس پورے علاقے سے گذرنا ضروری ہوگا؛ مگر یہ کہ وہ علاقہ اتنا وسیع ہو کہ پڑاؤ ڈالنے والوں کے ساتھ خاص نہ ہو (تو اس صورت میں پورے علاقہ سے گذرنا ضروری نہ ہوگا)۔

فقہ شافعی کی ایک دوسری کتاب: الوسیط فی المذہب[2] میں ہے:

(۱): مغنی المحتاج ۱:۳۹۶، ۳۹۷، مطبوعہ: دار المعرفة بیروت۔

(۲): الوسیط فی المذہب، کتاب صلاة المسافرین، الباب الاول فی القصر ۲:۲۴۴ مطبوعہ: دار السلام للطباعة والنشر والتوزیع۔

www.besturdubooks.net

”وإن نزلوا على منهل أومحتطب فلا بد من مجاوزتهما، إلا أن يتسع بحيث لا يختص بالنازلين.“

ترجمہ: اور اگر خانہ بہ دوش لوگوں نے کسی چشمہ پر یا لکڑیاں چننے کی کسی جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا تو (مسافر ہونے کے لیے) ان دونوں کے علاقہ سے آگے بڑھ جانا ضروری ہوگا؛ مگر یہ کہ وہ علاقہ اتنا وسیع ہو کہ پڑاؤ ڈالنے والوں کے ساتھ خاص نہ ہو (تو اس صورت میں پورے علاقہ سے گذرنا ضروری نہ ہوگا)۔

تحفۃ المحتاج[1] میں خانہ بہ دوش لوگوں کے حق میں فنائے متصلہ ہی کے بیان میں ہے:

”ويشترط مجاوزة مرافقها؛ كمطرح رماد، وملعب صبيان، وناد، ومعاطن إبل، وكذا ماء وحطب اختصا بها.“[2]

کیا منی پر کسی بھی طرح فنائے شہر کی تعریف صادق آتی ہے؟

اوپر فنائے شہر کے حوالے سے جو چند اہم اجزا بیان کیے گئے، اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو منی کے میدان پر ان میں سے کوئی بھی جز وصادق نہیں آتا؛ کیوں کہ میدان منی کا اعداد، مصالح مکہ مکرمہ کے لیے نہیں ہوا ہے؛ بلکہ ادائے نسک اور حاجیوں کے قیام کے لیے ہوا ہے، اور یہ دونوں ہرگز اہل مکہ کی سکونتی مصالح میں سے نہیں ہیں۔ اور اگر بالفرض انھیں اہل مکہ کی مصالح سے مان لیا جائے تو میدان منی صرف مصالح اہل مکہ کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ پورے عالم کے دیگر مسلمان بھی یہاں آکر ایام حج میں قیام اور ادائے نسک کا مساویانہ حق رکھتے ہیں اور حدیث: ”منی مناخ من سبق“ کی رو سے ہر حاجی منی میں ادائے نسک اور قیام کا حق رکھتا ہے؛ اس لیے

(۱): تحفۃ المحتاج مع حواشی الشروانی وابن العبادی ۲: ۳۷۳، مطبوعہ: مطبعۃ مصطفیٰ محمد بمصر۔

(۲): اس کا ترجمہ ماقبل میں گذر چکا۔

www.besturdubooks.net

اسے مکہ مکرمہ کی فنا قرار دینا محققین علمائے کرام کے حوالے سے اوپر ذکر کردہ تصریحات کی روشنی میں ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا، اور رہا جمرات کے میدانوں کا برائے پارکنگ استعمال تو اس کا جواب تفصیل کے ساتھ آگے (سوال نمبر:۸ کے جواب میں) آرہا ہے۔

فنائے شہر کی قسمیں اور ان کے احکام

فنائے شہر کی دو قسمیں ہیں: ایک فنائے متصلہ، دوسرے: فنائے منفصلہ۔

فنائے متصلہ ومنفصلہ کی تعریف

فنائے متصلہ: وہ فنا ہے جو شہر یا گاؤں کی آبادی سے ایک غلوہ سے کم فاصلہ پر ہو، اور آبادی اور اس کے درمیان کسی کھیت کا فصل نہ ہو۔

اور فنائے منفصلہ: وہ فنا ہے جو شہر یا گاؤں کی آبادی سے ایک غلوہ کے بہ قدر یا اس سے زائد دوری پر ہو، یا آبادی اور فنا کے درمیان کسی کھیت کا فصل ہو۔

مسئلہ مسافرت میں فنائے متصلہ ومنفصلہ کا حکم

فنائے شہر مسئلہ مسافرت میں آبادی کے ساتھ لاحق ہے یا نہیں؟ مسافر ہونے کے لیے اس سے مجاوزت شرط ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق تفصیلی گفتگو ماقبل میں گذر گئی، یہاں صرف اس کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

متون میں فنائے شہر سے مجاوزت کے مسئلہ سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے؛ اس لیے تنقیح سے پہلے بعض علما کی رائے یہ تھی کہ مسافر ہونے کے لیے آدمی کا فنائے شہر سے آگے بڑھ جانا شرط نہیں؛ لیکن قاضی خان نے اس میں تفصیل کی اور فرمایا کہ اگر شہر کی آبادی اور فنائے شہر کے درمیان کوئی کھیت نہیں ہے، اور فصل بالکل نہیں یا ایک غلوہ سے کم ہے، تو مسافر ہونے کے لیے فنائے شہر سے آگے بڑھ جانا شرط ہوگا۔ اور اگر دونوں کے درمیان فضا کی شکل میں ایک غلوہ کا فصل ہے یا دونوں کے درمیان کوئی کھیت

www.besturdubooks.net

ہے تو مسافر ہونے کے لیے اس سے آگے بڑھ جانا شرط نہ ہوگا؛ بلکہ آبادی سے نکلتے ہی آدمی مسافر ہوجائے گا، اور بعد کے تمام علمانے قاضی خاںؒ کی تفصیل کو بالاتفاق قبول کیا، پس یہی راجح ومفتی بہ قول ہے، چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱): امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی، اپنے فتاوی[۱] میں فرماتے ہیں:

"وهل يعتبر مجاوزة الفناء؟ إن كان بين المصر وفنائه أقل من قدر غلوة، ولم يكن بينهما مزرعة، يعتبر مجاوزة الفناء أيضا، وإن كان بينهما مزرعة، أو كانت المسافة بين المصر وفنائه قدر غلوة، يعتبر مجاوزة عمران المصر. "

ترجمہ: اور کیا (مسئلہ مسافرت میں) فنائے شہر سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا؟ اگر شہر اور اس کی فنا کے درمیان مقدار غلوہ سے کم فاصلہ ہے، اور دونوں کے درمیان کوئی کھیت نہیں ہے تو فنائے شہر سے بھی آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا، اور اگر دونوں کے درمیان کوئی کھیت ہے، یا شہر اور فنا کے درمیان کی مسافت ایک غلوہ کے بہ قدر ہے تو (صرف) شہر کی آبادی سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔

(۲): فقیہ طاہر بن عبدالرشید بخاری خلاصۃ الفتاوی[۲] میں فرماتے ہیں:

"وأما مجاوزة الفناء فإن كان بين المصر وفنائه أقل من غلوة، ولم يكن بينهما مزرعة، يعتبر مجاوزة الفناء أيضا. وإن كان بينهما مزرعة، أو كانت المسافة بين المصر وفنائه قدر الغلوة، يعتبر مجاوزة عمران المصر، ولا يعتبر مجاوزة الفناء. "

ترجمہ: اور رہا مسئلہ فنائے شہر سے آگے بڑھ جانے کا تو اگر شہر اور اس کی فنا کے

(۱): فتاوی خانیہ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، بر ہامش فتاوی عالمگیری ۱: ۱۶۴، ۱۶۵ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): خلاصۃ الفتاوی، کتاب الصلاۃ، الفصل الثاني والعشرون في صلاة المسافر ۱: ۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

www.besturdubooks.net

درمیان فصل، ایک غلوہ سے کم ہے، اور دونوں کے درمیان کوئی کھیت نہیں ہے تو فنائے شہر سے بھی آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر دونوں کے درمیان کوئی کھیت ہے، یا شہر اور فنا کے درمیان کی مسافت ایک غلوہ کے بہ قدر ہے تو (صرف) شہر کی آبادی سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔

(۳): علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان کلیبو لی معروف بداماد آفندی مجمع الانہر [۱] میں فرماتے ہیں:

"وأما فناء المصر فظاهر كلام المصنف كالهداية أنه لا يشترط مجاوزته وقد فصل قاضي خان فقال : إن كان بين المصر وفنائه أقل من قدر غلوة، ولم تكن بينهما مزرعة تعتبر مجاوزة الفناء أيضا، وإن كانت بينهما مزرعة أو كانت المسافة بين المصر وفنائه قدر غلوة يعتبر مجاوزة عمران المصر."

ترجمہ: اور رہا فنائے شہر کا مسئلہ تو ہدایہ کی طرح مصنف (: علامہ ابراہیم حلبیؒ) کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ (مسئلہ مسافرت میں) اس سے آگے بڑھ جانا شرط نہیں؛ حالاں کہ قاضی خاں نے اس کی تفصیل کی ہے؛ چناں چہ انہوں نے فرمایا کہ اگر شہر اور اس کی فنا کے درمیان مقدار غلوہ سے کم فاصلہ ہے، اور دونوں کے درمیان کوئی کھیت نہیں ہے تو فنائے شہر سے بھی آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر دونوں کے درمیان کوئی کھیت ہے، یا شہر اور فنا کے درمیان کی مسافت ایک غلوہ کے بہ قدر ہے تو (صرف) شہر کی آبادی سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔

(۴): علامہ ابن نجیم مصری البحر الرائق [۲] میں فرماتے ہیں:

"ولم يذكر المصنف مجاوزة الفناء للاختلاف، وفصل قاضي خان

(۱): مجمع الانہر، کتاب الصلاۃ، باب المسافر ۱: ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب المسافر ۲: ۲۲۶ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

في فتاواه؛ فقال: إن كان بينه وبين المصر أقل من قدر غلوة،ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء أيضا، وإن كانت بينهما مزرعة، أو كانت المسافة بينه وبين المصر قدر غلوة، يعتبر مجاوزة عمران المصر اهـ. "

ترجمہ:اور مصنف (:علامہ نسفیؒ) نے فنائے شہر سے مجاوزت کا مسئلہ ذکر نہیں کیا؛ کیوں کہ اس میں اختلاف ہے،اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں تفصیل کی ہے؛ چناں چہ انہوں نے فرمایا کہ اگر اس کے درمیان اور شہر کے درمیان مقدار غلوہ سے کم فاصلہ ہے، اور دونوں کے درمیان کوئی کھیت نہیں ہے تو فنائے شہر سے بھی آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا، اور اگر دونوں کے درمیان کوئی کھیت ہے، یا شہر اور فنا کے درمیان کی مسافت ایک غلوہ کے بہ قدر ہے تو (صرف) شہر کی آبادی سے آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا۔

(۵): علامہ شرنبلالیؒ نورالایضاح ومراقی الفلاح[1] میں فرماتے ہیں:

"ويشترط أن يكون قد جاوز أيضا ماتصل به أي بمقامه من فنائه، .....وإن انفصل الفناء بمزرعة أو فضاء قدر غلوة وتقدم أنها من ثلاث مائة خطوة إلى أربع مائة لا يشترط مجاوزته أي الفناء. "

ترجمہ:اور (مسافر ہونے کے لیے) شرط ہے کہ آدمی جائے اقامت کی اس فنا سے بھی آگے بڑھ جائے، جو جائے اقامت سے متصل ہے۔.....اور اگر فنا، جائے اقامت سے الگ ہے ایک کھیت کے ذریعہ یا مقدار غلوہ فضا کے ذریعہ- اور یہ بات ماقبل میں گذر چکی کہ غلوہ تین سو قدم سے چار سو قدم تک ہوتا ہے- تو فنا سے آگے بڑھ جانا شرط نہ ہوگا۔

(۶): علامہ ابراہیم حلبیؒ غنية المستملي[2] میں فرماتے ہیں:

(۱): نورالایضاح ومراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، كتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر ص۴۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

(۲):غنية المستملي،فصل في صلاة المسافر ص۵۳۷ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

www.besturdubooks.net

"أما فناء المصر فإن كان بينه وبينه أقل من غلوة، وليس بينهما مزرعة، تعتبر مجاوزته أيضا، وإلا فلا."

ترجمہ: اور رہا فنائے شہر کا مسئلہ تو اگر شہر اور اس کے درمیان ایک غلوہ سے کم فاصلہ ہے، اور دونوں کے درمیان کوئی کھیت نہیں ہے تو اس سے بھی آگے بڑھ جانے کا اعتبار ہوگا، ورنہ نہیں۔

(۷): اور علامہ شامیؒ ردالمحتار[۱] میں فرماتے ہیں:

"وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح المصر كركض الدواب ودفن الموتى وإلقاء التراب فإن اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وإن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا."

ترجمہ: اور رہا فنائے شہر کا مسئلہ- اور فنائے شہر وہ جگہ ہے تو مصالح شہر کے لیے مقرر وتجویز کی ہوئی ہو، جیسے: جانوروں کو دوڑانا، مردوں کو دفن کرنا اور مٹی اور راکھ وغیرہ ڈالنا- تو اگر وہ شہر سے متصل ہو تو اس سے مجاوزت کا اعتبار ہوگا، اور اگر ایک غلوہ یا کھیت کے ذریعہ شہر سے الگ ہے تو اعتبار نہ ہوگا۔

مسئلہ جواز جمعہ میں فنائے متصلہ ومنفصلہ کا حکم

رہا مسئلہ جواز جمعہ کا تو اس باب میں فنائے متصلہ، قاضی خاں وغیرہ تمام فقہا کے نزدیک شہر کے حکم میں ہے؛ لیکن فنائے منفصلہ میں اختلاف ہے؛ بعض علمائے کرام اسے بھی شہر کے حکم میں مانتے ہیں، اور وہاں جمعہ جائز قرار دیتے ہیں؛ جب کہ دوسرے بعض علما؛ جیسے: صاحب خانیہ[۲]، صاحب بزازیہ[۳]، صاحب خلاصۃ الفتاوی[۴]،

(۱): ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۵۹۹، ۶۰۰ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): فتاوی خانیہ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر برہامش فتاوی عالمگیری ۱: ۱۶۵ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔ ←

www.besturdubooks.net

صاحب تنویر الابصار (۱)، علامہ شرنبلالیؒ (۲) اور علامہ سید احمد طحطاویؒ (۳) وغیرہ فنائے منفصلہ کو شہر کے حکم میں نہیں مانتے اور اس میں جمعہ کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔

فنائے منفصلہ میں جواز جمعہ کے دلائل اور ان پر کلام

جن علما نے فنائے منفصلہ میں جمعہ کی اجازت دی ہے، ان کی دو دلیلیں ہیں:

پہلی دلیل یہ ہے کہ ادائے جمعہ مصالح شہر سے ہے اور فنائے شہر مصالح شہر ہی کے لیے ہوتی ہے۔

لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ جمعہ کے لیے آبادی سے باہر میدان میں نکلنا مسنون یا مطلوب نہیں؛ بلکہ عام نمازوں کی طرح وہ بھی آبادی میں ادا کی جاتی ہے۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ عیدگاہ فنائے مصر ہوتی ہے؛ جیسا کہ ماقبل میں فنائے مصر کی مثالوں میں گذرا، اور عیدگاہ نزدیک ہو یا دور، وہاں عید کی نماز بہر صورت جائز ہے، اور جب وہاں عید کی نماز جائز ہے تو جمعہ کی نماز بھی جائز ہوگی؛ کیوں کہ شہر یا فنائے شہر جیسے جواز جمعہ کی شرط ہے، اسی طرح جواز عید کی بھی شرط ہے۔

← (۳): فتاوی بزازیہ، کتاب الصلاۃ، الفصل الثاني والعشرون فی السفر بر ہامش فتاوی عالمگیری ۴: ۱۷ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۴): خلاصۃ الفتاوی، کتاب الصلاۃ، الفصل الثالث والعشرون في صلاۃ الجمعۃ ۱: ۲۰۷ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

---

(۱): تنویر الابصار، مع الدر والرد کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ۳: ۷ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۵۰۴، ۵۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۳): حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ص ۴۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

اس دلیل کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ نماز جمعہ کی طرح نماز عید صرف اہل شہر پر واجب ہوتی ہے؛ البتہ نماز عید میں مسنون یہ ہے کہ آبادی سے باہر نکل کر جنگل یا میدان میں ادا کی جائے؛ اس لیے اہل شہر آبادی سے باہر نکل کر جنگل یا میدان میں عید کی نماز ادا کرتے ہیں؛ جب کہ نماز جمعہ آبادی میں ہی ادا کی جاتی ہے؛ کیوں کہ نماز جمعہ آبادی سے باہر نکل کر ادا کرنا مسنون نہیں۔

اور علامہ شرنبلالیؒ نے مراقی الفلاح(۱) میں اور علامہ سید احمد طحطاویؒ نے حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی(۲) میں اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

خلاصۂ کلام

فنائے متصلہ مسئلہ مسافرت اور جواز جمعہ دونوں میں شہر کے حکم میں ہوتی ہے، اور فنائے منفصلہ مسئلہ مسافرت میں کسی کے نزدیک شہر کے حکم میں نہیں ہوتی؛ البتہ جواز جمعہ میں بعض کے نزدیک شہر کے حکم میں ہوتی ہے(۳)۔

(۱): مراقی الفلاح مع حاشیہ علامہ سید احمد طحطاویؒ کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ص ۵۰۴، ۵۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۴۲۳، ۵۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۳): **اضافہ**: تحریر مقالہ کے وقت فنائے منفصلہ میں جواز جمعہ کے مسئلہ میں احقر کا کچھ کچھ رجحان علامہ سید احمد طحطاویؒ کی رائے کی طرف تھا کہ فنائے منفصلہ میں جمعہ جائز نہیں، لیکن جمادی الاولی ۱۴۳۷ھ میں لکھنو جیل میں جمعہ کے متعلق سوال آیا، اس موقع پر اس مسئلہ پر دوبارہ تفصیلی مطالعہ کیا گیا تو دلائل کی روشنی میں جمہور کا ہی کا موقف راجح معلوم ہوا اور اسی کے مطابق لکھنو جیل میں جمعہ کے جواز کا فتوی تحریر کیا جو معہ سوال وجواب شامل مقالہ کیا جاتا ہے، اور غور وفکر کے بعد یہ واضح ہوا کہ علامہ سید احمد طحطاویؒ نے شرح مراقی میں باب الجمعۃ کے جس مسئلہ کا حوالہ دیا ہے، اس سے ان کو اشتباہ ہوا ہے؛ کیوں کہ یہاں دو مسئلے ہیں اور دونوں الگ الگ ہیں؛ ایک ہے کہ فنائے منفصلہ میں جو لوگ ہوں، ان پر جمعہ کا وجوب۔ دوسرا یہ کہ اہل شہر یا قصبہ اگر جمعہ کی نماز آبادی سے باہر فنائے منفصلہ میں ادا کریں تو ←

www.besturdubooks.net

.....

→ جمعہ درست ہوگا یا نہیں؟ یہاں دوسرا مسئلہ زیر بحث ہے، پہلا نہیں۔ اور علامہؒ نے باب الجمعۃ بہ طور تائید جس مسئلہ کا حوالہ دیا ہے، اس کا تعلق پہلے مسئلہ سے ہے، دوسرے سے نہیں؛ اس لیے راجح یہی ہے کہ باشندگان شہر عید کی طرح جمعہ بھی فنائے منفصلہ میں قائم کر سکتے ہیں۔ جیل میں جواز جمعہ کا فتوی حسب ذیل ہے:

۵۳۳/ن

باسمہ تعالی

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

لکھنو جیل، شہر سے تقریباً ۳۵/کلومیٹر دور ہے اور قصبہ سے تقریباً ۷، ۸/کلومیٹر دور ہے، کیا جیل کے اندر اس صورت میں نماز جمعہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ باہر سے امام صرف عیدین کو آتے ہیں، کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ جیل کا پورا علاقہ شہر ہی میں آتا ہے، اس سے جمعہ ہوجاتا ہے، مولانا خالد رشید فرنگی محلی کا بھی یہی فتوی ہے (امام وخطیب قاضی شہر لکھنو)، برائے مہربانی مکمل وضاحت فرمائیں۔ فقط۔

المستفتی: مولانا محبوب عالم رشیدی، از قلم محمد افہام، متعلم دار العلوم دیوبند

۵۱۳/ن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق:۔ سوال میں مذکور جیل اگر لکھنو شہر کی جیل ہے، یعنی: اس کی طرف منسوب ہے اور اس کے تابع ہے تو شہر سے کئی کلومیٹر دور ہونے کے باوجود یہ لکھنو کی فنا میں شامل ہے، البتہ فنائے منفصلہ ہے، متصلہ نہیں اور فنائے منفصلہ اگر چہ مسئلہ مسافرت میں بحکم شہر نہیں ہوتی، لیکن اقامت جمعہ میں وہ بحکم شہر ہوتی ہے اور جیل میں جو عوام کے لیے داخلہ ممنوع ہوتا ہے، اس کی وجہ نماز سے روکنا نہیں ہوتا؛ بلکہ مقصد یہ ←

www.besturdubooks.net

.....

→ ہوتا ہے کہ جیل کے قیدی بھاگ نہ جائیں؛اس لیے سوال میں مذکور جیل میں جمعہ درست ہے،وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى وإلقاء التراب الخ(شامی۲:۵۹۹،۶۰۰،۳:۸،مطبوعہ:مکتبہ زکریا دیوبند)،فقد نص الأئمة على أن الفناء ما أعد لدفن الموتى، وحوائج المعركة؛ كركض الخيل والدواب، وجمع العساكر، والخروج للرمي وغير ذلك(منحۃ الخالق ۲:۲۴۷،مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند)،قوله:" والمختار للفتوى إلخ ": اعلم أن بعض المحققين أهل الترجيح أطلق الفناء عن تقديره بمسافة، وكذا محرر المذهب الإمام محمد، وبعضهم قدره بها، وجملة أقوالهم في تقديره ثمانية أقوال أو تسعة:غلوة، ميل ، ميلان ، ثلاثة ،فرسخ، فرسخان ، سماع الصوت، سماع الأذان. والتعريف أحسن من التحديد؛ لأنه لا يوجد ذلك في كل مصر، وإنما هو بحسب كبر المصر وصغره، بيانه أن التقدير بغلوة أو ميل لا يصح في مثل " مصر "؛لأن القرافة والتربة التي تلي باب النصر يزيد كل منهما على فراسخ من كل جانب، نعم هو ممكن لمثل بولاق؛ فالقول بالتحديد بمسافة يخالف التعريف المتفق على ما صدق عليه بأنه المعد لمصالح المصر؛ فقد نص الأئمة على أن الفناء ما أعد لدفن الموتى، وحوائج المعركة؛ كركض الخيل والدواب، وجمع العساكر، والخروج للرمي، وغير ذلك. وأي موضع يحد بمسافة يسع عساكر "مصر"، ويصلح ميدانا للخيل والفرسان ورمي النبل والبندق البارود واختبار المدافع، وهذا يزيد على فراسخ ؟ فظهر أن التحديد بحسب الأمصار اهـ ملخصا من تحفة أعيان الغنى بصحة الجمعة والعيدين فى الفنا للعلامة الشرنبلالي، وقد جزم فيها بصحة الجمعة في مسجد بني علان الذي بناه بعض أمراء زمانه، وهو في فناء مصر بينه وبينها ثلاثة أرباع فرسخ وشئ(شامی۳:۷،۸)،نیز منحۃ الخالق(علی البحر الرائق ۲: ۲۴۷) دیکھیں،وإنما قيد الاتصال؛ لأنه لو كان منفصلا بينه وبين ←

www.besturdubooks.net

.....

← المصر بالمزارع والمراعي، لايكون فناء له؛ كما بين في باب المسافر عن الخانية، لكن قد خطأه صاحب الذخيرة؛ حيث قال: فعلى قول هذا القائل :لاتجوز إقامة الجمعة ببخارى في مصلى العيد؛ لأن بين المصر وبين المصلى مزارع، وقعت هذه المسألة مرة، فأفتى بعض مشايخ زماننا بعدم الجواز؛ ولكن هذا ليس بصواب؛ فإن أحدا لم ينكر جواز صلاة العيد في مصلى العيد ببخارى، لا من المتقدمين ولا من المتأخرين، وكما أن المصر أو فناء ه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز العيد؛ كما فى الإصلاح (مجمع الانہر ۱:۲۴۷، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت)، نیز الدر المنتقی (مع المجمع ۱: ۲۴۸) اور شامی (۳:۷) دیکھیں۔ بخلاف الجمعة حيث تصح فى الفناء قرب أو بعد فصل بمزارع أو لا؛لأن الجمعة من مصالح البلد بخلاف السفر كما حققه الشرنبلالي في رسالته المذكورة ،حلبی (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر ۱: ۳۳۰، مطبوعہ: مکتبہ اتحاد دیوبند)،بخلاف الجمعة فتصح إقامتها فى الفناء ولو منفصلاً بمزارع؛لأن الجمعة من مصالح البلد بخلاف السفر كما حققه الشرنبلالي في رسالته (شامی ۲:۶۰۰، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند)، نیز فتاوی دار العلوم دیوبند (۵:۱۰۴-۱۰۷، سوال:۲۴۴۹، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند)، امداد الفتاوی (مع حاشیہ ۱:۶۱۱-۶۱۴، ۶۸۲، سوال:۵۳۸-۵۴۱، ۶۱۳، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند)، امداد الاحکام (۱:۵۰۷، ۵۱۷، سوال:۲۴، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی)، فتاوی محمودیہ (۸:۱۸۴، ۱۸۵، سوال:۳۷۵۲، مطبوعہ: ادارۂ صدیق ڈابھیل)، احسن الفتاوی (۴:۱۲۲، ۱۲۳، مطبوعہ: دار الاشاعت کراچی) اور فتاوی مفتی محمود (۲:۶۱۰) دیکھیں۔ فقط واللہ تعالی أعلم۔

(کتبہ) محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ

۱۵ر جمادی الاولی ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۵ر فروری ۲۰۱۶ء پنجشنبہ

نوٹ:۔ سوال میں لکھنو جیل کی، لکھنو شہر سے جو دوری (۳۵ر کلومیٹر) لکھی گئی ہے، یہ وسط شہر کے کسی علاقے سے اس کی دوری ہے، ورنہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ←

www.besturdubooks.net

کیا منی کو مکہ مکرمہ کی فنا قرار دیا جاسکتا ہے؟

ماقبل میں ائمہ فقہا کے حوالے سے فنائے مصر کی جو متفق علیہ تعریف ذکر کی گئی، نیز اس کے متعلق جو مزید تفصیلات آئیں، ان سب کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ منی کو مکہ مکرمہ کی فنا قرار دینا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ منی کا اعداد من جانب شرع ادائے نسک اور حاجیوں کے قیام کے لیے ہوا ہے اور یہ اعداد تا قیامت ابدی ہے اور منی اہل مکہ کے مصالح کے لیے کسی بھی درجہ میں معد ومقرر نہیں ہے؛ بلکہ ان میں اس کا استعمال بھی نہیں ہوتا، لہٰذا میدان کو منی مکہ مکرمہ کی فنا قرار دینا ہرگز صحیح نہ ہوگا۔

منی کے فنائے مکہ نہ ہونے کے مزید دلائل

اور منی کے فنائے مکہ نہ ہونے کی ایک مضبوط دلیل یہ بھی ہے کہ تمام فقہائے احنافؒ نے کتب فقہ میں نماز مسافر کے بیان میں موضعین مستقلین کی مثال میں مکہ کہ لکھنو شہر کی مسلسل آبادی رائے بریلی روڈ پر پی، جی آئی تک پہنچی ہوئی ہے اور اس کے بعد بھی کچھ آبادی ہے اور وہاں سے جیل کی دوری ۶، ۷ر کلو میٹر یا اس سے کچھ کم وبیش ہوگی، اور حضرت مولانا تھانویؒ نے امداد الفتاوی (۱:۶۸۲، سوال:۶۱۳، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند) میں اپنے زمانہ میں جبل پور جیسے شہر کے اس کارخانہ کو جو تقریباً تین میل (تقریباً پانچ کلو میٹر) کے فاصلہ پر واقع تھا، فنائے شہر میں شمار فرمایا ہے، اور موجودہ وقت میں لکھنو شہر کافی بڑا شہر ہے اور ہر جانب اس کی آبادی بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے اور جیل کا مصالح شہر سے ہونا بھی واضح ہے؛ کیوں کہ اس کا قیام اہل شہر کی مصلحت: امن وغیرہ کے مقصد سے ہوتا ہے۔ فقط اللہ تعالی أعلم۔

(کتبہ) محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ الجواب صحیح: محمود حسن غفرلہ، بلند شہری

الجواب صحیح: محمد اسد اللہ غفرلہٗ مہر دار الافتا دار العلوم دیوبند

www.besturdubooks.net

اور منی کو پیش کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ فنائے شہر بحکم شہر اور اس کے تابع ہوتی ہے اور اس کو استقلالی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہاں منی کو مستقل حیثیت دی جارہی ہے؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ جن حضرات نے منی کو فنائے مکہ قرار دیا ہے، ان کی بات صحیح نہیں ہے۔

اور منی کے فنائے مکہ نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ زمانہ قدیم میں جن مشائخ نے حضرات شیخینؒ کے نزدیک منی میں جواز جمعہ کی تخریج میں فنائے مکہ ہونے کی بات کہی ہے، ان پر علمائے کرام نے دو طرح رد کیا ہے؛

ایک تو اس طرح کہ منی اور مکہ کے درمیان دو فرسخ (۱) یا چار فرسخ (۲) کا فاصلہ ہے، اور یہ قول صرف ان لوگوں کی رائے پر درست ہوسکتا ہے جو فنائے مصر کی، شہر سے دو فرسخ دوری کے ساتھ تحدید کرتے ہیں۔ جب کہ توابع میں فراسخ وغیرہ سے تحدید صحیح نہیں؛ بلکہ اصل معیار مصالح بلد کے لیے معد ومقرر ہونا اور ان سے متعلق امور میں استعمال ہونا ہے؛ لہٰذا یہ فنائے مکہ نہیں بن سکتا (۳)۔

---

(۱): فتح القدیر مع الکفایہ والعنایہ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۲: ۲۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان۔

(۲): البحر الرائق کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۲: ۲۴۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۳): نوٹ:۔ اس رد کی یہ تشریح ان فقہائے کرام کی عبارت کی روشنی میں کی گئی ہے، جنہوں نے اس رد میں وتقدیر التوابع للمصریۃ غیر صحیح (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۲: ۲۴۹، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند) فرمایا ہے؛ کیوں کہ اس عبارت کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ توابع ومتعلقات کی تعیین وتحدید علی الاطلاق - خواہ ایک فرسخ یا دو فرسخ سے ہو، یا اس سے کم وبیش - غلط ہے؛ بلکہ اصل معیار فنا کی تعریف کا صادق آنا ہے، جیسا کہ یہ بات علامہ شامیؒ نے ردالمحتار (کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ۳: ۷، ۸ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) میں تفصیل کے ساتھ ذکر فرمائی ہے؛ البتہ جن فقہائے کرام نے اس تخریج کے رد میں محض دوری کو معیار بنایا ہے، جیسا کہ عنایہ شرح ہدایہ (مع فتح القدیر ۲: ۲۴) وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے تو یہ مرجوح ←

www.besturdubooks.net

دوسرا رد یہ ہے کہ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا: جب مسافر نے مکہ اور منی میں پندرہ دن قیام کی نیت کی تو وہ مقیم نہ ہوگا، علامہ ابن الہمامؒ اس سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں شرعاً الگ الگ جگہ ہیں(۱)، فتح القدیر کی عبارت یہ ہے:

"وإنما اقتصر المصنف على هذا الوجه من التعليل دون التعليل بأن منى من أفنية مكة؛ لأنه فاسد؛ لأن بينهما فرسخين، وتقدير الفناء بذلك غير صحيح، قال محمد فى الأصل:"إذا نوى المسافر أن يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يو ما، لا يصير مقيما "فعلم اعتبارهما شرعا موضعين."

ترجمہ: اور مصنف (: صاحب ہدایہ: علامہ مرغینانیؒ) نے صرف اس تعلیل پر اکتفا فرمایا، یہ تعلیل نہیں ذکر فرمائی کہ منی مکہ کی فنا ہے؛ اس لیے کہ یہ تعلیل فاسد ہے؛ کیوں کہ دونوں کے درمیان دو فرسخ ہیں، اور فنا کی یہ تحدید وتعیین صحیح نہیں۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا: جب مسافر نے مکہ اور منی میں پندرہ دن قیام کی نیت کی تو وہ مقیم نہ ہوگا پس معلوم ہوا کہ شریعت میں دونوں کو الگ الگ مقام مانا گیا ہے۔

اور الکفایہ شرح الہدایہ (مع الفتح ۲:۲۶) میں ہے:

"وذكر فى المحيط:ومن المشايخ من قال: إن عندهما إنما يجوز أداء الجمعة

← قول پر مبنی رد ہوگا؛ کیوں کہ راجح قول کی بنا پر فنائے شہر کی، شہر سے دوری میں کوئی تحدید نہیں ہے؛ بلکہ اصل معیار فنا کی تعریف ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے محققین نے یہ تخریج سرے سے ذکر ہی نہیں کی ہے، دیکھئے: مجمع الانہر والدر المنتقی (۱: ۲۴۸، ۲۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، ردالمحتار (۳: ۱۴، ۱۵ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) اور مراقی الفلاح اور حاشیہ علامہ سید احمد طحطاویؒ علی المراقی (ص ۵۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) وغیرہ۔

(۱): فتح القدیر مع الکفایہ والعنایہ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۲:۲۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان۔

www.besturdubooks.net

بمنى؛ لأنها من أفنية مكة،، وهذا فاسد إلا على قول من يقدر فناء المصر بفرسخين؛ لأن بين مكة ومنى فرسخين. وقال:محمد رحمه الله تعالى فى الأصل:" إذا نوى أن يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يوما، لم يتم الصلاة " فعلم بهذا أنهما موضعان. "

ترجمہ:اورمحیط میں مذکور ہے: اوربعض مشائخ نے فرمایا:حضرات شیخینؒ کے نزدیک منی میں جمعہ کی ادائیگی صرف اس وجہ سے جائز ہے کہ کہ منی مکہ کی فنا ہے؛ حالاں کہ منی کا فنائے مکہ ہونا فاسد ہے،البتہ ان فقہا کے قول پر درست ہے جوفنائے شہر کی دوفرسخ سے تحدید کرتے ہیں؛ کیوں کہ مکہ اورمنی کے درمیان دوفرسخ ہیں۔اور امام محمدرحمہ اللہ تعالی نے کتاب الاصل میں فرمایا:''جب کسی نے مکہ اورمنی میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی،تو نماز مکمل نہیں پڑھے گا''پس اس سے معلوم ہوا کہ کہ مکہ اورمنی دونوں الگ الگ جگہیں ہیں۔

پس جب صاحب مذہب نے منی کومستقل مقام قرار دے کراس کے مکہ کی فنا ہونے کی نفی فرمادی تواب اس مذہب کے کسی فقیہ یاعالم کامنی کوفنائے مکہ قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟اور واضح رہے کہ یہ قول صرف امام محمدؒ کانہیں ہے؛ بلکہ ہمارے تینوں ائمہ:حضرت امام ابوحنیفہؒ،امام ابو یوسفؒ اورامام محمدؒ کا ہے؛ کیوں کہ کتاب الأصل کے شروع میں ہے:

ابوسلیمان جوزجانیؒ،امام محمدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمدؒ نے فرمایا:میں نے تمہارے سامنے ابوحنیفہ اورابو یوسف کا قول اوراپنا قول وضاحت سے ذکر کردیا،اور جس میں اختلاف نہ ہووہ ہم سب کا قول ہے،أبو سليمان الجوزجانيؒ عن محمد بن الحسن قال: قد بينت لكم قول أبي حنيفة وأبي يوسف وقولي، وما لم يكن فيه اختلاف فهو قولنا جميعاً(۱)،اورآگے یہ مسئلہ باب صلاۃ المسافر(ص۲۳۷)میں بغیر

(۱):كتاب الأصل، كتاب الطهارة والصلاة، ۱: ۲۷ بتحقیق ابو الوفاء الأفغانی،مطبوعہ: دار عالم الكتب بيروت۔

www.besturdubooks.net

کسی اختلاف کے نقل فرمایا ہے۔

اور منی کے فنائے مکہ ہونے کا پہلا ردمرجوح روایت پر مبنی ہے، نیز وہ عارضی ہے اور دوسرا ردائمی وابدی ہے، اور اس کے پیش نظر منی کبھی بھی فنائے مکہ نہیں ہوسکتا، وہ اپنی جگہ دائمی طور پر مستقل مقام کی حیثیت رکھتا ہے؛ کیوں کہ وہ من جانب شارع ادائے نسک اور قیام حجاج کے لیے معد ومقرر ہے۔

منی کو فنائے مکہ قرار دینے والوں کے دلائل اور ان کا جواب

اور جو حضرات منی کو فنائے مکہ قرار دیتے ہیں، ان کے پیش کردہ سارے دلائل قابل اعتراض ہیں، کسی بھی دلیل سے صحیح طور پر منی کا فنائے مکہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، ہم ذیل میں ان کے دلائل اور ان دلائل کا سقم ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

منی کے فنائے مکہ ہونے کی پہلی دلیل اور اس پر چھ اعتراض

پہلی دلیل: ان حضرات کے پاس منی کو فنائے مکہ قرار دینے کی ایک دلیل یہ ہے: سارا حرم مکہ کے تابع ہے، اور منی حدود حرم میں ہے؛ لہٰذا منی بھی مکہ کے تابع اور اس کی فنا ہے۔

پہلی دلیل پر چھ اعتراض : لیکن اس دلیل پر قوی ترین چھ اعتراض ہیں:

اعتراض (۱): پہلا اعتراض یہ ہے کہ جب سارا حرم فنائے مکہ ہے، تو مکہ کی آبادی سے اتصال کی وجہ سے یہ فنائے متصلہ ہوگا، اور فنائے متصلہ تمام فقہا کے نزدیک مسئلہ مسافرت وجمعہ دونوں میں آبادی کے حکم میں ہوتی ہے؛ لہٰذا اس صورت میں مکہ کا آدمی جب تک حدود حرم سے نہ نکلے، مسافر نہ ہونا چاہیے؛ حالاں کہ یہ بات ہمارے تینوں ائمہؒ سے مروی تصریح کے خلاف ہے؛ کیوں کہ ہمارے تینوں فقہا نے اجماعی طور پر منی کو اپنے زمانہ میں مسئلہ مسافرت میں موضع مستقل قرار دیا ہے؛ بلکہ یہ قول یعنی: مکی

www.besturdubooks.net

کا مسافر ہونے کے لیے مکہ کی آبادی کے علاوہ حدود حرم سے گذر جانا ضروری ہے- میرے علم میں- کسی بھی فقیہ سے مروی نہیں، اور مکہ کی آبادی جس جانب حدود حرم سے آگے بڑھ چکی ہے، اس جانب آدمی پوری آبادی پار کرنے کے بعد ہی مسافر ہوگا، اس جانب صرف حدود حرم سے باہر ہو جانے پر مسافر نہ ہوگا۔

اعتراض (۲): دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب پورا حرم فنائے مکہ ہے، تو فنائے متصلہ ہونے کی وجہ سے پورے حدود حرم میں جمعہ کی نماز جائز ہونی چاہیے اور اس میں کسی کا اختلاف نہ ہونا چاہیے؛ حالاں کہ امام محمدؒ سے منی میں جمعہ کا عدم جواز مروی ہے۔

اعتراض (۳): تیسرا اعتراض یہ ہے کہ فنائے شہر، شہر کے تابع ہوتی ہے، وہ اصل اور مستقل مقام کی حیثیت نہیں رکھتی؛ لہٰذا ہمارے ائمہ احنافؒ: حضرات شیخین اور امام محمدؒ اور تمام فقہائے احنافؒ نے جو منی کو موضع مستقل قرار دیا ہے، یہ صحیح نہیں ہونا چاہیے، جب کہ یہ متون کا مسئلہ ہے۔

اعتراض (۴): چوتھا اعتراض یہ ہے کہ شہر اور فنائے شہر دونوں آپس میں غیر ہوتے ہیں؛ کیوں کہ فنا ہمیشہ شہر کی آبادی سے باہر ہوتی ہے، اور حرم کو مکہ مکرمہ کی فنا تسلیم کرنے کی صورت میں خود مکہ کا اپنی فنا میں ہونا لازم آتا ہے؛ کیوں کہ مکہ حدود حرم ہی میں ہے۔

اعتراض (۵): پانچواں اعتراض یہ ہے کہ فنائے شہر، شہر کے بڑھنے سے بڑھ جاتی ہے اور یہ ایسی فنا ہے جس کے حدود من جانب شرع متعین ہیں، اور اس میں کبھی کوئی کمی زیادتی نہیں ہوسکتی؛ پس یہ فنا، دنیا کی تمام فناؤں سے اس سلسلہ میں مختلف کیوں ہوئی؟ کہیں اسے فنا قرار دینا کسی ضعیف ومرجوح قول کی بنا پر تو نہیں ہے؟ اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔

اعتراض (۶): چھٹا اعتراض یہ ہے کہ ائمہ فقہا کے نزدیک فنائے مصر کی جو متفق علیہ تعریف ہے، یعنی: **المكان المعد لمصالح أهل البلد** یہ حدود حرم پر منطبق نہیں ہوتی؛ کیوں کہ پورا حرم ہرگز مصالح اہل مکہ کے لیے معد ومقرر نہیں ہے، بلکہ مکہ مکرمہ

www.besturdubooks.net

میں کعبۃ اللہ کے آس پاس کا جو علاقہ، حرم قرار دیا گیا ہے، وہ محض کعبۃ اللہ کے احترام اور اس کی عظمت وبلندی کے اظہار کے لیے قرار دیا گیا ہے؛ اسی لیے حدود حرم کے کچھ ایسے مخصوص احکام ہیں جو کعبۃ اللہ کی عظمت واحترام کو ظاہر کرتے ہیں، جن کا مصالح اہل مکہ سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ کیوں کہ اس طرح کے احکام دنیا میں کسی شہر کی فنا کے لیے ثابت نہیں۔

منی اور حدود حرم میں فرق

لیکن یہ واضح رہے کہ منی اور حدود حرم میں فرق ہے، وہ یہ کہ منی میں آبادی ممنوع ہے، حدود حرم میں اس کے احکام کی پاس داری کے ساتھ آبادی میں کوئی ممانعت نہیں؛ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم؛ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ سے کعبۃ اللہ کے آس پاس آبادی چلی آرہی ہے؛ لہٰذا مسئلہ اعداد کو لے کر کسی کو حدود حرم کی آبادی پر کوئی اشکال نہ ہونا چاہیے اور نہ ہی منی کو حدود حرم پر قیاس کرنا چاہیے۔

منی کے فنائے مکہ ہونے کی دوسری دلیل اور اس کا جواب

دوسری دلیل: قائلین اتمام، منی کے فنائے مکہ ہونے کی دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں جن فقہا نے حضرات شیخینؒ کے نزدیک منی میں جواز جمعہ کی تخریج اس بات پر کی تھی کہ منی فنائے مکہ ہے، ان کے قول کو صرف اس وجہ سے رد کیا گیا کہ مکہ اور منی کے درمیان دو فرسخ کا فاصلہ ہے اور فنائے شہر، شہر سے اتنی دور نہیں ہوسکتی؛ لیکن اب مکہ کی آبادی اور منی کے درمیان بالیقین دو فرسخ کا فاصلہ نہیں رہا ہے؛ لہٰذا اب منی بلاشبہ فنائے مکہ ہے۔ اور پھر وہ تمام فقہی عبارتیں پیش کرتے ہیں جو اس قول کے رد میں کتابوں میں ذکر کی گئی ہیں۔

منی کے فنائے مکہ ہونے کی دوسری دلیل کا جواب: لیکن یہ حضرات ان فقہی عبارتوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں جن میں فنائے مکہ نہ ہونے کی یہ

www.besturdubooks.net

وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ منی اور مکہ دونوں مستقل جگہ ہیں اور فنائے شہر، شہر کے تابع ہوتی ہے، نیز فنائے شہر کی فراسخ سے تحدید مذہب میں مرجوح قول پر مبنی ہے؛ چناں چہ علامہ شامیؒ ردالمحتار (۱) میں فرماتے ہیں:

''اعلم أن بعض المحققين أهل الترجيح أطلق الفناء عن تقديره بمسافة، وكذا محرر المذهب الإمام محمدؒ.....،والتعريف أحسن من التحديد؛ لأنه لا يوجد ذلك في كل مصر.....'' (پوری عبارت مع ترجمہ ماقبل میں گذر چکی)۔

نیز ان حضرات کا فنائے شہر کی متفق علیہ تعریف کو نظر انداز کر کے صرف ضعیف ومرجوح قول کو بنیاد بنا کر منی کو فنائے مکہ قرار دینا احقر کے نزدیک سمجھ سے بالاتر ہے (تفصیل ماقبل میں آچکی)۔

منی کے فنائے مکہ ہونے کی تیسری دلیل اور اس کا جواب

تیسری دلیل: قائلین اتمام منی کے فنائے مکہ ہونے کی تیسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ منی کا میدان ادائے مناسک اور قیام حجاج میں استعمال ہوتا ہے، اور وہ انہی کاموں کے لیے معد بھی ہے، اور ادائے مناسک اور قیام حجاج ایسی مصلحت ہے جس میں اہل مکہ بھی شریک ہیں؛ لہٰذا ادائے مناسک اور قیام حجاج کے اعتبار سے منی بلا شبہ فنائے مکہ ہے۔

منی کے فنائے مکہ ہونے کی تیسری دلیل کا جواب: ماقبل میں فنائے شہر کی تعریف کے اہم اجزا میں مبسوط اور فتح القدیر کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ فنائے شہر وہ جگہ ہوتی ہے جو باشندگان شہر کی، بحیثیت باشندگان سکونتی مصالح کے لیے معد ہو، مبسوط کے الفاظ ہیں: ''قلنا: فناء المصر موضع معد

(۱): ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة ۳: ۷، ۸، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

لحوائج أهل المصر بإقامتهم في المصر، لا بإقامتهم في فنائها "[1]، یعنی: فنائے شہر وہ جگہ ہے جو اہل شہر کی حوائج وضروریات کے لیے معد ومقرر ہو، ان کے شہر میں مقیم ہونے کی وجہ سے، نہ کہ فنائے شہر میں مقیم ہونے کی وجہ سے۔

اس میں بإقامتهم في المصر کے الفاظ بہ طور خاص توجہ طلب ہیں؛ کیوں کہ یہ عبارت ہمارے مدعی میں صریح ہے؛ البتہ یہ کلام کا عبارت النص نہیں ہے، مگر دلالت النص ضرور ہے جو قطعیت میں عبارت النص ہی کی طرح ہوتا ہے۔

اور فتح القدیر[2] کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: "وأجيب بأنه إنما ألحق به فيما هو من حوائج أهله المقيمين فيه لا مطلقا" یعنی: فنائے شہر کو شہر کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے، ان امور میں جو ان اہل شہر کی حوائج میں سے ہوں جو شہر میں اقامت رکھتے ہیں، نہ کہ مطلقاً۔

اس میں لامطلقاً کا لفظ ہمارے مدعی میں مبسوط کی عبارت سے زیادہ واضح وصریح ہے۔

نیز ردالمحتار[3]، مغنی المحتاج[4] اور تحفۃ المحتاج[5] کے حوالہ سے ماقبل میں یہ بات آچکی ہے کہ فنائے شہر صرف وہ جگہ ہوتی ہے، جو کسی خاص اہل شہر یا گاؤں کے مصالح کے لیے ہو، اہل شہر کی خصوصیت سے قطع نظر ہر علاقہ یا دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لیے عام نہ ہو۔

اب جب ہم ان اصولی باتوں کے پیش نظر منی کے فنائے مکہ ہونے کی درج بالا

(۱): مبسوط سرخسی ۲:۱۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان۔

(۲): فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲:۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان۔

(۳): ردالمحتار کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲:۵۹۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۴): مغنی المحتاج ۱:۳۹۶، ۳۹۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

(۵): تحفۃ المحتاج، مع حواشی الشروانی وابن العبادی ۲:۳۷۳ مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ محمد بمصر۔

www.besturdubooks.net

دلیل پر غور کرتے ہیں تو روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ منی کے فنائے مکہ ہونے کی یہ دلیل بھی فاسد ہے؛

کیوں کہ منی جو ادائے مناسک اور قیام حجاج کے لیے معد ہے، وہ اہل مکہ کے ساتھ باشندگان مکہ کی حیثیت سے ہرگز خاص نہیں؛ بلکہ منی تمام مسلمانان عالم کے لیے ادائے نسک اور بحیثیت حاجی قیام کی جگہ ہے، اور مکی حضرات وہاں عام حجاج ہی کی حیثیت سے پہنچتے ہیں، اس میں ان کے اہل مکہ ہونے کی حیثیت کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا، نیز اللہ تعالی نے قرآن پاک میں حج کی فرضیت کے بیان میں بالکل عام الفاظ استعمال فرمائے ہیں، ان سے حج میں اہل مکہ کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی؛ چناں چہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿وللّٰه على النَّاس حجُّ البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ (سورہ آل عمران آیت: ۹۷)، نیز احادیث میں بھی حج کی فرضیت واہمیت کے متعلق بالکل عام الفاظ آئے ہیں؛ اس لیے منی میں قیام اور ادائے نسک میں بھی تمام حجاج کرام مساویانہ حق واختیار رکھتے ہیں، اس میں کسی نبی، یا ولی، مکی، یا غیر مکی کسی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے منی میں گھر یا عمارت تعمیر کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "لا، منی مناخ من سبق"۔

حاصل یہ کہ منٰی کا میدان کسی بھی اعتبار سے اہل مکہ کے ساتھ خاص نہیں ہے اور نہ ہی انھیں منی کے ساتھ عام حجاج کی بہ نسبت کسی قسم کا کوئی اختصاص حاصل ہے؛ بلکہ اہل مکہ دیگر عام حجاج کی طرح منی میں قیام اور ادائے مناسک کا حق رکھتے ہیں، اور محض اہل مکہ ہونے کی حیثیت سے منی سے ان کی کوئی بھی مصلحت وضرورت وابستہ نہیں ہے؛ لہٰذا ادائے مناسک وقیام حجاج کے اعتبار سے منی کو فنائے مکہ قرار دینا محققین علمائے کرام کی تصریحات کی روشنی میں ہرگز صحیح ودرست نہیں ہے۔

اور اس دلیل کے فاسد ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پوری تاریخ اسلام میں کسی بھی معتبر فقیہ نے ادائے مناسک اور قیام حجاج کے اعتبار سے منی کو فنائے مکہ قرار نہیں دیا

www.besturdubooks.net

ہے، اور نہ ہی فنائے شہر کی تعریفات میں اس کا کوئی تذکرہ یا اشارہ ملتا ہے؛ جب کہ زمانہ قدیم سے عام مسلمانان عالم کی طرح اہل مکہ بھی برابر حج کرتے آرہے ہیں۔

منی کے فنائے مکہ ہونے کی چوتھی دلیل اور اس کا جواب

چوتھی دلیل: قائلین اتمام کے نزدیک منی کے فنائے مکہ ہونے کی ایک دلیل وہ بھی ہے، جو اس کے بعد والے سوال (نمبر:۸) میں آرہی ہے، (یہ دلیل اور اس کا جواب، آگے سوال وجواب میں ملاحظہ فرمائیں)۔

سوال نمبر ۸ اور اس کا جواب:

سوال نمبر:۸: آج کل رمضان المبارک میں معتمرین کی کثرت ہوتی ہے، اور حکومت سعودیہ کی طرف سے جمرات کے اردگرد بڑے میدانوں کو معتمرین کی بسوں کے لیے پارکنگ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ جمرات کے قریب لگے ہوئے سرکاری بورڈ سے واضح ہوتا ہے، تو کیا اس اعتبار سے منی کو مصالح بلد میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

جواب سوال نمبر: ۸:

جمرات کے قریب محلّہ شیشہ کی طرف جو میدان ہے، جو ماہ رمضان میں معتمرین کی بسوں اور گاڑیوں کے لیے بہ طور پارکنگ استعمال کیا جاتا ہے، وہ حدود منی سے خارج ہے؛ کیوں کہ اس جانب منی کی حد، جمرہ عقبہ سے پہلے ختم ہوجاتی ہے[1]؛ لہٰذا جب یہ میدان حدود منی سے خارج ہے، تو ماہ رمضان میں معتمرین کی بسوں اور گاڑیوں کی پارکنگ میں اس کے استعمال کیے جانے سے منی کو فنائے مکہ قرار دینا حد درجہ تعجب وحیرت کا باعث ہے؛ بلکہ سوال نامہ میں اس کی وضاحت ضروری تھی کہ یہ میدان حدود منی سے خارج ہے، نیز جمرات کے اردگرد کی تعبیر بھی اشکال سے خالی نہیں۔

(۱): دیکھئے: موسوعہ فقہیہ ۳۹: ۵۷ اور غنیۃ الناسک ص ۲۲۱، ۲۲۲ وغیرہ۔

www.besturdubooks.net

اور اگر مان لیا جائے کہ یہ پارکنگ کے لیے استعمال کیا جانے والا حصہ حدود منی میں داخل ہے؛ یعنی: یہ میدان، وادی محسر کی طرف جمرہ عقبہ کے بعد کا ہے، تو بھی منی کا کچھ حصہ معتمرین کی بسوں اور گاڑیوں کی پارکنگ کے لیے استعمال ہونے سے پورے میدان منی کو فنائے مکہ قرار دینا ناجائز مبالغہ سے خالی نہیں؛ کیوں کہ فنا کی حدود میں صرف وہ حصہ آتا ہے جو عام طور پر مصالح بلد میں استعمال ہوتا ہو، نہ یہ کہ محض نام کا سہارا لے کر ایک وسیع وعریض بڑے علاقہ اور میدان کو فنا قرار دیدیا جائے؛ کیوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کوئی بڑا میدان دس بیس کلومیٹر کی مسافت میں واقع ہو، اور اہل شہر اس کے کچھ حصہ میں نماز عید ادا کرتے ہوں، تو پورے دس، بیس کلومیٹر کے میدان کو فنائے شہر قرار دینا بلاشبہ ناجائز مبالغہ ہوگا؛ بلکہ فقہی نقطہ نظر سے درست ہی نہ ہوگا؛ کیوں کہ فقہی نقطہ نظر سے صرف استعمال کیا جانے والا حصہ فنائے شہر کہلاتا ہے۔

اور شاید بعض لوگوں کو یہ اشتباہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ انہوں نے منی کو آبادی کے مانند مان لیا کہ جیسے آبادی سے آبادی کے اتصال میں دوسری پوری آبادی پہلی آبادی کے ساتھ متحد ہوجاتی ہے، اور ایک آبادی کے کنارے کا دوسری آبادی کے کنارے سے اتصال دونوں کے تمام اجزا میں اتصال اور اتحاد قائم کردیتا ہے، اسی طرح اگر کئی کلومیٹر میں پھیلے ہوئے میدان کا کچھ حصہ فنائے شہر ہے، تو پورا میدان فنائے شہر بن جائے گا؛ حالاں کہ یہ اصول کے بالکل خلاف ہے؛ کیوں کہ میدان، آبادی کے حکم میں فنائے متصلہ کی بنا پر ہوتا ہے، اور شہر کی فنا، صرف استعمال کیا جانے والا حصہ بنتا ہے، نہ کہ کئی کلو میٹر میں پھیلا ہوا سارا میدان؛ لہٰذا جتنا حصہ فنا بنے گا، صرف وہ آبادی کے حکم میں ہوگا، پورا میدان آبادی کے حکم میں نہ ہوگا۔

نیز اس کی ایک بنیاد یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرات منی کو آباد علاقہ مانتے ہیں؛ حالاں کہ ماقبل میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا جاچکا ہے کہ منی کو آباد علاقہ کہنا صحیح ودرست نہیں ہے۔

www.besturdubooks.net

آبادی اور منی میں جہاں وہ تمام فرق ہیں جو ماقبل میں ذکر کیے گئے، وہیں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ منی کا نام جو منی ہے وہ آبادی کے لحاظ سے نہیں ہے؛ بلکہ بحیثیت مشعر ایک میدان کا نام ہے، اور شرع میں اس کی حدود اور استقلالی حیثیت دونوں متعین ولازم ہیں، جب کہ عام جگہوں کے جو نام ہوتے ہیں وہ آبادی کے لحاظ سے ہوتے ہیں اور آبادی کے بڑھنے سے ان کا اطلاق بھی بڑھ جاتا ہے؛ جیسے: دیوبند اب سے پچاس سال پہلے جتنے خطہ کا نام تھا، آبادی بڑھنے کے بعد دیوبند کا اطلاق آبادی کے حساب سے پہلے سے زیادہ خطہ پر ہونے لگا۔

نیز ایک آبادی دوسری بڑی آبادی کے گھیرے میں آنے سے مغلوب ہوکر اپنا استقلال ختم کرلیتی ہے؛ جیسا کہ فتاوی عالمگیری[1] کے اس جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے:

”وإن اتخذ المسلمون مصرا في أرض موات لا يملكها أحد، فإن كان بقرب ذلك قرى لأهل الذمة، فعظم المصر حتى بلغ تلك القرى، وجاوزها، فقد صارت من جملة المصر؛ لإحاطة المصر بجوانبها ..... كذا في الذخيرة.“

ترجمہ: اگر مسلمانوں نے کسی بنجر علاقہ میں کوئی شہر بنالیا جس کا کوئی مالک نہیں ہوتا ہے، تو اگر اس کے قریب اہل ذمہ کے گاؤں ہوں، پھر شہر بڑھ کر ان گاؤں تک پہنچ جائے اور ان سے آگے بڑھ جائے تو وہ گاؤں شہر کا ایک حصہ بن جائیں گے؛ کیوں کہ شہر نے ان کے تمام کناروں کا احاطہ کرلیا ہے۔.....ذخیرہ میں ایسا ہی ہے۔

بلکہ آبادی اگر ویرانے میں تبدیل ہوجائے تو وہ جنگل وبیابان کی شکل اختیار کرلیتی ہے، جب کہ منی اپنی حدود کے اعتبار سے متعین ہے، اس میں کوئی کمی زیادتی نہیں ہوسکتی اور اس کا استقلال بھی دائمی وابدی ہے، وہ بھی کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ یہ کہ منی کے تسمیہ میں آبادی کا کوئی دخل نہیں ہے، اور آبادی کا کچھ حصہ

(۱): فتاوی عالمگیری، کتاب السیر ،الباب الثامن فی الجزیۃ۲:۲۵۱مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

آبادی سے مل جانے سے ساری آبادی دوسری آبادی کے حکم میں ہوجاتی ہے، اور یہاں میدان منی کا کچھ حصہ معتمرین کی بسوں اور گاڑیوں کی پارکنگ میں استعمال ہونے سے پورے میدان کو فنائے مکہ قرار دینا ہرگز درست نہیں ہوسکتا۔

بلکہ اگر پورا میدان منی، ایام حج کے علاوہ میں مصالح مکہ کے لیے استعمال ہونے لگے تب بھی منی کو فنائے مکہ کہنا صحیح نہ ہوگا؛ کیوں کہ فنا میں اعداد بنیادی شرط ہے، اور منی کا اعداد اور اس کی اصل وضع ادائے نسک اور حاجیوں کے قیام کے لیے ہوئی ہے، جو تا قیامت ابدی ہے، اور اس کی یہ حیثیت کبھی ختم نہیں ہوسکتی؛ لہٰذا منی کا مصالح مکہ کے لیے استعمال محض ضمنی وتبعی ہوگا، یہ اس کا اصل وبنیادی استعمال نہ ہوگا۔ اور تبعی وضمنی استعمال کی وجہ سے منی کو فنائے مکہ کہنا درست نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں إعداد لمصالح البلد کی شرط نہیں پائی جاتی ہے، اور جیسے بساتین کے جزئیہ میں تبعی وضمنی رہائش کی بنا پر اسے آباد علاقہ نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح منی کے مصالح مکہ میں تبعی وضمنی استعمال کی وجہ سے بھی اسے فنائے مکہ کہنا صحیح نہ ہوگا۔

منی کا فنائے مکہ کے طور پر مصالح اہل مکہ میں استعمال شرعاً درست نہیں

بلکہ منی کا فنائے مکہ کے طور پر مصالح اہل مکہ میں استعمال کیا جانا شرعاً جائز ودرست ہی نہیں ہے؛ جیسا کہ مملکت سعودیہ عربیہ کے سابق مفتی: شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے، جو انہوں نے مزدلفہ میں اسٹیڈیم بنانے کی خبر سن کر حکومت وقت کو لکھا تھا۔

شیخ کا وہ خط فتاوی محمد بن ابراہیم آل الشیخ (۵: ۱۱۱) کے حوالہ سے مع عنوان ونمبر حسب ذیل ہے:

"(۱۲۰۷ – استنكار خبر إقامة ملعب في مزدلفة)

www.besturdubooks.net

" برقية "

صاحب الجلالة الملك المعظم أيده الله الرياض،بلغني أنه سيتخذ موضع ملعب بناحية وراء منى في طرف مزدلفة، ومن المعلوم – حفظك الله – أن هذا حرم ومشعر، ولا يصح للملاعب، فهو لإقامة ذكر الله، والركعة فيه بمائة ألف ركعة، فالواجب منع ذلك. وأرجو أن هذا الخبر ليس له صحة، كما أنه وإن سولت لأحد نفسه محاولة ذلك؛ فإن عندكم من تقوى الله تعالى، وتعظيم هذه المشاعر المفضلة ما يحصل منه نفي ذلك، وعدم السماح به. وبرقيتي هذه زيادة تنبيه ولفت نظر، وإلا ففي غيرتكم وشعوركم بما يجب تجاه هذه المشاعر من الاحترام والصيانة كفاية، محمد بن إبراهيم(ص–م ۲۳۷۸ في ۲۵/ ٦/ ۱۳۸۰ هـ) ."

ترجمہ:عنوان:۔۱۲۰۷-مزدلفہ میں کھیل کا میدان بنائے جانے کی خبر پر اظہار ناپسندیدگی

"تار"

عزیز المرتبت قابل تعظیم بادشاہ - اللہ کی طرف سے ہمیشہ آپ کی تائید رہے-ریاض!

مجھے خبر پہنچی ہے کہ منی کے پیچھے مزدلفہ کے کسی حصہ میں عنقریب ایک اسٹیڈیم بنایا جائے گا۔حالاں کہ آپ کو- اللہ آپ کی حفاظت فرمائیں-معلوم ہے کہ مزدلفہ ایک قابل احترام جگہ اور مشعر ہے،اور یہ کھیل کے میدانوں کے لیے ہرگز لائق ومناسب نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ ذکر خداوندی قائم کرنے کے لیے ہے، یہاں ایک رکعت نماز دوسری جگہ ایک لاکھ رکعت کے برابر ہے؛ لہٰذا اس تجویز کو روک دینا ضروری ہے، اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ خبر خلاف واقع ہوگی، جیسا کہ یہ بات بھی ہے کہ اگر کوئی شخص نفس کے پھندے میں پھنس کر اس کا ارادہ کرے گا تو آپ حضرات کو خوف خداوندی اور ان مشاعر مقدسہ کی تعظیم کی وہ دولت حاصل ہے، جس کی بنا پر آپ حضرات اسے

www.besturdubooks.net

روک دیں گے اور اس کی اجازت نہ دیں گے، میرا یہ تار، مزید یاد دہانی اور توجہ مبذول کرانے کے لیے ہے، ورنہ تو آپ حضرات کی دینی غیرت اور ان مشاعر مقدسہ کے تئیں ضروری عظمت واحترام اور حفاظت وصیانت کا احساس ہی کافی ہے۔ محمد بن ابراہیم، ۱۳۸۰/۶/۲۵ھ۔

اور حدیث: " منی مناخ من سبق "، بھی اس کے عدم جواز کی متقاضی ہے۔

سوال نمبر: ۹ اور اس کا جواب:

سوال نمبر: ۹: خیر القرون سے مکہ مکرمہ اور منی کے درمیان چھ سات کلومیٹر کے ویران علاقے کا فاصلہ رہا ہے، اور یہ صورت حال چودہ سو سال تک رہی، اور فقہاء نے دونوں مقاموں کو الگ الگ شمار کیا، اب قابل تحقیق امر یہ ہے کہ فقہاء کا یہ حکم فاصلہ کی علت کے ساتھ معلول ہے، یا اس کی وجہ منی کا "مشعر" ہونا ہے؟ اور یہ حکم ایسا توقیفی ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، تو اس بارے میں اگر کوئی نص ہو تو اسے پیش کیا جائے؟

جواب سوال نمبر: ۹:

منی کے موضع مستقل ہونے کی علت فقہا نے صراحتاً ذکر نہیں فرمائی ہے

فقہائے کرام نے نماز مسافر کے بیان میں موضعین مستقلین کی مثال میں منی اور مکہ کو ذکر کیا ہے؛ لیکن منی کے موضع مستقل ہونے کی کوئی علت ووجہ صراحتاً بیان نہیں فرمائی ہے، چند عبارتیں ملاحظہ ہوں:

علامہ حصکفی درمختار[1] میں فرماتے ہیں:

" أو نوى فيه لكن بموضعين مستقلين؛ كمكة ومنى. "

ترجمہ: یا کسی مسافر نے لائق اقامت جگہ میں پندرہ دن قیام کی نیت کی؛ لیکن دو

(۱): درمختار مع الشامی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ۲: ۶۰۶، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

الگ الگ مستقل جگہوں میں، جیسے مکہ اور منی۔

فتاوی عالمگیری[۱] میں ہے:

"ولو نوى الإقامة خمسة عشر يوما في موضعين؛ فان كان كل منهما أصلا بنفسه؛ نحو: مكة و منى، و الكوفة والحيرة لايصير مقيما. وإن كان أحدهما تبعا للأخر؛حتى تجب الجمعة على سكانه يصير مقيما "

ترجمہ: اور اگر کسی مسافر نے دو جگہ پندرہ دن قیام کی نیت کی، تو اگر ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ اصل ہے، جیسے: مکہ اور منی، اور کوفہ اور حیرہ تو وہ مقیم نہ ہوگا۔ اور اگر ان میں سے کوئی دوسرے کے تابع ہے، یہاں تک کہ اس کے باشندگان پر جمعہ واجب ہوتا ہے تو وہ مقیم ہو جائے گا۔

فتاوی تاتارخانیہ[۲] میں ہے:

"فان نوى المسافر الإقامة في موطنين خمسة عشر يوما؛ نحو: مكة ومنى، أوالكوفة والحيرة لم يصر مقيما، وفي الخانية :وإن لم يكن بينهما مسيرة سفر؛ لأنه لم ينو الإقامة في أحدهما خمسة عشر يوما "

ترجمہ: پس اگر مسافر نے دو جگہ پندرہ دن قیام کی نیت کی، جیسے مکہ اور منی، یا کوفہ اور حیرہ تو وہ مقیم نہ ہوگا۔ اور خانیہ میں ہے: اگرچہ دونوں کے درمیان سفر کی مسافت نہ ہو؛ کیوں کہ اس نے دونوں میں سے کسی ایک جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہیں کی۔

تحفة الفقهاء[۳] میں ہے:

---

(۱): كتاب الصلاة،الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ۱:۱۴۰ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): فتاوی تاتارخانیہ، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والعشرون في صلاة السفر ۲: ۴۹۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۳): تحفة الفقهاء، كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر ۱: ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

"فأما إذا نوى إقامة خمسة عشر يوما في موضعين؛ فإن كان كل واحد منهما أصلا بنفسه فلا يكون أحدهما تبعا للآخر؛فان نوى أن يقيم بمكة ومنى، فإنه لا يصير مقيما. "

ترجمہ: پس بہرحال جب کسی مسافر نے دوجگہ پندرہ دن قیام کی نیت کی، تو اگر ان میں سے ہر ایک اپنی ذات میں اصل ہے تو ان میں سے کوئی، دوسرے کے تابع نہ ہوگا؛ لہٰذا اگر کسی مسافر نے مکہ اور منی میں اقامت کی نیت کی تو وہ مقیم نہ ہوگا۔

البتہ اس کے بالمقابل یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اگر وہ دونوں مقام اپنی جگہ مستقل نہ ہوں؛ بلکہ ان میں سے ایک مقام، دوسرے کے تابع ہو؛ یعنی: اس قریب والے مقام کے باشندگان پر شہر سے قریب اور اس کے تابع ہونے کی بنا پر جمعہ واجب ہوتا ہو، تو ان دونوں میں اقامت کی نیت معتبر ہوگی؛ کیوں کہ اس صورت میں وہ دونوں حکم کے اعتبار سے متحد ہوں گے، الگ الگ نہ ہوں گے۔

درمختار[۲] میں ہے:

"أو كان أحدهما تبعا للآخر؛ بحيث تجب الجمعة على ساكنه للاتحاد حكما. "

اور اس کے تحت شامی میں ہے:

" قوله: "بحيث تجب" :حيثية تفسير للتبعية "

ترجمہ: یا ان میں سے ایک دوسرے کے تابع ہو، بایں طور کہ حکمی اتحاد کی بنا پر وہاں رہنے والے پر جمعہ واجب ہوتا ہو۔ اور حکمی اتحاد کی بنا پر جمعہ کا وجوب، تبعیت کی تفسیر ووضاحت ہے۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر[۱] میں ہے:

(۲): درمختار مع الشامی کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۶۰۷ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۱): مجمع الانہر، کتاب الصلاۃ، باب المسافر ۱: ۲۴۰، ۲۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

”هذا إذا كان كل من الموضعين أصلا بنفسه، وإن كان أحدهما تبعا للآخر؛ كأن كان قريبا من المصر؛ بحيث تجب الجمعة على ساكنه، فإنه يصير مقيما فيهما بدخول أحدهما أيهما كان؛ لأنهما فى الحكم كموطن واحد كما فى التبيين.“

ترجمہ: یہ (دو جگہ اقامت کی نیت معتبر نہیں؛ مگر یہ کہ رات کسی ایک جگہ گذارے)اس وقت ہے جب دونوں جگہوں میں سے ہر ایک، اپنی جگہ اصل ہو۔اور اگر ان میں سے ایک جگہ دوسرے کے تابع ہو، جیسے یہ کہ وہ شہر سے اس قدر قریب ہو کہ وہاں رہنے والے پر جمعہ واجب ہوتا ہو تو دونوں میں سے کسی جگہ داخل ہونے سے آدمی دونوں جگہ مقیم ہو جائے گا؛ کیوں کہ دونوں حکم میں ایک جگہ کے مانند ہیں، جیسا کہ تبیین میں ہے۔

اور ملتقی الابحر کی دوسری شرح: الدر المنتقی [1] میں ہے:

”ولو نواها بموضعين ليس أحدهما تبعا للآخر؛ كمكة ومنى، لا يصير مقيما، إلا إذا نوى أن يبيت بأحدهما، فيصير مقيما بدخوله فيه. أما إذا تبع أحدهما الآخر؛ كقرية قريبة من المصر؛ بحيث تجب الجمعة على ساكنها، فإنه يصير مقيما بدخول أحدهما أيهما كان؛ للاتحاد حكما“

مذکورہ بالا فقہی عبارتوں سے یہ تو معلوم ہوا کہ منی اور مکہ دونوں مستقل مقام ہیں، دونوں میں سے کوئی دوسرے کے تابع نہیں؛ لیکن استقلال کی بنیاد وعلت کیا ہے؟ نیز وہ عارضی ہے یا ابدی؟ ان باتوں کا ان میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

البتہ تقابل سے تبعیت کی بنیاد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر مسئلہ جمعہ میں کوئی جگہ دوسری جگہ کے تابع ہے، یعنی: اصل شہر کا جزو ہونے کی وجہ سے وہاں کے باشندگان پر بھی جمعہ فرض ہوتا ہے تو اقامت میں بھی وہ اصل شہر کے تابع ہوگی، ورنہ نہیں۔اور وجوب

(۱): الدر المنتقی، کتاب الصلاۃ، باب المسافر: ۲۴۰، ۲۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

جمعہ میں فقہا کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ شہر کے قریب ان بستیوں کے باشندگان پر جمعہ واجب ہوتا ہے جو حد اقامت میں داخل ہوں ؛ جیسے شہر پناہ سے متصل آبادی، یا فنائے متصلہ یعنی: آبادی اور اس کے درمیان کھیت یا ایک غلوہ کا فاصلہ نہ ہو، اور جو لوگ فنائے منفصلہ میں ہوں، یا قریب میں کچھ فاصلے سے کوئی دوسرا گاؤں آباد ہو، تو وہ گاؤں خواہ شہر سے قریب ہو، یا دور، اور خواہ وہاں اذان کی آواز پہنچتی ہو یا نہ پہنچتی ہو، بہر صورت وہاں کے باشندگان پر جمعہ واجب نہ ہوگا، اور وہ علاقہ، اس آبادی کے تابع نہ ہوگا۔

چناں چہ مراقی الفلاح[1] میں فرضیت جمعہ کی شرائط کے بیان میں ہے:

”أو الإقامة فيما أي:في محل هو داخل في حد الإقامة بها أي بالمصر، وهو المكان الذي من فارقه بنية السفر يصير مسافرا، ومن وصل إليه يصير مقيما فى الأصح؛ كربض المصر، وفنائه الذي لم ينفصل عنه بغلوة؛ كما تقدم، ولا يجب على من خارجه ولو سمع النداء من المصر، سواء كان سواده قريبا من المصر، أو بعيدا على الأصح؛ فلا يعمل بما قيل بخلافه وإن صحح. “

ترجمہ: یا مقیم ہونا اس جگہ میں جو شہر میں قیام کی حد میں داخل ہو، اور یہ وہ جگہ ہے کہ جو شخص سفر کی نیت سے اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جائے وہ مسافر ہو جائے، اور جو وہاں پہنچے، مقیم ہو جائے گا صحیح تر قول میں، جیسے: ربض مصر اور وہ فنائے شہر جو شہر سے ایک غلوہ سے کم فاصلہ پر ہو جیسا کہ گذرا۔ اور اس شخص پر جمعہ واجب نہیں جو شہر کی حد اقامت سے باہر ہو، اگر چہ وہ شہر کی اذان کی آواز سنے، خواہ اس کا گاؤں شہر سے قریب ہو یا دور، صحیح تر قول پر؛ لہٰذا اس کے خلاف جو کہا گیا ہے اس پر عمل نہ کیا جائے، اگر چہ اسے صحیح قرار دیا گیا ہو۔

اور علامہ سید احمد طحطاویؒ حاشیہ علی المراقی[2] میں فرماتے ہیں:

(۱): مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص ۵۰۴، ۵۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۵۰۴، ۵۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

"قوله: " فلا يعمل بما قيل الخ ": قال في الشرح : تنبيه : قد علمت بنص الحديث والأثر والرواية عن أئمتنا: أبي حنيفة وصاحبيه واختيار المحققين من أهل الترجيح أنه لا عبرة ببلوغ النداء، ولا بالغلوة، والأميال، وإنه ليس بشيئ؛ فلا عليك بمخالفة غيره وإن ذكر تصحيحه؛ فمنه ما في البدائع أنه إن أمكن أن يحضر الجمعة، ويبيت بأهله من غير تكلف يجب عليه اهـ، أي: لأن من جاوز هذا الحد بنية السفر كان مسافراً؛ فلو وجبت لوجبت على المسافر، وهو خلاف النص."

ترجمہ: ماتن کا قول: ''لہٰذا اس کے خلاف پر عمل نہ کیا جائے الخ'' مصنف نے شرح میں فرمایا: تنبیہ:۔ حدیث اور اثر کی صراحت اور ہمارے تینوں ائمہ: ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کی روایت اور اہل ترجیح میں سے محققین کے اختیار کرنے سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آواز پہنچنے، غلوہ اور میلوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور یہ چیزیں کچھ نہیں ہیں؛ لہٰذا آپ پر دوسرے کسی قول کی مخالفت کا کوئی الزام نہ ہوگا، اگرچہ اس کی تصحیح ذکر کی گئی ہو، چناں چہ ان ہی میں سے ایک وہ قول ہے جو بدائع میں ہے کہ اگر جمعہ میں حاضر ہو کر اہل خانہ کے ساتھ رات گذارنا بلا تکلف ممکن ہو تو اس پر جمعہ واجب ہوگا انتہی، یعنی: کیوں کہ جو شخص سفر کی نیت سے اس حد سے آگے بڑھ جائے وہ مسافر ہوگا، پس اگر جمعہ واجب ہو تو مسافر پر واجب ہوگا اور یہ نص کے خلاف ہے۔

اور علامہ شامیؒ ردالمحتار [1] میں اسی قول کو راجح قرار دیتے ہوئے بدائع الصنائع اور البحر الرائق کی ترجیح کے بالمقابل فرماتے ہیں:

" وصحح في مواهب الرحمن قول أبي يوسف بوجوبها على من كان داخل حد الإقامة، أي الذي من فارقه يصير مسافراً، وإذا وصل إليه يصير مقيما، وعلله في شرحه المسمى بالبرهان بأن وجوبها مختص بأهل المصر،

(۱): ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ۳: ۲۷ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

والخارج عن هذا الحد ليس أهله اهـ، قلت:وهو ظاهر المتون. وفى المعراج: أنه أصح ماقيل. وفى الخانية :المقيم في موضع من أطراف المصر، إن كان بينه وبين عمران المصر فرجة من المزارع، لا جمعة عليه وإن بلغه النداء.وتقدير البعد بغلوة، أو ميل ليس بشئ، هكذا رواه أبوجعفر عن الإمامين، وهو اختيار الحلواني. وفى التاترخانية :ثم ظاهر رواية أصحابنا لا تجب إلا على من يسكن المصر، أو ما يتصل به؛ فلا تجب على أهل السواد؛ ولو قريبا، وهذا أصح ماقيل فيه اهـ، وبه جزم فى التجنيس. قال فى الإمداد:تنبيه : قد علمت بنص الحديث والأثر والروايات عن أئمتناالثلاثة واختيار المحققين من أهل الترجيح أنه لا عبرة ببلوغ النداء، ولا بالغلوة، والأميال، فلا عليك بمخالفة غيره وإن صحح."

ترجمہ:اورمواہب الرحمٰن میں امام ابویوسفؒ کا یہ قول صحیح قرار دیا گیا ہے کہ اس شخص پر جمعہ واجب ہے، جوحدا قامت کے اندر ہو،یعنی: وہ جگہ کہ جوشخص اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جائے،مسافر ہوجائے اور جب وہاں پہنچے تو مقیم ہوجائے۔اورالبرہان نامی شرح میں اس کی علت یہ بیان کی کہ جمعہ کا وجوب اہل شہر کے ساتھ خاص ہے،اور جو اس حد سے خارج ہے وہ شہر والا نہ ہوگا انتہی۔ میں- علامہ شامیؒ- کہتا ہوں: اور یہی متون کا ظاہر ہے،اورمعراج میں ہے: تمام اقوال میں یہی صحیح تر قول ہے۔اورخانیہ میں ہے: جوشخص مصر کے اطراف میں کسی جگہ مقیم ہو، اگراس کے درمیان اورشہر کی آبادی کے درمیان کھیتوں کا فصل ہوتو اس پر جمعہ واجب نہ ہوگا،اگرچہ اسے اذان کی آواز پہنچتی ہو۔اوردوری میں غلوہ یا میل کی تحدید کچھ نہیں ہے،اسی طرح ابوجعفر نے دونوں اماموں سے نقل کیا ہے اور یہی حلوانی کا مختار قول ہے۔اورتاتارخانیہ میں ہے: پھر ہمارے اصحاب کی ظاہر روایت ہے: جمعہ واجب نہیں؛مگراس شخص پر جوسکونت پذیر ہوشہر میں یا اس سے متصل علاقہ میں؛لہٰذا گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہ ہوگا اگرچہ گاؤں قریب ہو، اور یہ تمام اقوال میں سب سے صحیح تر ہے انتہی۔اورتجنیس میں اسی پر جزم کیا ہے۔

www.besturdubooks.net

شرنبلالی نے امداد میں فرمایا: تنبیہ:۔حدیث اور اثر کی صراحت اور ہمارے تینوں ائمہ: ابوحنیفہؒ،اور صاحبینؒ کی روایات اور اہل ترجیح میں سے محققین کے اختیار کرنے سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ آواز پہنچنے،غلوہ اور میلوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا آپ پر دوسرے کسی قول کی مخالفت کا کوئی الزام نہ ہوگا،اگر چہ اسے صحیح قرار دیا گیا ہو۔

لیکن آگے علامہ شامیؒ نے فنائے منفصلہ میں جواز جمعہ کے مسئلہ سے استدلال کرکے وہاں کے باشندگان پر جمعہ واجب قرار دیا ہے؛ حالاں کہ فنائے منفصلہ، حد اقامت سے خارج ہوتی ہے،اور وہاں جواز جمعہ کا قول تحقیق کے مطابق مرجوح ہے۔

اور اس کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ وجوب جمعہ میں فقہا نے حد اقامت کو معیار بنایا ہے؛ جیسا کہ اوپر مراقی الفلاح کے حوالہ سے گذرا، اور خود علامہ شامیؒ نے اوپر مواہب الرحمٰن کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اور فنائے منفصلہ تمام فقہائے کرام۔ بشمول علامہ شامیؒ۔ کی تحقیق کے مطابق حد اقامت سے خارج ہے؛ جیسا کہ فنائے مصر کی بحث میں تفصیل سے گذرا، پس اس میں جواز جمعہ اور وہاں کے باشندگان پر وجوب جمعہ کی بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟

الحاصل تابع کی دو مثالیں ہوئیں: ایک ربض مصر کی آبادی، دوسرے فنائے متصلہ کا علاقہ۔

اور علامہ شامیؒ نے ردالمحتار[1] میں علامہ ابن نجیم مصریؒ کے حوالہ سے تبعیت کی مثال میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شہر یا گاؤں کی دو جگہوں (دو محلوں) میں پندرہ دن اقامت کی نیت کی جائے، تو وہ بھی صحیح ومعتبر ہوگی؛ اس لیے کہ دونوں حکماً متحد ہیں؛ کیوں کہ کوئی شخص بنیت سفر محض کسی ایک شہر یا گاؤں کے ایک محلّہ کی آبادی سے نکل جانے سے مسافر نہ ہوگا؛ جب تک اس شہر یا گاؤں کے دوسرے محلّہ کی آبادی سے بھی باہر نہ ہوجائے۔اور اس سے پہلے قریة قریبة من المصر کی جو مثال ذکر کی، جس میں قرب وبعد میں سماع ندا کو معیار بنایا گیا ہے، آگے باب الجمعہ میں خود علامہ شامیؒ نے

(۱): ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲: ۶۰۷ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

اسے ردفرمادیا ہے؛ لہٰذا اس مثال سے کسی کو منی کے سلسلہ میں کوئی اشتباہ نہ ہونا چاہیے۔

عربی عبارت ملاحظہ ہو:

"قوله:أو كان أحدهما تبعا للآخر": كالقرية التي قربت من المصر؛ بحيث يسمع النداء .وفي البحر: لو كان الموضعان من مصر واحد، أو قرية واحدة فإنها صحيحة ؛لأنهما متحدان حكماً، ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافرا لم يقصر اهـ ط"

ترجمہ: ماتن کا قول: ''یا ان میں سے کوئی جگہ دوسرے کے تابع ہو''، جیسے وہ گاؤں جو شہر سے اتنا قریب ہو کہ وہاں اذان کی آواز سنائی دیتی ہو۔ اور البحر الرائق میں ہے: اگر دونوں جگہ کسی ایک شہر یا گاؤں کی ہوں تو اقامت کی نیت صحیح ومعتبر ہوگی؛ کیوں کہ وہ دونوں حکماً متحد ہیں، کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر کوئی شخص مسافر ہو کر وہاں پہنچ جائے تو قصر نہیں کرے گا انتہی طحطاوی۔

اور اگر کوئی آبادی دوسری آبادی سے اتنا متصل ہو جائے کہ دونوں کے درمیان کسی کھیت یا ایک غلوہ کا بھی فصل نہ رہے، تو ماقبل میں ''فتاوی خانیہ''، ''مجمع الانہر'' اور ''خلاصۃ الفتاوی'' کے حوالہ سے گذرا کہ مسافر ہونے کے لیے آدمی کا اس دوسری متصل آبادی سے گذرنا بھی شرط ہوگا (**وكذا لو كان هذا الانفصال بين قريتين ، أو قرية ومصر**)۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ آبادی پہلی آبادی کی حد اقامت میں داخل ہو جائے گی، اور اگر دونوں ایک دوسرے کے تابع نہ ہوں تو کم از کم ایک شہر کے دو محلوں کے درجہ میں تو ضرور ہو جائیں گے۔

لیکن فتاوی دار العلوم دیوبند (۵: ۱۲۴، ۱۲۵، سوال: ۲۴۸۷، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم دیوبند) کے فتوی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ دونوں آبادیاں اپنی جگہ مستقل ہیں، تو مسئلہ جمعہ میں ایک نہ ہوں گی اور دونوں کو ایک قرار دے کر وہاں جمعہ جائز کی اجازت نہ

www.besturdubooks.net

ہوگی (فتاوی دارالعلوم دیوبند کا سوال وجواب تفصیلی ہے؛ اس لیے اصل کتاب میں ملاحظہ کرلیا جائے)۔

اور ''مراقی الفلاح'' کے حوالہ سے اوپر جو عبارت گذری، اس میں **ولا تجب علی من خارجه ولو سمع النداء من المصر، سواء كان سواده قريبا من المصر أو بعيدا على الأصح** کی جو عبارت آئی ہے، اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

لیکن جب معیار دونوں کا حکماً متحد ہوجاتا ہے، تو راجح یہی ہے کہ مسئلہ جواز جمعہ اور اقامت میں دونوں کو ایک سمجھا جائے، اور دونوں کی مجموعی آبادی اگر شہر یا قریہ کبیرہ بن جائے تو وہاں جمعہ جائز ہو، اور مسافر ہونے کے لیے دونوں آبادیوں سے گذرنا شرط ہو؛ بلکہ ماقبل میں ''فتاوی خانیہ''، وغیرہ کے حوالہ سے مسئلہ مسافرت کے سلسلہ میں تو صریح جزئیہ گذر چکا ہے (**وكذا لو كان هذا الانفصال بين قريتين، أو قرية ومصر**)، اور وجوب جمعہ میں حدا قامت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

اور اگر کوئی مستقل آبادی کسی دوسری آبادی کے بیچ میں آجائے، اور اپنی استقلالی حیثیت ختم کرلے تو وہ بلاشبہ بڑی آبادی کے تابع ہوجائے گی؛ جیسا کہ ماقبل میں بحوالہ عالمگیری (۲: ۲۵۱، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند) ذکر کردہ ذخیرہ کے جزئیہ (**وإن اتخذ المسلمون مصراً إلخ**) سے معلوم ہوتا ہے۔

اور اگر وہ تابع نہ ہو؛ بلکہ اپنی استقلالی حیثیت پر برقرار رہے، خواہ اس وجہ سے کہ اس کا استقلال دائمی ہے، یا اس وجہ سے کہ دونوں کے درمیان ایک غلوہ یا کسی کھیت کا فصل ہے، تو انھیں حسب سابق **موضعین مستقلین** ہی قرار دیا جائے گا، اور اسی کے مطابق احکام کی تخریج کی جائے گی؛ بلکہ بعض فقہائے کرام نے **موضعین مستقلین** کی مثال میں مکہ اور منی کے ساتھ حیرہ اور کوفہ کو بھی ذکر کیا ہے[1] جس سے بظاہر اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ موضعین مستقلین کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ دوسرے مقام کا

(۱): فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ۱: ۱۴۰، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند بحوالہ محیط سرخسی۔

www.besturdubooks.net

استقلال ابدی ہو جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا، یا غیر ابدی ہو جو ختم ہوسکتا ہے، ورنہ بظاہر دو مثالیں ذکر کرنے میں کوئی خاص فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔

قرائن وشواہد کی روشنی میں منی کے موضع مستقل ہونے کی علت اس کا مشعر ہونا ہے

حاصل یہ کہ منی کے موضع مستقل ہونے کی فقہائے کرام نے واضح طور پر کوئی علت ذکر نہیں کی ہے؛ لیکن بہ ظاہر اس کی بنیاد مشعر ہونا معلوم ہوتی ہے، اور یہ مشعریت کی بنا پر جس طرح اپنے حدود میں متعین ہے، اسی طرح اپنی حیثیت میں بھی مستقل ہے، اس میں تبعیت کی شان نہیں پائی جاتی۔ اور موجودہ وقت میں حکومت کا منی کے ساتھ جو طرز عمل ہے وہ بلا شبہ اس کے مستقل ہونے کو واضح کرتا ہے؛ اسی وجہ سے حکومت نے منی کی سابقہ ساری عمارتیں ختم کردی ہیں؛ بلکہ منی کے آس پاس محلّہ شیشہ کی طرف جو آبادی بڑھ چکی تھی، اسے بھی توڑ کر ختم کردیا ہے (جیسا کہ بعض مشاہدہ کرنے والوں نے بتایا) بلکہ اگر غور کیا جائے تو منی، اسی طرح مزدلفہ اور عرفات کا استقلال، آبادیوں کے استقلال سے بڑھ کر ہے؛ کیوں کہ آبادیاں کبھی بھی ویران وکھنڈرات میں تبدیل ہوکر اپنے وجود واستقلال کو ختم کرسکتی ہیں، سابقہ امتوں میں عذاب الٰہی سے تباہ وبرباد شدہ قوموں کی بستیاں اس کی واضح مثال ہیں۔

اور جب منی وغیرہ کی استقلالی حیثیت کبھی ختم نہیں ہوسکتی، تو لامحالہ ان کا استقلال تا قیامت ابدی ہوگا، اسی کو بہت سے علمائے کرام مشعریت سے تعبیر کرتے ہیں۔

علت مشعریت پر ایک شبہ اور اس کا جواب

البتہ بہ ظاہر اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ جب منی کے مستقل ہونے کی علت اس کا مشعر ہونا ہے، تو ہمارے فقہائے کرام نے اس کی صراحت کیوں نہیں فرمائی؟

www.besturdubooks.net

تو اس کا جواب یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں منی کی وہ نوعیت نہیں تھی، جو اس وقت آبادی کے بڑھنے کے بعد ہوچکی ہے؛ اس لیے ان حضرات کے لیے منی سے متعلق مسائل کی تخریج میں کوئی دشواری نہ تھی، انہوں نے ظاہر حال کی بنا پر منی کو علی الاطلاق مستقل قرار دیدیا اور اسی کے مطابق احکام مرتب فرمائے؛ لیکن اب ضرورت اس کی ہوگئی کہ اس کے مستقل ہونے کی بنیاد پر غور کیا جائے؛ کیوں کہ استقلال کی علت متعین کیے بغیر موجودہ صورت حال میں منی سے متعلق احکام کی تخریج مشکل ہے، اور غور وفکر کے بعد منی کے مستقل مقام ہونے کی علت وہی معلوم ہوتی ہے جو اوپر ذکر کی گئی یعنی: مشعریت۔ اور یہی علت منی کی شرعی حیثیت کے شایان شان بھی ہے، نہ یہ کہ منی کو دیگر آبادیوں کے درجہ میں قرار دے کر، اس کو آس پاس کی آبادی کے تابع گردانا جائے؛ کیوں کہ اس صورت میں اس کی مشعریت کا کوئی خاص اثر وفائدہ ظاہر نہ ہوگا؛ کیوں کہ حدود کا تعین اور ان کا توقیفی ہونا حرم اور دیگر بعض چیزوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

مشعر کا علت ہونا، شیخ سبیلؒ کے فتوی اور اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کی تجویز سے مؤید ہے

عرب علما نے یہ علت بڑی اہمیت کے ساتھ سمجھی ہے اور انہوں نے اپنے متعدد فتاوی میں اس پہلو کو اچھی طرح اجاگر فرمایا ہے[1]۔

شیخ محمد بن عبداللہ السبیلؒ کا فتوی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے شیخ محمد بن عبداللہ السبیلؒ صاحب سے مسعی کے بارے میں سوال کیا کہ وہ مسجد حرام کی عمارت کے بیچ میں آجانے کے بعد مسجد حرام کا جزو ہے یا نہیں؟ اور عورت حالت حیض یا نفاس میں مسعی

(۱): دیکھئے: فتاوی محمد بن ابراہیم، جلد خامس، مناسک سے متعلق فتاوی اور دیگر عرب علما کے فتاوی وتحریرات۔

www.besturdubooks.net

میں جاسکتی ہے یا نہیں؟

تو شیخ نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک- اور صحیح بات اللہ تعالی ہی جاننے والے ہیں- ظاہر یہ ہے کہ مسعی مسجد حرام کا حصہ شمار نہیں ہوتا ہے، اگر چہ وہ مسجد حرام سے متصل ہے، اور ایسا اس لیے ہے کہ مسعی کی جگہ ان مشاعر میں سے ایک مشعر ہے جن میں کوئی تغیر وتبدیلی نہیں ہوسکتی، نہ خود ان میں اور نہ ان سے متعلق احکام میں؛ کیوں کہ وہ بھی انھیں کے تابع ہیں، اور اسی بنا پر جنبی مرد یا عورت اور حیض یا نفاس والی عورت کا ناپاکی کی حالت میں اس میں رہنا کوئی حرج نہیں رکھتا، اور جناب والا پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ علما نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ عورت کے لیے سعی جائز ہے، اگر چہ وہ حالت حیض یا نفاس میں ہو، اور حکم بدلتا نہیں ہے۔

شیخ سبیل صاحب کے جواب کے الفاظ یہ ہیں:

”والجواب: الذي يظهر لنا – والله أعلم – أن المسعى لا يعد اليوم من المسجد الحرام، وإن كان متصلا بالمسجد الحرام؛ وذلك لأن موضع المسعى مشعر من المشاعر التي لا تتغير ولا تتبدل، لا بذواتها، ولا بالأحكام المتعلقة بها تبعا لذلك، وبناء على هذا فإنه لا بأس من بقاء الجنب والحائض والنفساء فيه، ولا يخفى على فضيلتكم أن العلماء – رحمهم الله – نصوا على أن المرأة يجوز لها أن تسعى وإن كانت حائضا أو نفساء، والحكم لا يتغير. هذا ما يظهر لنا.“

شیخ کے اس فتوی میں غور کیا جائے تو ہمیں تمام مشاعر کے متعلق اصولی طور پر یہ بات ملتی ہے کہ تمام مشاعر مقدسہ خود بھی مستقل ہیں، ان کی حدود میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، اور ان سے متعلقہ احکام بھی مستقل ہیں، ان میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ احکام شیئ، شیئ کے تابع ہوتے ہیں، ان کے ساتھ جداگانہ معاملہ نہیں کیا جاتا۔

اسی اصول کی بنا پر شیخ نے مسعی کو ہمیشہ کے لیے مسجد حرام سے خارج قرار دیا؛

www.besturdubooks.net

حالاں کہ وہ مسجد حرام کی عمارت کے بیچ میں آ گیا ہے، اور اس سے متعلق حالت جنابت، حیض ونفاس میں جو سعی کے جواز کا حکم تھا، وہ اگر چہ معلول بالعلت تھا تب بھی تبعیت کی بنا پر اسے بھی تا قیامت دائمی وابدی قرار دیا جیسا کہ شیخ کی ذکر کردہ تعلیل سے اچھی طرح واضح ہے۔

بلکہ تعلیل سے یہ بات بھی واضح ہے کہ گر مسعی کو مسجد حرام میں داخل کر لینے کی نیت کر لی جائے تب بھی یہ مسجد حرام میں داخل نہ ہوگا؛ لہٰذا اس سے بعض اہل علم کا یہ شبہ رفع ہو گیا کہ مسعی کو مسجد حرام میں داخل نہیں کیا گیا ہے؛ اس لیے وہ مسجد حرام سے خارج ہے؛ کیوں کہ مسعی کے مسجد حرام میں داخل نہ ہونے کی اگر یہ علت ہوتی تو شیخ اسی کو ذکر فرماتے، نہ یہ کہ اس کی ایسی علت بیان فرماتے جو تا قیامت دائمی وابدی ہے، جس سے مسعی کا اپنے جملہ احکام کے ساتھ تا قیامت بہر صورت مسجد حرام سے خارج ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کی قرارداد

اس کے بعد شیخ نے بہ طور حوالہ اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے ۲۰ رشعبان ۱۴۱۵ھ کے اجلاس کی ایک تجویز ذکر کی، جس میں مجمع کے اکثر اراکین نے واضح طور پر یہ قرار داد پاس کی کہ مسعی مسجد حرام کی عمارت کے بیچ میں آجانے کے باوجود مسجد حرام کا حکم اختیار نہیں کرے گا، اور نہ ہی اس پر مسجد حرام کے احکام جاری ہوں گے؛ کیوں کہ مسعی مستقل مشعر ہے[1]، ارشاد خداوندی ہے: ”﴿إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما﴾“ اور جمہور فقہائے کرام- جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں- اسی کے قائل ہیں۔ اور دیگر پاک وطاہر جگہوں کی

(۱): یعنی: مسجد حرام سے الگ ایک مستقل مشعر ہے، مسجد حرام بھی مشعر ہے؛ لیکن مسعی کو مسجد حرام کے تابع بنا کر اس کی استقلالی مشعریت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

www.besturdubooks.net

طرح اس میں بھی مسجد حرام کے امام کی اقتدا میں نماز جائز ہے، اور حائضہ اور جنبی کا اس میں ٹھہرنا اور سعی کرنا بھی جائز ہے، اگر چہ سعی میں طہارت مستحب ہے۔ واللہ أعلم۔

عربی الفاظ ملاحظہ ہوں:

" وبهذا أفتى المجمع الفقهي التابع لرابطة العالم الإسلامي بمكة في دورته المنعقدة بمكة في ٢٠/ شعبان ١٤١٥هـ،وأصدرالقرار التالي نصه :

" فإن مجلس المجمع الفقهي الإسلامي لرابطة العالم الإسلامي في دورته الرابعة عشرة المنعقدة بمكة المكرمة والتي بدأت يوم السبت ٢٠من شعبان ١٤١٥هـ -٢١/١/١٩٩٥م قد نظر في هذا الموضوع؛ فقرر بالأغلبية أن المسعى بعد دخوله ضمن المسجد الحرام لا يأخذ حكم المسجد، ولا تشمله أحكامه ؛ لأنه مشعر مستقل، يقول الله عزوجل : ﴿ إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف ﴾، وقد قال بذلك جمهور الفقهاء ومنهم الأئمة الأربعة، وتجوز الصلاة فيه متابعة للإمام فى المسجد الحرام كغيره من البقاع الطاهرة،ويجوزالمكث فيه،والسعي للحائض والجنب وإن كان المستحب فى السعي الطهارة. والله أعلم. وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليماً كثيراً، والحمد لله رب العالمين "[1]

(۱):قرارات المجمع(۲۹۵،۲۹۶دوسرا ایڈیشن) میں تجویز کا متن اس طرح ہے:

"القرار الثالث: بشأن حكم المسعى بعد التوسعة السعودية هل تبقى له الأحكام السابقة أم يدخل حكمه ضمن حكم المسجد؟

الحمد لله، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده،سيدنا ونبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.. أما بعد:

فإن مجلس المجمع الفقهي الإسلامي برابطة العالم الإسلامي في دو ٢٠من شعبان ١٤١٥هـ -٢١/١/١٩٩٥م قد نظر في هذا ←

www.besturdubooks.net

اکیڈمی کی تجویز بغور پڑھی جائے تو اس سے بھی یہ اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ

← الموضوع، فقرر بالأغلبية أن المسعى بعد دخوله ضمن المسجد الحرام لا يأخذ حكم المسجد، ولا تشمله أحكامه ، لأنه مشعر مستقل، يقول الله عزوجل :﴿ إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف ﴾ [البقرة: ۱۵۸]، وقد قال بذلك جمهور الفقهاء، ومنهم الأئمة الأربعة، وتجوز الصلاة فيه متابعة للإمام فى المسجد الحرام، كغيره من البقاع الطاهرة، ويجوز المكث فيه، والسعي للحائض والجنب، وإن كان المستحب فى السعي الطهارة والله أعلم.

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه، وسلم تسليماً كثيراً، والحمد لله رب العالمين. "

نائب الرئيس :د. أحمد محمد علي. غير موافق(مع التوقيع)

رئيس مجلس مجمع الفقه الإسلامي : عبد العزيز بن عبد الله بن باز (مع الختم).

التوقيعات

محمد بن جبير. غير موافق (مع التوقيع).

عبد الله العبد الرحمن البسام (مع التوقيع).

عبد الرحمن حمزة المرزوقي (مع التوقيع) .

د. بكر عبد الله أبو زيد(مع التوقيع).

د. مصطفى أحمد الزرقاء (مع التوقيع).

د. صالح بن فوزان بن عبد الله الفوزان (مع التوقيع).

محمد بن عبد الله السبيل (مع التوقيع). ←

www.besturdubooks.net

مشاعر مقدسہ کے مستقل ہونے کی علت ان کا مشعر ہونا ہے، اور مشعریت کی بنا پر نہ خود ان میں کوئی تبدیلی ہوسکتی ہے، اور نہ ان سے متعلق احکامات میں، اگر چہ وہ معلل بالعلت ہوں۔

اب ہم منی کے مسئلہ پر غور کریں تو یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ وہ بھی محض مشعر ہونے کی بنا پر مستقل ہے؛ لہٰذا مسعی کی طرح نہ اس کی استقلالی حیثیت ختم ہوسکتی ہے، اور نہ ہی ان سے متعلق احکامات میں کوئی تبدیلی ہوسکتی ہے۔ اور منی سے سفر کا جو مسئلہ وابستہ ہے اس کا مدار منی کے استقلال ہی پر ہے؛ کیوں کہ استقلال کی بنا پر جب وہ مکہ کا جزو نہیں بن سکتا تو مکہ اور منی میں اقامت موضع واحد میں اقامت نہ ہوگی؛

← رته الرابع د. محمد رشيد راغب القباني :اعتذر.

محمد سالم عدود (مع التوقيع).

د. يوسف القرضاوي (مع التوقيع).

د. محمد الحبيب بن الخوجة (مع التوقيع).

مبروك مسعود العوادي: غير موافق (مع التوقيع).

د. أحمد فهمي أبو سنة (مع التوقيع).

أبو الحسن الحسني الندوي: لم يحضر.

محمد الشاذلي النيفر (مع التوقيع).

وقد شارك في مناقشة هذا الموضوع فريق من العلماء والخبراء، وهم :

(١) د. وهبة مصطفى الزحيلي. (٢) أ. د. الصديق محمد الأمين الضرير.(٣) د. على محيى الدين القره داغي.(٤) الشيخ عبد القادر محمد العماري.(٥) الشيخ محمد الشيباني محمد أحمد (٦) د. علي أحمد السالوس.

د. أحمد محمد المقري

مدير المجمع الفقهي ومقرر المجلس "

www.besturdubooks.net

پس ہمارے فقہا نے مکہ اور منی میں اقامت کی نیت کو جس بنیاد پر غیر معتبر قرار دیا تھا، یعنی: دونوں کا مستقل ہونا وہ اب بھی پائی جارہی ہے اور آئندہ تا قیامت پائی جائے گی؛ اس لیے مکہ اور منی کے متعلق سفر واقامت کا جو مسئلہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، وہ اب بھی باقی رہے گا اور آئندہ بھی باقی رہے گا، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

حالت حیض وغیرہ میں سعی کا جواز بھی مُعَلَّل بالعلة ہے

رہا یہ مسئلہ کہ مسعی میں حالت جنابت، حیض یا نفاس میں سعی کا جواز مُعَلَّل بالعلة ہے، غیر معلل نہیں ہے تو اس کے حوالہ جات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

(۱): غنیۃ الناسک [۱] میں ہے:

”تتمة: ولا يجب فيه الطهارة عن الجنابة والحيض، سواء كان سعي عمرة أو حج؛ لأنه عبادة تؤدى لا فى المسجد الحرام ، والأصل أن كل عبادة تؤدى لا فى المسجد الحرام في أحكام المناسك فالطهارة ليست بواجبة لها؛ كالسعي والوقوف بعرفة والمزدلفة ورمي الجمار، بخلاف الطواف؛ فإنه عبادة تؤدى فى المسجد الحرام، فكانت الطهارة واجبة فيه بحر عن الظهيرية. “

ترجمہ: تتمہ: اور سعی میں جنابت یا حیض سے طہارت واجب نہیں، خواہ عمرہ کی سعی ہو یا حج کی؛ کیوں کہ سعی ایسی عبادت ہے جو مسجد حرام کے باہر ادا کی جاتی ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ احکام مناسک میں ہر وہ عبادت جو مسجد حرام میں نہ ادا کی جائے، اس کے لیے طہارت ضروری نہیں، جیسے: سعی، وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ اور رمی جمار، برخلاف طواف کے؛ کیوں یہ ایسی عبادت ہے جو مسجد حرام میں ادا کی جاتی ہے؛ لہٰذا اس میں طہارت ضروری ہوگی، البحر الرائق بحوالہ: ظہیریہ۔

(۲): کتاب مجامع المناسک (ص ۹۱) میں ہے:

(۱): غنية الناسك، فصل في واجبات السعي ص ۱۷۵ مطبوعہ مکتبہ یادگار شیخ سہارن پور۔

www.besturdubooks.net

"والحيض والجنابة لا يمنعان صحة السعي كذا فى المحيط، والأصل أن كل عبادة تؤدى لا فى المسجد من أحكام المناسك، فالطهارة[ليست من شرطها]؛ كالسعي، والوقوف بعرفة والمزدلفة، ورمى الجمار، وكل عبادة فى المسجد فالطهارة من شرطها، والطواف يؤدى فى المسجد كذا في شرح الطحاوي "

ترجمہ: اور حیض وجنابت سعی کی صحت میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے، جیسا کہ محیط میں ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ احکام مناسک میں سے ہر وہ عبادت جو مسجد میں نہ ادا کی جائے، اس کے لیے طہارت شرط نہیں، جیسے: سعی، وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ اور رمی جمار، اور ہر وہ عبادت جو مسجد میں ادا کی جائے، طہارت اس کی ایک شرط ہے، اور طواف مسجد کیا جاتا ہے، شرح طحاوی میں ایسا ہی ہے۔

اس کے حاشیہ میں ایک کتاب: جمع المناسک ونفع الناسک ہے، اس میں بھی (ص ۱۳۸، ۱۳۹ پر) یہی ہے۔

اور کرمانی حنفی کی المسالک فی المناسک (۱:۴۷۰) میں ہے:

" وكذا الطهارة مستحبة بالإجماع حتى لو سعى محدثا أو جنبا أو كانت المرأة حائضا أو نفساء صح بالإجماع؛ لأن السعي ليس فى معنى الصلاة وقد حاضت عائشة رضى الله عنها فى الموسم ، وقال لها النبي صلى الله عليه وسلم: اصنعي كما يصنع الحاج غير أن لا تطوفي بالبيت "

ترجمہ: اور اسی طرح (سعی میں) طہارت بالاجماع مستحب ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے حالت حدث یا جنابت میں سعی کی یا عورت (سعی کے وقت) حالت حیض یا نفاس میں تھی تو بالاجماع سعی درست ہو جائے گی؛ کیوں کہ سعی نماز کے درجہ میں نہیں ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو موسم حج میں حیض آ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: بیت اللہ کے طواف کے علاوہ عام حاجی کی طرح تمام کام کرو۔

اور حاشیہ میں شیخ شریم صاحب نے حوالہ میں الاجماع لابن المنذر (۶۳) اور بداية المجتهد (۱:۳۵۱) کا ذکر کیا ہے۔

www.besturdubooks.net

شیخ سبیل صاحب کا منی کے مسئلہ میں مشعریت کے اصول کو نظر انداز کر دینا باعث حیرت ہے

لیکن ہمیں اس پر حیرت وتعجب ہے کہ شیخ سبیل صاحب نے اسی فتوی میں آگے چل کر منی کے سلسلہ میں مشعر کا اصول یکسر نظر انداز کر دیا، معلوم نہیں کہ ان سے اتنا بڑا تسامح کیسے ہوگیا؟ اور ہمیں اس پر بھی تعجب ہے کہ بعض اہل علم شیخ سبیل صاحبؒ کی اس اصولی خطا کے باوجود منی کے سلسلہ میں ان کی رائے کو اپنا مستدل قرار دیتے ہیں؛ حالاں کہ منی اور مسعی میں بحیثیت مشعر ذرہ برابر فرق نہیں ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ایک جگہ کو محض مشعر ہونے کی بنا پر ہمیشہ کے لیے مستقل اور ہر اعتبار سے ناقابل تغیر وتبدل قرار دیا جائے، اور دوسری جگہ کو مشعر ہونے کے باوجود اس کے استقلال کو غیر لازم قرار دے کر اس کے استقلال کو اور استقلال سے متعلق احکامات کو بدل دیا جائے؟ جب علت دونوں جگہ ایک ہے تو حکم بھی ایک ہونا چاہیے۔

الحاصل شیخ سبیل صاحب اور اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ نے مسعی کے بارے میں مشعر ہونے کی جو علت ذکر کی ہے، وہ بالکل صحیح ودرست اور اصول کے مطابق ہے، اور ہمیں تمام مشاعر سے متعلق احکام کی تخریج میں اس کو مدنظر رکھنا چاہیے، اور استقلال کی طرح اس پر مبنی احکام حسب سابق اپنی جگہ برقرار رہنے چاہیے؛ کیوں کہ احکام شی، شی کے تابع ہوتے ہیں، ان کے ساتھ جداگانہ معاملہ نہیں کیا جاتا۔

منی کے سلسلہ میں شیخ سبیل صاحب کے فتوی کو تضاد کے باوجود بنیاد بنانے والوں سے درخواست

اور جو حضرات منی کے سلسلہ میں شیخ سبیل صاحب کے فتوی کو بنیاد بناتے ہیں ان سے عرض ہے کہ وہ یا تو مسعی کے سلسلہ میں سبیل صاحب کے فتوی کو رد

www.besturdubooks.net

کریں، یا ان کا مسعی کے سلسلہ میں ذکر کردہ اصول منی اور مزدلفہ وغیرہ مشاعر مقدسہ میں بھی جاری کریں؛ کیوں کہ منی میں مشعریت کی علت پائے جانے کے باوجود محض الفاظ فتوی کی بنا پر اس میں اور دیگر مشاعر میں تفریق کرنا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ یہ تفریق بلاشبہ بیجا ہے۔

اور ہمارے استدلال میں یہ بات اچھی طرح محفوظ کرلی جائے کہ ہم مسعی میں سعی کے علاوہ دیگر عبادات کو ناجائز کہتے ہیں، نیز یہ بات ہمارے موقف سے لازم بھی نہیں آتی ہے۔ اور اگر مشعریت کی بنا پر منی کو مکہ سے الگ ومستقل قرار دینے کی وجہ سے یہ بات ہمارے ذمہ لگائی جاتی ہے تو یہ بات شیخ سبیل صاحب اور اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے اکثر اراکین پر بھی لازم آتی ہے؛ کیوں کہ ان حضرات نے بھی مسئلہ مسعی میں مشعر ہی کو علت بنایا ہے؛ بلکہ خود ان حضرات پر بھی لازم آتی ہے جو پورے طور پر شیخ سبیل صاحب کا فتوی قبول کررہے ہیں؛ حالاں کہ شیخ سبیل صاحب اور اسلامک فقہ اکیڈمی کی تجویز میں واضح طور پر جواز اقتدا کی بات کہی گئی ہے اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اور اگر یہ کہا جائے کہ منی کو مشعر مانتے ہوئے اگر مکہ مکرمہ کا جزو وتابع قرار دے دیا جائے تو اس میں پریشانی کیا ہے؟ کیا اس صورت میں اس کی مشعریت پر کوئی فرق پڑتا ہے؟

تو جواب یہ ہے کہ منی مشعریت کی بنا پر مستقل ہے، مکہ کے تابع نہیں ہے؛ جیسے مسعی مستقل ہے، مسجد حرام کے تابع نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے (جیسا کہ شیخ سبیل صاحب کے فتوی کے الفاظ بتاتے ہیں)؛ کیوں کہ اس صورت میں بلاشبہ اس کی استقلالی حیثیت متاثر ہوگی، اسی طرح اگر منی کو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ قرار دیا جائے گا تو اس کی مشعریت پر بھی حرف آئے گا؛

www.besturdubooks.net

کیوں کہ مسعی میں مشعریت کے دو تقاضے ہیں؛ ایک: حدود کے اعتبار سے مسعی (سعی کی جگہ) میں کوئی تبدیلی نہ ہونا، دوسرے: احکام کے اعتبار سے بھی اس میں کوئی تبدیلی نہ ہونا۔ پس یہاں منی میں بھی مشعریت کے دو تقاضے ہوں گے؛ ایک: میدان منی کا حدود کے اعتبار سے متعین ہونا۔ اور دوسرے: اس کا موضع مستقل ہونا؛ اس لیے مسعی کی طرح منی بھی مستقل ہے اور جب وہ مستقل ہے تو اب مکہ مکرمہ کے تابع بھی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ تابعیت کی صورت میں اس کا استقلال ختم ہوجائے گا۔

الحاصل اگر مشعر ہونے کی بنا پر مسعی کی حیثیت اور اس سے متعلقہ احکام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، تو مشعریت ہی کی بنا پر منی اور مزدلفہ وغیرہ مشاعر مقدسہ کی حیثیت اور اس سے متعلقہ احکام میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اور شیخ سبیل صاحب نے تبعا لذلك میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ احکام میں عدم تغیر بر بنائے تبعیت ہے، یعنی: اصل استقلالی حیثیت برقرار رکھنی ہے، اور تبعا متعلقہ احکام کو بھی علی حالہ باقی رہیں گے۔

مستقل مشعر ہونے کا ایک غلط مطلب اور اس کی تردید

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مستقل مشعر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی مالک نہیں بن سکتا؛ لیکن یہ بات غلط ہے؛ کیوں کہ استقلال کے یہ معنی نہیں آتے؛ بلکہ مستقل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی اعتبار سے دوسرے کے تابع نہیں ہوسکتا، اور منی تابع ہوئے بغیر مکہ کا جزو وحصہ نہیں بن سکتا؛ پس جب وہ مکہ کا جزو نہیں بن سکتا تو مکہ اور منی میں اقامت کی نیت یہ دو الگ الگ جگہوں میں اقامت کی نیت ہوگی، اور دو الگ الگ جگہوں میں اقامت کی نیت معتبر نہیں ہوتی؛ اس لیے جو حاجی مکہ مکرمہ پہنچ کر مکہ اور منی میں مجموعی طور پر پندرہ دن قیام کی نیت کرے گا، وہ مکہ اور منی دونوں جگہ مسافر ہی رہے گا، مقیم نہ ہوگا۔

www.besturdubooks.net

مصر یا قریہ ہونا منی کے موضع مستقل ہونے کی علت نہیں

اگر کوئی کہے کہ منی کے موضع مستقل ہونے کی علت اس کا مصر یا قریہ ہونا ہے، تو جواب یہ ہے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ (: امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) نے کہیں بھی منی کے مصر یا قریہ ہونے کی صراحت نہیں فرمائی ہے؛ بلکہ بعد کے مشائخ نے مسئلہ جمعہ کے پیش نظر حضرات شیخینؒ کے نزدیک ایام حج میں اسے مصر، اور امام محمدؒ کے نزدیک قریہ قرار دیا ہے؛ لیکن خود ان حضرات سے مصر یا قریہ ہونے کی کوئی صراحت منقول نہیں ہے؛ اسی لیے امام محمدؒ کے قول کی تخریج میں بعض علما نے قریہ کے بجائے عرفات کی طرح منزل من منازل الحاج ہونے کو علت قرار دیا ہے؛ چناں چہ مجمع الانہر[1] میں ہے:

"خلافا لمحمدؒ؛ لأنها قرية، أو هو منزل من منازل الحاج."

علامہ شلبیؒ "تبیین الحقائق"[2] کے حاشیہ میں شیخ ابونصر کی شرح القدوری کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"وقال محمد: لا جمعة فيها؛ لأنها منزل من منازل الحاج كعرفة."

علامہ بدرالدین عینیؒ ہدایہ کی شرح: بنایہ[3] میں فرماتے ہیں:

"وهو منزل من منازل الحاج كعرفات."

اس کے باوجود امام محمدؒ بھی اسے موضع مستقل قرار دیتے ہیں؛ جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا گیا، پس اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ منی کے موضع مستقل ہونے کی علت امام محمدؒ کے نزدیک، یقین کے ساتھ قریہ ہونا نہیں ہے؛ بلکہ بحیثیت علت اس کے علاوہ دوسرے احتمال کی بلاشبہ گنجائش ہے۔

(۱): مجمع الانہر، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۱: ۲۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

(۲): تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۱: ۲۱۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

(۳): بنایہ شرح ہدایہ، کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجمعۃ ۳: ۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

www.besturdubooks.net

نیز منی اگر مصر یا قریہ ہے، اور اس کی آبادی معتبر ہے تو امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں جمعہ جائز ہونا چاہیے، بالخصوص ایام حج میں؛ کیوں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مصر کی طرح قریہ میں بھی جمعہ جائز ہوتا ہے بشرطیکہ وہاں چالیس بالغ آزاد مرد مستقل طور پر رہتے ہوں اور گرمی یا سردی کے موسم میں وہاں سے دوسری جگہ نہ جاتے ہوں؛ حالاں کہ امام محمدؒ کی طرح امام شافعیؒ کے نزدیک بھی منی میں جمعہ جائز نہیں، جب کہ ہمارے فقہا کی صراحت کے مطابق منی غیر ایام حج میں بھی قریہ رہتا ہے اور ایام حج میں لازمی طور پر۔

بہر حال ہمارے فقہا نے امام محمدؒ کے قول کی تخریج میں جو اس کے قریہ ہونے کی بات کہی ہے، یہ قابل اشکال ہے؛ لہٰذا اسے منی کے مستقل ہونے کی علت قرار دینا بھی اشکال سے خالی نہ ہوگا۔

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ منی بوجہ مشعریت مستقل موضع ہے اور مشعریت علت ابدیہ ہے؛ لہٰذا منی کا مکہ کی طرح موضع مستقل ہونا بھی ابدی ہے اور موضع مستقل ہونے کی بنا پر مکہ اور منی میں مجموعی طور پر پندرہ دن اقامت کی نیت موضعین مستقلین میں اقامت کی نیت کرنا ہے جو معتبر نہیں؛ لہٰذا ایسا حاجی مکہ اور منی دونوں جگہ مسافر ہی رہے گا، مقیم نہ ہوگا۔

سوال نمبر: ۱۰ اور اس کا جواب:

سوال نمبر: ۱۰:۔ ایک مقام کو حکومت کسی دوسری جگہ کے ساتھ ملحق قرار دے کر دونوں کو موضع واحد تسلیم کرلے، خواہ اس کی کوئی بھی مصلحت ہو، تو کیا قصر واتمام کے باب میں بھی دونوں مقام موضع واحد کے حکم میں ہو جائیں گے؟

جواب سوال نمبر: ۱۰:

حکومت کا کسی مقام کو کسی دوسری جگہ کے ساتھ ملحق قرار دے کر اسے موضع واحد تسلیم کر لینا اس وقت تک کافی نہ ہوگا، جب تک شرعی اعتبار سے دونوں مقام موضع واحد کے حکم میں نہ ہو جائیں اور دو جگہوں کے موضع واحد کے حکم میں ہونے کے شرعی اصول

www.besturdubooks.net

ابتدائی سوالات کے جواب میں تفصیل سے گذر چکے ہیں، اوران کی رو سے منی کا مسئلہ بھی اچھی طرح واضح کیا جاچکا ہے۔

یہاں ایک واضح بات یہ بھی ہے کہ حکومت دو یا اس سے زائد جگہوں کو موضع واحد کے درجہ میں کرتی ہے وہ انتظامی امور کے لحاظ سے کرتی ہے، آبادی ایک ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے نہیں کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بڑے شہروں میں انتظامی امور کے اعتبار سے کئی، کئی ایم، ایل، اے اور مختلف پولس اسٹیشن ہوتے ہیں؛ جب کہ کئی چھوٹے گاؤوں کا صرف ایک پردھان ہوتا ہے، اوران سب کا پولس اسٹیشن بھی ایک ہوتا ہے، نیز انتظامی امور میں آبادی سے باہر کا علاقہ بھی ذمہ داری میں آتا ہے؛ کیوں کہ اگر آبادی سے باہر کسی کھیت وغیرہ میں قتل کا کوئی واقعہ، یا اس طرح کا کوئی اور معاملہ پیش آجائے تو آبادی کے چیرمین یا پردھان ہی کی ذمہ داری میں ہوتا ہے یا اس علاقہ کی پولس اس کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ اور حکومت یہ تقسیم اپنی سہولت اور آبادی کی قلت وکثرت وغیرہ کی بنیاد پر کرتی ہے، اس کی بنیاد دو جگہوں کا اتحاد یا عدم اتحاد نہیں ہوتا ہے کہ ہر آبادی کا خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ایک ہی پردھان یا چیرمین اور پولس اسٹیشن ہو، اور دو آبادیوں کا پردھان وغیرہ اور پولس اسٹیشن الگ الگ ہو۔

پس جب اس سلسلہ میں شریعت اور حکومت دونوں کا نقطہ نظر الگ الگ ہے، تو شرعی مسائل میں حکومت کی انتظامی تقسیم کو بنیاد بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ احقر کو بہرحال کسی طرح بھی درست معلوم نہیں ہوتا[1]۔

سوال نمبر: ۱۱ اور اس کا جواب:

سوال نمبر: ۱۱: موسم حج کے موقع پر قیام منی کے دوران جمعہ کا دن آجائے تو منی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں، تو کن دلائل کی بنیاد پر؟ اگر ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(۱): اس سلسلہ میں کچھ تفصیل ماقبل میں بھی آچکی ہے؛ لہٰذا اسے بھی ملاحظہ کرلیا جائے۔

www.besturdubooks.net

جواب سوال نمبر:۱۱:

موجودہ صورت حال میں منی میں جمعہ کا مسئلہ

منی میں جمعہ کے مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ میں اختلاف ہے:

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ منی میں ایام حج میں جمعہ جائز ہے؛ جب کہ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ منی میں ایام حج میں بھی جمعہ جائز نہیں۔

اس اختلاف کی بنیاد کیا ہے؟ بہت تلاش وجستجو کے باوجود خود ان ائمہ حضرات سے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں مل سکی؛ البتہ بعد کے مشائخ نے اجتہاداً اس کی بنیاد ذکر کی ہے اور اس سلسلہ میں کتابوں میں دو تخریجیں ذکر کی گئی ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

پہلی تخریج یہ ہے کہ منی فنائے مکہ ہے، اور شہر کی طرح فنائے شہر میں بھی جمعہ جائز ہوتا ہے۔

لیکن اس تخریج کو بعد کے سب علما نے بالاتفاق رد کر دیا ہے، اور اس کے دو رد ہیں جو ماقبل میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیے جا چکے۔

دوسری تخریج یہ ہے کہ منی ایام حج میں شہر بن جاتا ہے؛ کیوں کہ اس میں شہر کی ساری شرائط پائی جاتی ہیں؛ اس لیے حضرات شیخینؒ کے نزدیک منی میں ایام حج میں جمعہ جائز ہے؛ بشرطیکہ اذن سلطان ہو۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ ایام حج میں بھی قریہ ہی رہتا ہے، یا وہ قریہ بھی نہیں ہے؛ اس لیے اس میں جمعہ جائز نہیں اور اس تخریج کو بعد کے تمام فقہائے احناف نے صحیح قرار دیا ہے۔

لیکن یہ تخریج بھی مجمل ہے اور خود محتاج تخریج ہے؛ کیوں کہ اس تخریج میں یہ بات نہیں آسکی کہ حضرات شیخینؒ اور امام محمدؒ کے درمیان وہ نقطہ اختلاف کیا ہے، جس کی بنا پر حضرات شیخینؒ اسے ایام حج میں شہر مانتے ہیں اور امام محمدؒ ایام حج میں بھی اسے شہر

www.besturdubooks.net

نہیں مانتے؟ بہت تلاش کیا گیا؛ لیکنکوئی سراغ نہیں لگا۔

اورقرآن وحدیث میں منی میں جمعہ کے متعلق کوئی صراحت نہیں ملتی ہے۔

البتہ غور وفکر سے بہ ظاہر اس اختلاف کی بنیاد یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام محمدؒ مستقل رہائشی آبادی کا اعتبار کرتے ہیں اور حضرات شیخینؒ عارضی آبادی کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں؛ اسی لیے راجح تخریج کے مطابق یہ حضرات مستقل طور پر اسے شہر نہیں مانتے؛ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ منی ایام حج میں شہر بن جاتا ہے۔

پس اگر نقطہ اختلاف یہی ہے تو دلائل کی روشنی میں امام محمد کا قول راجح معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ اگر عارضی آبادی کا اعتبار کیا جائے گا، تو خانہ بہ دوش لوگوں کی عارضی جائے اقامت کو بھی سب کے حق میں قریہ ماننا ہوگا؛ حالاں کہ یہ ماقبل میں مصداق آبادی کی تیسری شرط کے ضمن میں ذکر کردہ تصریحاتِ فقہا کے بالکل خلاف ہے؛ کیوں خانہ بہ دوش لوگوں کی جائے اقامت، صرف ان کے حق میں جائے اقامت ہوتی ہے، اوروں کے حق میں نہیں؛ بلکہ اصلاً ان کے حق میں بھی معتبر نہ ہونی چاہیے؛ مگر چوں کہ ان کے زندگی گذارنے کا طریقہ یہی ہے، نیز اصل آدمی کا مقیم ہونا ہے؛ اس لیے امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت کے پیش نظر ان کی عارضی قیام گاہ کو صرف ان کے حق میں جائے اقامت قرار دیدیا گیا؛ ان کے علاوہ کسی اور کے حق میں ان کی عارضی قیام گاہ ہرگز جائے اقامت نہیں ہوسکتی، چناں چہ علامہ سید احمد طحطاویؒ حاشیہ علی المراقی[1] میں فرماتے ہیں:

”قوله: (وأما أهل الأخبية فتصح نيتهم الإقامة الخ):.....وقيد بهم؛ لأن غيرهم لو نوى الإقامة معهم، لا يصير مقيما عند الإمام، وهو الصحيح وعن الثاني روايتان. “

اوراگر حضرات شیخینؒ کا قول تسلیم کرلیا جائے کہ منی ایام حج میں شہر بن جاتا ہے تو

(۱): حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ص ۴۲۶، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

یہ اس وقت تھا جب منی میں آبادی پائی جاتی تھی اور لوگ مستقل طور پر وہاں رہائش رکھتے تھے اور اب منی کی وہ صورت حال بالکل نہیں رہی[1]؛ اس لیے منی میں قیام کے دوران اگر جمعہ کا دن آجائے تو وہاں جمعہ جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ منی اب غیر آباد ہے، اور عارضی آبادی کا راجح قول کے مطابق اعتبار نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ منی آباد ہے اور ایام حج میں وہ شہر بن جاتا ہے، تب بھی آج کل منی میں ایام حج میں جمعہ جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ احناف کے نزدیک جمعہ جائز ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہاں حاکم اسلامی کی طرف سے قیام جمعہ کی اجازت ہو، خواہ وہ خود جمعہ پڑھائے یا اس کی اجازت سے کوئی اور، اور منی میں چوں کہ حاکم اسلامی کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً کسی طرح بھی جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے اور یہ اجازت نہ دینا بر بنائے تعنت نہیں ہے؛ بلکہ غالباً منی میں آبادی نہ ہونے کی بنا پر ہے، یا کسی اور جائز مصلحت کی بنا پر؛ اس لیے اذن حاکم نہ ہونے کی وجہ سے وہاں خیموں وغیرہ میں جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز نہ ہوگا؛ بلکہ تمام حجاج کرام پر لازم ہوگا کہ وہ جمعہ کے دن جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ادا کریں۔

سوال نمبر: ۱۲ اور اس کا جواب:

سوال نمبر: ۱۱: فقہی کتابوں میں ایام حج میں منی کو شہر قرار دیا گیا ہے؛ چناں چہ ایام حج میں وہاں جمعہ پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے، البحر الرائق میں ہے: **ومنی مصر لا عرفات، فتجوز الجمعة بمنی.** (البحر الرائق ۲:۱۴۲) اور موجودہ دور میں یہ بات مخفی نہیں ہے کہ منی میں شہر ہونے کی تمام شرائط ایام حج میں متحقق ہو جاتی ہیں؛ لہٰذا ایام حج میں بھی منی کو غیر آباد مان کر مکہ سے عدم اتصال ثابت کرنا کیا صحیح ہوسکتا ہے؟ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ایام حج کی آبادی کو معتبر مان کر مکہ معظّمہ سے متصل قرار دیا جائے؟ کیا شرعاً اس میں کوئی حرج ہے؟

(۱): منی کی آبادی کے سلسلہ میں تفصیل آگے آرہی ہے۔

www.besturdubooks.net

جواب سوال نمبر: ۱۲:۔

حضرات شیخینؒ نے منی میں ایام حج میں جس بنیاد پر جمعہ جائز قرار دیا ہے، اور عرفات میں اس بنیاد کے نہ پائے جانے کی وجہ سے وہاں جواز جمعہ کی نفی کی ہے، وہ ہے منی میں عمارات کا ہونا اور عرفات کا عمارات سے خالی ہونا؛ کیوں کہ عمارتوں کے علاوہ مصریت کی باقی تمام چیزیں منی کی طرح عرفات میں بھی پائی جاتی تھیں؛ چناں چہ مجمع الانہر (۱) میں عرفات میں جمعہ کی عدم صحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولا تصح الجمعة بعرفات؛ لأنها لا تتمصر باجتماع الناس، وحضرة السلطان؛ لأنها من البراري القفار."

ترجمہ: اور عرفات میں جمعہ درست نہیں؛ کیوں کہ عرفات، لوگوں کے اجتماع اور بادشاہ کی موجودگی سے شہر نہیں بنتا؛ کیوں کہ وہ ویران جنگلات میں سے ہے۔

الدر المنتقی (۲) میں ہے:

"ومنى مصر في أيام الموسم تصح الجمعة بها لوجود الخليفة أو نائبه مثل أمير الحجاز ووجود الأسواق والسكك، وكذا كل أبنية نزل بها الخليفة."

ترجمہ: اور منی موسم حج کے ایام میں شہر ہوجاتا ہے، وہاں جمعہ درست ہوتا ہے؛ کیوں کہ وہاں خلیفہ یا اس کا نائب جیسے: امیر حجاز بھی ہوتا ہے اور بازار وگلیاں بھی پائی جاتی ہیں، اسی طرح ہر وہ عمارتیں ہیں جہاں خلیفہ قیام کرے۔

غنیة المستملی (۳) میں ہے:

"بخلاف عرفات؛ لأنها لا أبنية بها."

ترجمہ: برخلاف عرفات کے؛ کیوں کہ وہاں عمارتیں نہیں ہیں۔

ہدایہ (۴) میں ہے:

(۱): مجمع الانہر، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۱:۲۴۹، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت ←

www.besturdubooks.net

"ولا جمعة بعرفات في قولهم جميعا؛ لأنها فضاء، وبمنى أبنية. "

ترجمہ: اورعرفات میں سب کے قول میں جمعہ نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ فضا ہے اور منی میں عمارتیں ہیں۔

اورشامی[1] میں درمختار کے قول: "ولا بعرفات؛ لأنها مفازة" کی شرح میں ہے:

" قوله :" لأنها مفازة " أي : برية لا أبنية فيها، بخلاف منى. "

ترجمہ: ماتن کا قول: "کیوں کہ وہ جنگل ہے" یعنی: وہ ایسا جنگل ہے، جہاں عمارتیں نہیں ہیں، برخلاف منی کے۔

موجودہ صورت حال میں منی کی مصریت پر زمانۂ ماضی کی فقہی عبارات سے استدلال صحیح نہیں

زمانہ ماضی میں پورا منی آبادی سے گھرا ہوا تھا؛ بلکہ بہت سے فقہا نے شہر کی تعریف میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ شہر ہونے کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ اس کی عمارتیں منی کی عمارتوں کے بہ قدر ہوں، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زمانہ قدیم میں منی میں کس قدر عمارات تھیں؟ اور مؤرخین نے بھی منی میں دکانوں اور مکانات کی کثرت کا ذکر کیا ہے؛ بلکہ منی میں کئی کارخانے، کنوئیں، اور سرائیں وغیرہ تھیں، اور شیخ محمد بن ابراہیم مفتی المملكة العربية السعودية کے فتاوی

→ (۲):الدر المنتقى، كتاب الصلاة، باب الجمعة ۱: ۲۴۸، ۲۴۹، مطبوعہ:دار الكتب العلمية بيروت۔

(۳):غنية المستملى،فصل في صلاة الجمعة ص۵۵۱،مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۱): ہدایہ مع فتح القدیر، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة۲: ۲۵ مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان)۔

(۱):رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة ۳:۱۵مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)۔

www.besturdubooks.net

سے معلوم ہوتا ہے کہ جمرہ عقبہ کے قریب تک لوگوں نے منی میں رہائشی مکانات بنا رکھے تھے۔

ذیل میں چند عربی حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

(۱): علامہ شرنبلالیؒ مراقی الفلاح[۱] میں شہر کی تعریف میں فرماتے ہیں:

" والحال أنه –أي المصر– موضع بلغت أبنيته قدر أبنية منى، وهذا في ظاهر الرواية، قاله قاضى خان – (فى الخانية مع الهندية ١ : ١٧٤، ط: مكتبة زكريا ديوبند) – وعليه الاعتماد. "

ترجمہ: اور حال یہ ہے کہ وہ – یعنی: شہر – وہ جگہ ہے جس کی عمارتیں منی کی عمارتوں کے بہ قدر ہوں، اور یہ ظاہر الروایہ میں ہے، قاضی خان نے یہی فرمایا ہے، اور اسی پر اعتماد ہے۔

(۲): غنية المستملى[۲] میں ہے:

"وقال قاضى خان: والاعتماد على ما روي عن أبي حنيفة: كل موضع بلغت أبنيته أبنية منى الخ"

ترجمہ: اور قاضی خان نے فرمایا: اور اعتماد اس روایت پر ہے جو امام ابوحنیفہؒ سے نقل کی گئی، یعنی: ہر وہ جگہ جس کی عمارتیں منی کی عمارتوں کو پہنچ جائیں۔

(۳): النہر الفائق[۳] میں بعض قری کے متعلق گفتگو کے ضمن میں ہے:

"وأقول: مقتضى اشتراط أن تبلغ أبنيتها أبنية منى.....عدم تمصرها الخ"

ترجمہ: اور میں – صاحب النہر الفائق – کہتا ہوں کہ (شہر کی تعریف میں) یہ شرط

(۱): مراقی الفلاح، مع حاشیۃ الطحطاوی، ص ۵۱۲، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

(۲): غنیۃ المستملی، فصل فی الجمعۃ ص ۵۵۱، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۳): النہر الفائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۱: ۳۵۳، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

لگانے کا تقاضہ کہ اس کی عمارتیں منی کی عمارتوں کو پہنچ جائیں.....ان گاؤں کا شہر نہ بننا ہے۔

(۴): درمختار[۱] سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب درمختار کے زمانہ میں منی میں بہت ساری دکانیں اور مکانات تھے جو لوگوں کو کرایہ پر دیے جاتے تھے، عبارت ملاحظہ ہو:

" كبيوت مكة ومنى وحوانيتهما زمن الموسم؛ فإنه لا يرغب فيها بعد الموسم. "

ترجمہ: جیسے مکہ اور منی (میں کرایے) کے گھر اور دکانیں موسم حج کے وقت؛ کیوں کہ موسم حج کے بعد ان میں کوئی رغبت نہیں کی جاتی ہے۔

(۵): تبیین الحقائق[۲] میں ہے:

"ولهما أنها تتمصر في أيام الموسم.....وبمنى أبنية، ودور، وسكك. "

ترجمہ: اور حضرات شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ منی موسم حج کے ایام میں شہر بن جاتا ہے۔.....اور منی میں عمارتیں، مکانات اور گلیاں ہیں۔

(۶): معجم البلدان[۳] میں ہے:

"وهي –منى– بليدة على فرسخ من مكة ، طولها ميلان، تعمر أيام الموسم، وتخلو بقية السنة إلا ممن يحفظها، وقل أن يكون فى الإسلام بلد مذكور إلا ولأهله بمنى مضرب، وعلى رأس منى من نحو مكة عقبة ترمى عليها الجمرة يوم النحر، ومنى شعبان بينهما أزقة، والمسجد فى الشارع الأيمن، ومسجد الكبش بقرب العقبة، وبها مصانع، وآبار،

(۱): درمختار مع الشامی، کتاب الإجارة ۹: ۱۷، ۱۸ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

(۲): تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الجمعة ۱: ۲۱۸، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ ملتان۔

(۳): معجم البلدان ۵: ۱۹۸، باب الميم والنون ومايليهما، مطبوعہ: دار صادر بیروت۔

www.besturdubooks.net

وخانات،وحوانيت. وهي بين جبلين مطلين عليها. ‘‘

ترجمہ:اور یہ-منی- مکہ سے ایک فرسخ دوری پر ایک چھوٹا شہر ہے،اس کی لمبائی دو میل ہے،موسم حج کے ایام میں آباد ہوجاتا ہے اور سال کے باقی ایام خالی رہتا ہے؛ البتہ حفاظت کنندہ رہتے ہیں۔اور زمانہ اسلام میں عام طور پر ہر قابل ذکر شہر والوں کا منی میں بڑا خیمہ ہوتا تھا۔اور منی کی چوٹی پر مکہ کی جانب جمرہ عقبہ ہے،جس پر دس ذی الحجہ کو کنکری ماری جاتی ہے۔اور منی دو گھاٹیاں ہیں جن کے درمیان گلیاں ہیں، شارع ایمن میں مسجد ہے اور ایک مسجد جمرہ عقبہ کے قریب ہے۔اور وہاں کارخانے، کنوئیں،سرائیں اور دکانیں ہیں،اور منی ایسے دو پہاڑوں کے درمیان ہے جو اس کی طرف نکلے ہوئے ہیں۔

(۷):کتاب دلیل الحاج المصور(مصنفہ۱۹۸۴ص۱۲۴)میں ہے:

’’منى بلدة تكثر فيها العمارات والأبنية الحديثة. ‘‘

ترجمہ:منی ایسا شہر ہے،جس میں بکثرت تعمیرات اور نئی عمارتیں ہیں۔

(۸):حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوریؒ سنن ابوداود کی شرح: بذل المجہود[۱] میں حدیث:’’إنما هو مناخ من سبق إليه ‘‘ کی تشریح کے ذیل میں فرماتے ہیں:

’’ قلت:وفي هذا الزمان كثرت الأبنية فيها، وتملكوا منها بقاعا كثيرة، فإلى الله المشتكى. ‘‘

ترجمہ: میں-حضرت سہارنپوریؒ-کہتا ہوں:اور اس زمانہ میں منی میں بکثرت عمارتیں اور لوگ اس کے بہت سے حصوں کے مالک بن بیٹھے ہیں۔پس اللہ ہی سے اس کی شکایت وفریاد ہے۔

(۹):حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ معارف السنن[۲] میں فرماتے ہیں:

(۱):بذل المجهود، كتاب الحج،باب تحريم مكة ۹:۳۶۱،مطبوعہ:دارالکتب العلمیہ بیروت۔

(۱): معارف السنن،أبواب الحج عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما ←

www.besturdubooks.net

”تعمر أيام الموسم، وتخلو بقية السنة إلا لمن يحفظها، هكذا كانت قرية منى، غير أن الآن قد اتصلت أبنية مكة بها، وبنيت فيها بيوت للسكنى وللحجاج فى الموسم.“

ترجمہ: منی موسم حج کے ایام میں آباد ہوجاتا ہے اور سال کے باقی ایام خالی رہتا ہے؛ البتہ حفاظت کنندہ رہتے ہیں، قریہ منی ایسا ہی تھا؛ مگر اب مکہ کی عمارتیں منی کے ساتھ مل چکی ہیں، اور اس میں رہائش کے لیے اور موسم حج میں حاجیوں کے لیے مکانات بنادیے گئے ہیں[1]۔

(۱۰): فتاوی محمد بن ابراہیم (۵:۱۰۱-۱۰۹) بھی ملاحظہ فرمائیں؛ کیوں کہ ان کے فتاوی سے، اب سے کچھ زمانہ پہلے تک منی میں بکثرت عمارات کا پتہ چلتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ قدیم میں منی میں بکثرت عمارات، رہائشی مکانات اور کارخانے وغیرہ تھے؛ لیکن اب سے کچھ سال پہلے، مملکت سعودیہ عربیہ کے مفتیان کرام کے فتاوی کی بنا پر منی کی ساری قدیم وجدید عمارتیں منہدم کردی گئیں اور اب منی میں کسی کی ذاتی کوئی بھی عمارت نہیں ہے، اور جو تھوڑی بہت عمارتیں بنائی گئی ہیں، وہ صرف موسم حج

→ جاء فى الخروج إلى منى والمقام بها وبيان منى وخصائصها ۲:۱۹۳، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۱): نوٹ:۔ اتمام کے قائل علمائے کرام جو اتصال کی بات کہہ رہے ہیں، یہ حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ کے زمانہ سے پایا جارہا ہے؛ بلکہ ان کے زمانہ میں اب سے زیادہ اتصال تھا؛ کیوں کہ پہلے محلّہ شیشہ کی طرف جمرات کے میدان میں بھی آبادی تھی اور خود منی میں بھی بہت سے مکانات تھے؛ بلکہ ایک معتبر عالم نے بتایا کہ وہاں بکثرت رہائشی مکانات تھے اور مکہ میں مہنگائی کی وجہ سے لوگ وہاں کرایہ پر مکانات وغیرہ لیتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے اکابر- جو علم وعمل دونوں میں ید طولی رکھتے تھے- نے وہ نیا موقف اختیار نہیں فرمایا جو قائلین اتمام نے اختیار کیا ہے جب کہ اس کی بنیادیں بھی نہایت کمزور ہیں۔

www.besturdubooks.net

میں حاجیوں کی مصالح وضروریات میں استعمال ہوتی ہیں؛ اس لیے اب منی، عرفات کی طرح کھلے میدان کی شکل اختیار کر گیا ہے، اس میں رہائشی مکانات وغیرہ بالکل نہیں ہیں؛ اس لیے جمعہ کے مسئلہ میں منی کا وہی حکم ہوگا، جو زمانہ ماضی میں عرفات کا تھا، یہی وجہ ہے کہ منی کی مسجد خیف جو سعودی حکومت کے زیر انتظام ہے، اس میں کئی سالوں سے جمعہ کی نماز نہیں ہو رہی ہے۔

منی کے خیمے، آبادی اور رہائشی مکانات کی حیثیت نہیں رکھتے

اگر کوئی کہے کہ منی میں حاجیوں کے قیام کے لیے آگ، پانی اور دھوپ سے حفاظت کے لیے جو خیمے لگے ہوئے ہیں، وہ عمارتوں کا درجہ رکھتے ہیں؛ پس ان کی وجہ سے منی، زمانہ قدیم کی طرح آج بھی اپنے اندر خیموں کی شکل میں بہت سی عمارتیں رکھتا ہے؛ لہٰذا ایام حج میں شہر کی تمام شرائط پائے جانے کی وجہ سے، اسے شہر قرار دیا جاسکتا ہے؛ بلکہ یہ بلاشبہ شہر ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ منی میں جو خیمے لگے ہوئے ہیں وہ عمارتوں کا درجہ نہیں رکھتے؛ کیوں کہ یہ مستقل رہائش کے لیے نہیں ہیں، نیز ان میں ہمیشہ رہائش نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ ان میں چند رات حاجیوں کا عارضی قیام ہوتا ہے، اور عام لوگوں کے لیے رہائشی مکانات وہ ہوتے ہیں جو ان کے لیے ان کی مستقل رہائشی مکانات کے مانند ہوں، اور فقہا نے عام لوگوں کے حق میں خیموں کو موضع اقامت سے خارج قرار دیا ہے، جیسا کہ ماقبل میں ''فتاوی خانیہ''، ''مجمع الانہر'' اور ''خلاصۃ الفتاوی'' کے حوالہ سے گذر چکا۔

اور اگر مان لیا جائے کہ منی میں حاجیوں کے خیمے، عمارتوں اور مکانات کا درجہ رکھتے ہیں تو عرفات میں حاجیوں کے لیے جو خیمے لگائے جاتے ہیں وہ بھی عمارات کے درجہ میں ہوں گے، اور نو ذی الحجہ کو وہاں بھی شہر کی ساری شرائط متحقق ہو جائیں گی؛ لہٰذا وہاں بھی جمعہ کے جواز کا قول لینا پڑے گا، اسی طرح کوئی لشکر اگر کسی جگہ ایک ماہ قیام کا ارادہ کر کے پڑاؤ ڈال دے، اور اپنے خیمے وغیرہ اس طور پر لگالے کہ وہاں خیموں

www.besturdubooks.net

کے درمیان راستے وغیرہ بھی پائے جائیں، اور دکان داروں کے، ساتھ ہونے کی وجہ سے ضروریات کی ساری چیزیں بھی فراہم ہوں، تو اسے بھی شہر کہنا ہوگا؛ جب کہ یہ واضح طور پر فقہائے کرام کی تصریحات کے خلاف ہے؛

چناں چہ فتاوی عالمگیری(۱) میں ہے:

"قال شمس الأئمة الحلواني :عسكر المسلمين إذا قصدوا موضعا، ومعهم أخبيتهم، وخيامهم، وفساطيطهم، فنزلوا مفازة فی الطريق، ونصبوا الأخبية، والفساطيط، وعزموا فيها على إقامة خمسة عشر يوما، لم يصيروا مقيمين؛ لأنها حمولة، وليست بمساكن كذا فی المحيط. "

ترجمہ: شمس الائمہ حلوائیؒ نے فرمایا: مسلمانوں کے لشکر نے جب کسی جگہ کا قصد کیا، اور ان کے ساتھ خیمے اور تمبو وغیرہ ہیں، پھر انہوں نے راستہ میں کسی جنگل میں پڑاؤ ڈال دیا اور خیمے اور تمبو نصب کر دئے اور وہاں پندرہ دن قیام کا پختہ ارادہ کر لیا تو وہ مقیم نہ ہوں گے؛ کیوں کہ یہ خیمے اٹھانے کی چیزیں ہیں، رہائشی مکانات نہیں ہیں۔ محیط میں ایسا ہی ہے۔

عالمگیری کے اس جزئیہ میں اگر لأنها حمولة، وليست بمساكن کی تعلیل پر گہرائی سے غور کیا جائے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خیمے جن لوگوں کے حق میں مستقل رہائشی نہ ہوں؛ بلکہ صرف عارضی رہائش کے ہوں، ان میں ان کا قیام شرعاً معتبر نہیں، اور ایسے خیموں کی وجہ سے کوئی جگہ قریہ یا مصر نہ بنے گی؛ البتہ خانہ بہ دوش چوں کہ مستقل طور پر خیموں ہی میں رہتے ہیں اور وہی ان کے رہائشی مکانات ہیں؛ اس لیے ان کے خیمے ان کے حق میں رہائشی مکانات کے درجہ میں ہوں گے، اور ان کا کسی جنگل وغیرہ میں پندرہ دن قیام کی نیت سے اپنے خیموں میں رہنا معتبر ہوگا اور راجح قول کے مطابق یہ لوگ وہاں مقیم ہوں گے۔

(۱): فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاۃ باب صلاۃ المسافر ۱:۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

فتاوی عالمگیری(۱) میں ہے:

”واختلف المتأخرون فی الذین یسکنون فی الخیام والأخبیة فی المفازات من الأعراب والتراکمة؛ هل صاروا مقیمین بالنیة ؟ عن أبي یوسفؒ فیه روایتان: في إحداهما لا، وفی الأخری قال :یصیرون مقیمین، وعلیه الفتوی، کذا فی الغیاثیة. “

ترجمہ: اور متاخرین کا اختلاف ہے ان بدوؤں اور ترکوں کے بارے میں، جو جنگلات میں خیموں اور تمبوؤں میں رہتے ہیں کہ کیا وہ (جنگل میں کسی جگہ پندرہ دن قیام کی) نیت کی وجہ سے مقیم ہوجائیں گے؟ امام ابو یوسفؒ سے اس سلسلہ میں دو روایتیں مروی ہیں: ایک میں ہے: نہیں ۔اور دوسری میں انہوں نے فرمایا: مقیم ہوجائیں گے، اور اسی پر فتوی ہے، جیسا کہ فتاوی غیاثیہ میں ہے۔

اس کی کچھ تفصیل ماقبل میں بھی گذر چکی ہے۔

حاصل یہ کہ منی میں حاجیوں کے عارضی قیام کے لیے جو خیمے لگے ہوئے ہیں، وہ ہرگز آبادی اور رہائشی مکانات کا درجہ نہیں رکھتے ؛ لہٰذا منی اب موجودہ صورت حال میں عرفات کی طرح محض ایک میدان ہے؛ پس عرفات کی طرح اس میں بھی جمعہ درست نہ ہوگا۔

اور اگر بالفرض منی کو آباد مان لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ وہ ایام حج میں شہر بن جاتا ہے، تب بھی اذن حاکم کے بغیر اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا۔ اور جب منی کی مسجد خیف جو سعودی حکومت کے زیر انتظام ہے، اس میں جمعہ نہیں ہوتا ہے، تو ظاہر یہی ہے کہ سعودی حکومت کی طرف سے منی میں جمعہ کی اجازت نہیں ہے اور یہ اجازت نہ دینا بر بنائے تعنت نہیں ہوسکتا ؛ بلکہ عید کی طرح بر بنائے تخفیف ہے، یا کسی اور جائز

(۱): فتاوی عالمگیری، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ۱:۱۳۹، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

مصلحت کی بنا پر ہے؛ اس لیے اس صورت میں بھی منی میں جمعہ کی نماز درست نہ ہوگی؛ بلکہ سب کو ظہر کی نماز ادا کرنی ہوگی؛ کیوں کہ حضرات شیخینؒ کے مسلک کے مطابق منی ایام حج میں شہر اس وقت بنتا ہے، جب وہاں امیر حکومت یا اس کا نائب موجود ہو، جو خود جمعہ پڑھائے، یا اس کی اجازت سے کوئی اور جمعہ پڑھائے[1]۔

(۱): یہ بات گذشتہ سوال نمبر:۱۱ کے جواب میں بھی آچکی ہے۔

(۱): **اضافہ**: ایام حج میں حجاج کے لیے میدان منی میں جواز جمعہ کے مسئلے پر اور مکہ اور منی دونوں کے ایک ہونے پر بعض فقہی عبارات سے اشکال پر مشتمل ایک سوال نامہ آیا، دار العلوم دیوبند سے اس کا جواب لکھا گیا، یہاں سوال وجواب دونوں افادہ ناظرین کی غرض سے پیش خدمت ہیں:

۸۱۱/ن

باسمہ تعالیٰ شانہ

کیا فرماتے ہیں کہ مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱): میرا نظریہ منی میں جمعہ نماز کے قصر واتمام کے تعلق سے اکابر دار العلوم کے موافق ہے اور منی میں قیام جمعہ کا فتوی دار العلوم کا عدم جواز کا ہے؛ مگر مجھے ہدایہ کی عبارت سے تھوڑا سا خلجان سا پیدا ہوگیا، ویجوز بمنی أي: الجمعة إن كان الأمير أمير الحجاز الخ ص ۱۷۷، پھر حاشیہ میں ہے کہ طرفین کی دلیل جن کے نزدیک جواز جمعہ کا مسئلہ یہ ہے کہ أحدهما أن منى من فناء مكة؛ فإنه من الحرم، قال الله تعالى: هدياً بلِغ الكعبة، سماه باسم الكعبة تبعاً لها لما أن الهدايا والضحايا لا تنحر بمكة؛ بل بمنى، فدل ذلك على أنه في حكمها وإقامة الجمعة [كما تجوز] فى المصر تجوز في فنائه۔ دوسری دلیل: ہدایہ حاشیہ: والثاني أن منى يصير مصراً في أيام الموسم أي: موسم الحج لاجتماع شرائط من السلطان والقاضي والأبنية والأسواق إلا أنها لا تبقى مصراً بعد انقضاء الموسم وبقاؤها مصراً بعد ذلك ليس بشرط۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ منی مکہ میں داخل ہے اور ایام موسم حج میں ←

www.besturdubooks.net

← شرائط جمعہ پائی جاتی ہے تو جمعہ جائز ہونا چاہئے فما الجواب؟

ہدایہ کی دوسری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک آدمی نے مکہ اور منی دونوں کو ملا کر ۱۵/ یوم قیام کی نیت کر لی تو وہ مسافر ہی رہے گا جب تک کسی ایک جگہ اقامت لیل کی نیت نہ کرے، اس سے معلوم ہوا کہ مکہ اور منی دونوں الگ الگ جگہ ہے اور اوپر والے مسئلے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک حکم میں ہے؛ لہٰذا صحیح کیا ہے؟ اگر منی میں جمعہ جائز نہیں تو ہدایہ کی مذکورہ عبارت کا جواب کیا ہوگا؟

(۲): ۸/ذی الحجہ سے پہلے مکہ میں ۱۵/ یوم قیام رہا تو ظاہر ہے کہ وہ مقیم بن گیا تو اب جب وہ منی میں اور مزدلفہ میں رات گذار کر پھر مکہ آئے گا اور ۱۰/ذی الحجہ میں مالی قربانی بھی کرنے کا حکم ہے تو کیا منی ومزدلفہ جانے سے اس کی اقامت ختم ہو کر مسافرت کا حکم نہیں لگے گا؟

بینوا توجروا عند اللہ

محمد تحسین قاسمی (اتراکھنڈ)

۱۹/۷/۳۷ھ

۷۹۳/ن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق:۔(۱): اسلامی ممالک میں کسی جگہ جمعہ جائز ہونے کے لیے منجملہ دیگر شرائط دو شرطیں یہ بھی ہیں؛ ایک یہ کہ جس جگہ جمعہ قائم کیا جائے، وہ شہر، قصبہ یا مثل قصبہ بڑا گاؤں ہو یا ان میں سے کسی کی فنا ہو۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ جمعہ خود حاکم اسلامی قائم کرے یا اس کا خلیفہ۔ اور منی میں ایام حج میں جواز جمعہ کے لیے ان دونوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی؛ کیوں کہ منی موجودہ صورت حال میں ایام حج میں شہر کی حیثیت اختیار نہیں کرتا؛ کیوں کہ وہاں اب مکانات اور آبادی نہیں ہے، جبکہ ماضی میں منی میں بے شمار مکانات اور عمارتیں تھیں اور ایام حج میں شہر کی تمام سہولیات ←

www.besturdubooks.net

.....

← میسر ہوجانے کی وجہ سے وہ حضرات شیخینؒ کے نزدیک شہر کی حیثیت اختیار کرلیتا تھا۔ اور منی کو فنائے مکہ قرار دینا صحیح نہیں؛ کیوں کہ فنا وہ علاقہ ہوتا جو اہل شہر کی مصالح وضروریات کے لیے ہو، جب کہ منی اہل مکہ کی مصالح وضروریات کے لیے نہیں ہے، وہاں تو سارے عالم کے حجاج کرام مناسک حج ادا کرتے ہیں، اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں مسئلہ مسافرت میں منی کو مکہ سے الگ مستقل موضع قرار دیا ہے اور جو مستقل موضع ہو، وہ کسی کی فنا ہوکر اس کے تابع نہیں ہوسکتا؛ اس لیے منی کے فنائے مکہ ہونے کا قول ضعیف ومرجوح اور صاحب مذہب کی صراحت کے خلاف ہے۔ اور دور حاضر میں منی میں جواز جمعہ کی دوسری شرط بھی نہیں پائی جاتی ہے؛ کیوں کہ حکومت سعودیہ کی طرف سے منی میں اقامت جمعہ کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی حکومت کی طرف سے مسجد خیف میں یا کہیں اور جمعہ قائم کیا جاتا ہے؛ اس لیے آج کل منی میں ایام حج میں حجاج کرام صرف ظہر کی نماز پڑھیں گے، جمعہ کی نماز ان کے لیے جائز نہیں، اگر وہ جمعہ کی نماز پڑھیں گی تو فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ "والحال أنه –أي المصر– موضع بلغت أبنيته قدر أبنية منى، وهذا في ظاهر الرواية، قاله قاضى خان – (فى الخانية مع الهندية ۱: ۱۷٤ ط مكتبة زكريا ديوبند) – وعليه الاعتماد." (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة ص ۵۱۲، ط : دار الكتب العلمية بيروت)، "وقال قاضى خان: والاعتماد على ما روي عن أبي حنيفة: كل موضع بلغت أبنيته أبنية منى الخ" (غنية المستملي، فصل فى الجمعة ص ۵۵۱، ط: المكتبة الأشرفية ديوبند)، "ولهما أنها تتمصر في أيام الموسم.....وبمنى أبنية، ودور، وسكك. "(تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجمعة ۱: ۲۱۸، ط: المكتبة ا؛إمدادية،ملتان، باكستان)، "وهي –منى– بليدة على فرسخ من مكة ، طولها ميلان، تعمر أيام الموسم، وتخلو بقية السنة إلا ممن يحفظها، وقل أن يكون فى الإسلام بلد مذكور إلا ولأهله بمنى مضرب، وعلى رأس منى من نحو مكة عقبة ترمى عليها الجمرة يوم النحر، ومنى ←

www.besturdubooks.net

.....

→ شعبان بينهما أزقة، والمسجد والمسجد فى الشارع الأيمن، ومسجد الكبش بقرب العقبة، وبها مصانع، وآبار، وخانات وحوانيت. وهي بين جبلين مطلين عليها. "(معجم البلدان٥: ١٩٨ باب الميم والنون ومايليهما،ط: دار صادر بيروت لبنان)، "منى بلدة تكثر فيها العمارات، والأبنية الحديثة. "(كتاب دليل الحاج، ص ١٢٤)، "قلت:وفي هذا الزمان كثرت الأبنية فيها، وتملكوا منها بقاعا كثيرة، فإلى الله المشتكى."(بذل المجهود،كتاب الحج، باب تحريم مكة، في شرح حديث: إنما هو مناخ من سبق إليه ٩: ٣٦١، ط:دار الكتب العلمية بيروت)."تعمر أيام الموسم، وتخلو بقية السنة إلا لمن يحفظها، هكذا كانت قرية منى، غير أن الآن قد اتصلت أبنية مكة بها، وبنيت فيها بيوت للسكنى وللحجاج فى الموسم."(معارف السنن.،أبواب الحج عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ،باب ما جاء فى الخروج إلى منى والمقام بها ،بيان منى وخصائصها٦: ١٩٣، ط: المكتبة الأشرفية ديوبند)،"وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى وإلقاء التراب الخ"(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ٢: ٥٩٩، ٦٠٠، ط مكتبة زكريا ديوبند)،"أنه المعد لمصالح المصر؛فقد نص الأئمة على أن الفناء ما أعد لدفن الموتى، وحوائج المعركة؛ كركض الخيل والدواب، وجمع العساكر، والخروج للرمي، وغير ذلك. " (رد المحتار، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ٣:٨، ومنحة الخالق على البحر الرائق،كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة ٢: ٢٤٧، ط مكتبة زكريا ديوبند نقلاً عن الشرنبلالي في تحفة أعيان الغنى بصحة الجمعة والعيدين فى الفناء)،"وإنما اقتصر المصنف على هذا الوجه من التعليل دون التعليل بأن منى من أفنية مكة؛ لأنه فاسد؛ لأن بينهما فرسخين، وتقدير الفناء بذلك غير صحيح،قال محمد فى الأصل:"إذا نوى المسافر أن يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يو ما، لا يصير مقيما "فعلم اعتبارهما شرعا موضعين."(فتح القدير مع الكفاية والعناية، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة ٢:٢٦ط: المكتبة الرشيدية كوئته، ←

www.besturdubooks.net

باکستان)."وذكر فى المحيط:ومن المشايخ من قال: إن عندهما إنما يجوز أداء الجمعة بمنى؛ لأنها من أفنية مكة،وهذا فاسد إلا على قول من يقدر فناء المصر بفرسخين؛ لأن بين مكة ومنى فرسخين. وقال:محمد رحمه الله تعالى فى الأصل:" إذا نوى أن يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يوما، لم يتم الصلاة " فعلم بهذا أنهما موضعان. "(الكفاية مع الفتح ٢: ٢٦). "والثاني السلطان ولو متغلباً،.....وجازت الجمعة بمنى فى الموسم فقط لوجود الخليفة أو أمير الحجاز أو العراق أو مكة ووجود الأسواق والسكك، .....لا تجوز لأمير الموسم لقصور ولايته على أمور الحج حتى لو أذن له جاز الخ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة ٣: ٨-١٥)، ومثله في كتب الفقه الأخرى۔

(۲):وطن اقامت وطن اصلی،دوسرے وطن اقامت اورسفرشرعی سے باطل ہوتا ہے، مطلق سفر یاوطن سکنی سے باطل نہیں ہوتا۔اورمنی،مزدلفہ مکہ مکرمہ سے مسافت سفر پرنہیں ہیں اورمنی،مزدلفہ میں حاجی کا قیام مجموعی طور پرصرف چار یاپانچ دن ہوتا ہے؛اس لیے جو حاجی حج سے پہلے مکہ مکرمہ میں مقیم ہوگیا،وہ منی،مزدلفہ جانے اوروہاں چندروز قیام کرنے سے مسافرنہ ہوگا،مقیم ہی رہے گا،پس وہ ایام حج میں استطاعت کی صورت میں قربانی بھی کرے گا اورنمازیں بھی بحیثیت مقیم ادا کرے گا اور جب مکہ مکرمہ واپس آئے گا تو پندرہ دن سے کم قیام کی صورت میں بھی وہ مقیم ہی رہے گا،مسافرنہ ہوگا۔ويبطل وطن الإقامة بمثله وبالوطن الأصلي وبإنشاء السفر، والأصل أن الشيء يبطل بمثله وبما فوقه لا بما دونه (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ٢: ٦١٤، ٦١٥،ط: مكتبة زكريا ديوبند)، قوله:"لا بما دونه":.....كما لا يبطل وطن الإقامة بوطن السكنى، ح. (رد المحتار)۔فقط واللہ تعالی أعلم۔(کتبہ)محمدنعمان سیتاپوری غفرلہٗ

۲۳/رجب المرجب ۱۴۳۷ھ مطابق یکم مئی ۲۰۱۶ء یکشنبہ

الجواب صحیح:حبیب الرحمٰن عفااللہ الجواب صحیح:محمداسداللہ غفرلہٗ

www.besturdubooks.net

سوال نمبر: ۱۳ اور اس کا جواب:

سوال نمبر: ۱۳:۔ حدیث:"منی مناخ من سبق" کا منشا کیا ہے؟ کیا اس کی وجہ سے منی میں اگر آبادی ہوجائے تو اسے شرعاً غیر معتبر قرار دیا جائے گا؟

جواب سوال نمبر: ۱۳:

منی کے آباد اور غیر آباد ہونے اور اس کی آبادی کی اعتباریت میں یہ حدیث نہایت اہم ہے اور اس سلسلہ میں بنیادی درجہ رکھتی ہے؛ اس لیے اس حدیث پر تفصیلی کلام ضروری ہے؛

حدیث کی تخریج

یہ حدیث، بعض الفاظ میں معمولی فرق کے ساتھ حدیث کی متعدد کتابوں میں آئی ہے۔

چناں چہ یہ حدیث سنن ابوداود (۱)، سنن ترمذی (۲)، سنن ابن ماجہ (۳)، مسند اسحاق بن راہویہ (۴)، مسند احمد بن حنبل (۵)، مسند دارمی (۶)، سنن کبری للبیہقی (۷)، مسند ابو یعلی موصلی (۸)، صحیح ابن خزیمہ (۹)، مشکوۃ شریف (۱۰) اور مستدرک حاکم (۱۱) وغیرہ میں آئی ہے۔ اور حاکم نے فرمایا:"هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه"۔ اور حافظ ذہبیؒ نے بھی تلخیص میں سکوت فرما کر حاکم کی موافقت کی ہے۔

(۱): سنن ابوداود، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ، ص ۲۷۶، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۲): سنن ترمذی، أبواب الحج، باب ماجاء أن منی مناخ من سبق ۱: ۱۷۷، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۳): سنن ابن ماجہ، أبواب المناسك، باب النزول بمنی، ص ۳۴۵، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۴): مسند اسحاق بن راہویہ، ص ۶۸۸ حدیث نمبر: ۱۲۸۶، مطبوعہ: مكتبة الأيمان مدینہ منورہ۔

(۵): مسند احمد بن حنبل، ۶: ۲۰۷، ۲۰۸، حدیث نمبر: ۲۵۷۱۸۔

(۶): مسند نمبر: ۱۹۸۰ مطبوعہ: دار المغنی للنشر والتوزیع الریاض۔ ←

www.besturdubooks.net

سند کے اعتبار سے حدیث پر کلام اور اس کا درجہ

اس حدیث کی تمام اسانید میں دو راوی، بعض محدثین کے نزدیک متکلم فیہ ہیں:

ان میں ایک: ابراہیم بن مہاجر ہے:

یحی بن معین نے کہا کہ یہ ضعیف ہے، نسائی نے کبھی کہا: "ليس بالقوي": یہ مضبوط راوی نہیں ہے، اور کبھی کہا: "ليس به بأس": اس میں کوئی حرج نہیں، امام احمد، سفیان ثوری، اور ابن مہدی نے فرمایا: "لا بأس به": اس میں کوئی حرج نہیں، ابن شاہین نے انھیں ثقات میں ذکر کیا ہے (ص ۳۲)، اور ابن سعد نے فرمایا: ثقہ ہے، ساجی نے فرمایا: " صدوق اختلفوا فيه ": صدوق ہیں، ان کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، ابوداود نے فرمایا: "صالح الحديث ": ان کی حدیث ٹھیک ہے، ابن عدی نے الکامل میں فرمایا: "ولإبراهيم بن مهاجر أحاديث صالحة يحمل بعضها بعضا ويشبه بعضها بعضا": ابراہیم بن مہاجر کی ٹھیک حدیثیں ہیں، ان میں سے بعض بعض پر محمول ہیں، اور بعض بعض کے مشابہ ہیں، اور ذہبی نے دیوان الضعفا

← (۷): سنن کبری للبیهقی، کتاب الحج، باب النزول بمنی ۵:۱۳۹، مطبوعہ: مطبعة دائرة المعارف العثمانية حیدرآباد۔

(۸): مسند ابویعلی موصلی، ۸:۱۶ حدیث نمبر: ۴۵۱۹، مطبوعہ: دار المأمون للتراث دمشق، بیروت۔

(۹): صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسك، باب النهی عن احتضار المنازل بمنی ۴:۲۸۴، حدیث نمبر: ۲۸۹۱، مطبوعہ: المكتب الإسلامي۔

(۱۰): مشکوۃ شریف، کتاب المناسك، باب رمي الجمار، ص ۲۳۱، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند بحوالہ سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مسند دارمی۔

(۱۱): مستدرک حاکم، کتاب المناسك ۱:۴۶۶، ۴۶۷، مطبوعہ: دار المعرفة بیروت۔ ارمی، کتاب المناسك، باب كراهية البنيان بمنی ص ۱۲۳۳، حدیث

www.besturdubooks.net

میں فرمایا: ثقہ ہے۔اور ابن خزیمہ، حاکم اور ذہبی نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے؛ لہٰذا ابراہیم بن مہاجر کی حدیث درجہ حسن سے فروتر نہیں ہوسکتی؛ البتہ شذوذ وتفرد کی روایات اس سے مستثنیٰ ہیں(۱)۔

اور راویوں میں ایک مسیکہ یا مکیہ ہے، جو یوسف بن ماہک کی والدہ ہیں: بعض علما نے انھیں مجہول قرار دیا ہے؛ چناں چہ ابن خزیمہ نے فرمایا: " إني لست أعرف مسيكة بعدالة ولا جرح، ولست أحفظ لها راويا إلا ابنها"(۲): میں مسیکہ کو نہ عدالت سے جانتا ہوں اور نہ جرح سے، اور اس کے بیٹے کے علاوہ اس کا کوئی اور راوی مجھے محفوظ نہیں، تقریب التہذیب میں ہے: " لا يعرف حالها، من الثالثة ": اس کا حال معلوم نہیں اور یہ تیسرے طبقہ سے ہے، ذہبی نے میزان الاعتدال میں انھیں مجہول عورتوں میں ذکر کیا ہے(۳)؛ اس لیے ابن القطان اور دیگر بعض علما کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے(۴)۔

لیکن خود یوسف بن ماہک نے اپنی والدہ کے متعلق تعریفی کلمات کہے ہیں؛ چناں چہ سنن دارمی(۵) اور مسند اسحاق بن راہویہ(۶) کی سند میں ہے: "وأثنى عليها خيرا ".

(۱): تعلیق مسند ابویعلی موصلی ۸:۱۶، مطبوعہ: دار المأمون للتراث دمشق، بیروت۔

(۲): صحیح ابن خزیمہ، كتاب المناسك، باب النهي عن احتضار المنازل بمنى ۴:۲۸۴، حدیث نمبر: ۲۸۹۱، مطبوعہ المكتب الاسلامي۔

(۳): تحفۃ الاحوذی ۳:۶۲۱، مطبوعہ: دار الفكر للطباعة والنشر۔

(۴): تہذیب السنن مع عون المعبود ۵:۵۰۱، مطبوعہ: مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، تعلیق علی مسند أحمد لشعيب الأرنؤط ۴۲:۴۷۱۔

(۵): سنن دارمی، كتاب المناسك، باب كراهية البنيان بمنى ص ۱۲۳۳، حدیث نمبر: ۱۹۸۰، مطبوعہ: دار المغنى للنشر والتوزيع الرياض۔

(۶): مسند اسحاق بن راہویہ، ص ۶۸۸ حدیث نمبر: ۱۲۸۶، مطبوعہ: مكتبة الإيمان مدینہ منورہ۔

www.besturdubooks.net

اس لیے جمہور کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ حدیث، حسن درجہ سے فروتر نہیں؛ بلکہ امام ترمذی(۱) اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور ذہبی نے تلخیص میں حاکم کی موافقت فرمائی ہے، اور علامہ ابن قیمؒ تہذیب السنن (۲) میں ابن القطان کی رائے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: " **والصواب تحسين الحديث؛ فإن يوسف بن ماهك من التابعين، وقد سمع أم هانئ، وابن عمر، وابن عباس، وعبد الله بن عمرو. وقد روى عن أمه، ولم يعلم فيها جرح، ومثل هذا الحديث حسن عند أهل العلم، وأمه تابعية قد سمعت عائشة.** ": اور درست بات حدیث کو حسن قرار دینا ہے؛ کیوں کہ یوسف بن ماہک تابعین میں سے ہیں، اور انہوں نے ام ہانی، ابن عمر، ابن عباس اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے احادیث سنی ہیں، اور انہوں نے اپنی والدہ سے روایات لی ہیں اور ان کی والدہ میں کوئی جرح معلوم نہیں، اور اس جیسی حدیث اہل علم کے نزدیک حسن ہوتی ہے، اور ان کی والدہ تابعیہ ہیں، اور انہوں نے حضرت عائشہ سے احادیث سنی ہیں۔

اس لیے یہ روایت بہر حال حسن ہے اور قابل استدلال ہے۔

حدیث کا مضمون

حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے (سنن ابن ماجہ)/کسی نے (صحیح ابن خزیمہ)/ہم لوگوں نے (سنن ترمذی وغیرہ) یعنی: صحابہ نے (مرقاۃ المفاتیح، عون المعبود اور تحفۃ الاحوذی وغیرہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا ہم لوگ آپ کے لیے منیٰ میں کوئی گھر (سنن ابوداود، مسند احمد، سنن ابن ماجہ اور مسند ابویعلی)/کوئی عمارت (سنن ترمذی وغیرہ) نہ بنادیں جو آپ کے

(۱): سنن ترمذی نسخہ عارضۃ الاحوذی ۴: ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): تہذیب السنن، مع عون المعبود ۵: ۵۰۲ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

www.besturdubooks.net

لیے سایہ کا کام دے (اور آپ اس میں قیام فرمائیں)؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں،" منی مناخ من سبق "یعنی: منی (اس کی ہر جگہ اور اس کا ہر حصہ، حج کے موقعہ پر) اس شخص کی قیام گاہ ہے، جو وہاں پہلے پہنچ جائے، اور سنن ابوداود کے الفاظ ہیں:"إنما هو مناخ من سبق إليه"[۱] یعنی: منی کا ہر حصہ، صرف اس کے پڑاؤ ڈالنے کی جگہ ہے، جو وہاں پہلے پہنچ جائے۔

حدیث کی تشریح

اس حدیث کی شرح میں شراح حدیث نے جو کچھ لکھا ہے، وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے؛ تاکہ سوال کے دونوں جزو کا جواب اچھی طرح واضح ہو جائے۔

(۱): امام دارمی نے اپنی سنن[۲] میں اس حدیث پر باب قائم کیا: باب كراهية البنيان بمنى یعنی: امام دارمیؒ اس حدیث سے یہ مستنبط فرماتے ہیں کہ منی میں عمارت بنانا مکروہ تحریمی وناجائز ہے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے عمارت بنانے سے صحابہ کرامؓ کو منع فرمایا تھا۔

(۲): امام ترمذی[۳] نے اس پر باب قائم کیا ہے "منى مناخ من سبق" یعنی: منی کا ہر علاقہ پڑاؤ ڈالنے میں پہل کرنے والے کی قیام گاہ ہے، پہلے سے کسی کو منی کے کسی بھی حصہ کے ساتھ کوئی اختصاص حاصل نہیں۔

(۳): ابن العربی مالکیؒ، ترمذی کی شرح: عارضۃ الاحوذی[۴] میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

---

(۱): سنن ابوداود، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ، ص ۲۷۶، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۲): سنن دارمی، کتاب المناسك، باب كراهية البنيان بمنى ص ۱۲۳۳، حدیث نمبر: ۱۹۸۰ مطبوعہ: دار المغنى للنشر والتوزيع الرياض۔

(۳): سنن ترمذی ۱: ۱۷۷، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۴): عارضۃ الاحوذی ۴: ۱۱۱، مطبوعہ: دار الكتب العلمية بيروت۔

www.besturdubooks.net

”وهو يقتضي بظاهره أن لا استحقاق لأحد بمنى إلا بحكم الإناخة بها؛ لقضاء النسك في أيامها “

ترجمہ: ظاہر حدیث کا مقتضا یہ ہے کہ منی میں کسی کو کسی صورت میں بھی کوئی استحقاق حاصل نہیں؛ البتہ ایام حج میں جو حاجی منی کی جس جگہ پر ادائے نسک کے مقصد سے پہلے پڑاؤ ڈال دے گا، وہ اس جگہ میں قیام کا اوروں سے زیادہ حق دار ہوگا۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ منی میں ایام حج یا ان کے علاوہ میں کسی شخص کا اپنا ذاتی استحقاق ثابت کرنا جائز نہیں۔

(۴): حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوریؒ بذل المجہود [1] میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”والمعنى: أن الاختصاص فيه بالسبق، لا بالبناء أي: هذا مقام لااختصاص فيه لأحد دون أحد. “

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی: إنما هو مناخ من سبق إليه کا مطلب یہ ہے کہ حاجی کو منی میں کسی جگہ کے ساتھ اختصاص، صرف سبقت اور پہل کرنے کی بنیاد پر ملے گا، پہلے سے کوئی گھر وغیرہ تعمیر کر لینے سے اختصاص حاصل نہیں ہوسکتا؛ یعنی: منی ایسی جگہ ہے جس میں کسی کو دوسرے کے بغیر تنہا کوئی اختصاص حاصل نہیں۔

(۵): اور آگے علامہ طیبیؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

”فمنع وعلل؛ بأن منى موضع لأداء النسك؛ من النحر، ورمي الجمار، والحلق يشترك فيه الناس. “

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منی میں اپنے لیے کوئی گھر، یا عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمادیا، اور علت یہ ارشاد فرمائی کہ منی اعمال حج کی ادائیگی یعنی: نحر کرنے،

(۱): بذل المجهود ۹: ۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

جمرات کو کنکریاں مارنے اور سر منڈانے کی جگہ ہے، جس میں تمام لوگ (تمام حجاج کرام) مشترکہ طور پر مساویانہ حق رکھتے ہیں۔

(۶،۷): یہی تشریح ملا علی قاریؒ کی شرح مشکوۃ: مرقاۃ المفاتیح[۱] میں، اور بحوالہ مرقاۃ المفاتیح، عون المعبود[۲] میں بھی آئی ہے۔

(۸): سنن دارمی کی شرح: فتح المنان[۳] میں ہے:

"قوله: "مناخ من سبق": يعني إذا نزل رجل في موضع منها، أو وضع في موضع منها متاعه كان أولى به من غيره، فإن فارقه فراق ترك، لا قضاء حاجة؛ من زيارة حرم، أو صلاة في مسجد، ونحو ذلك، لم يمنع غيره من نزوله."

ترجمہ: ارشاد نبوی -علی صاحبہ الصلاۃ والسلام-: مناخ من سبق کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے منی کی کسی جگہ (دوسرے سے پہلے) پڑاؤ ڈال دیا، یا اپنا سامان رکھ دیا تو وہ اس جگہ کا اوروں سے زیادہ حق دار ہوگا، پھر اگر وہ وہاں سے الگ ہوگیا چھوڑنے کے طور پر، نہ کہ کوئی ضرورت پوری کرنے کے لیے، مثلاً: حرم شریف کی زیارت، یا کسی مسجد میں نماز وغیرہ کے لیے تو دوسرے کو وہاں قیام سے نہیں روکا جاسکتا۔

یعنی: منی میں کوئی عمارت نہ بناؤ؛ کیوں کہ اس سے اختصاص ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ وہاں سے چلے جانے کے بعد حسب ضابطہ وہاں ہر شخص کو پہلے پہنچ کر قیام کرنے کا حق ہوگا۔

اس تشریح کی روشنی میں منی میں اگر کوئی شخص اپنے لیے عمارت بنائے گا، تو اس کا

(۱): مرقاۃ المفاتیح ۵: ۵۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): عون المعبود ۵: ۵۰۱، ۵۰۲ مطبوعہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

(۳): فتح المنان ۷: ۶۸۱، ۶۸۲ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

شرعاً کوئی اعتبار نہ ہونا چاہیے۔

(۹): اور کچھ آگے علامہ طبریؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

"وقال المحب الطبري: يحتمل أن يكون ذلك – أي: عدم التملك، وعدم جواز البيع، وعقد الإجارة – مخصوصا بمنى، لمكان اشتراك الناس فى النسك المتعلق بها، فلم ير صلى الله عليه وسلم لأحد اقتطاع موضع منها ببناء وغيره، بل الناس فيها سواء، وللسابق حق السبق، وكذلك الحكم في عرفة ومزدلفة إلحاقا بها. "

ترجمہ: علامہ محبّ الدین طبریؒ نے فرمایا کہ احتمال اس بات کا ہے کہ (از روئے حدیث شریف: منى مناخ من سبق) یہ حکم (یعنی: قبضہ سے ملکیت ثابت نہ ہونا اور اس کی زمین ومکان کی بیع اور اجارہ درست نہ ہونا مکہ کو عام ہونے کے بجائے صرف) منی کے ساتھ خاص ہو؛ کیوں کہ منی سے متعلق اعمال حج میں تمام لوگ برابر کی شرکت رکھتے ہیں؛ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے تعمیر کے ذریعہ منی کی کوئی جگہ اپنے لیے خاص کرنے کو جائز نہیں سمجھا؛ بلکہ سب لوگ اس میں برابر کے شریک ہیں، البتہ پہل کرنے والے کو پہل کی بنا پر حق ہوگا۔ اور یہی حکم عرفہ اور مزدلفہ کا بھی ہوگا، یہ دونوں بھی حکم میں منی کے ساتھ لاحق کیے جائیں گے۔

(۱۰): تحفۃ الاحوذی[1] میں ہے:

"(قال: لا): أي لا تبنوا لي بناء بمنى؛ لأنه ليس مختصا بأحد، إنما هو موضع العبادة؛ من الرمي، وذبح الهدي، والحلق، ونحوها. "

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، یعنی: میرے لیے منی میں کوئی عمارت نہ بناؤ؛ کیوں کہ منی (کی کوئی جگہ) کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ یہ صرف عبادت خداوندی یعنی: جمرات کی رمی، ہدایا کی قربانی اور حلق وغیرہ کی جگہ ہے۔

(۱): تحفۃ الاحوذی ۳:۶۲۱ مطبوعہ دار الفكر للطباعة والنشر۔

www.besturdubooks.net

منی میں تعمیر کے متعلق شیخ محمد بن ابراہیم بن آل الشیخ کے فتاوی سے چند اقتباسات

اس کے بعد مملکت سعودیہ عربیہ کے مفتی: فضیلۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ نے منی میں تعمیر کے متعلق جو اہم فتاوی جاری فرمائے ہیں اور وہ ان کے مجموعہ فتاوی ورسائل میں طبع ہو چکے ہیں، ہم ان میں سے بعض فتاوی کے چند اقتباسات ذیل میں ذکر کرتے ہیں؛ کیوں کہ ان سے بھی انشاءاللہ حدیث کا مفہوم سمجھنے میں مدد ملے گی۔

(۱۱): فتاوی محمد بن ابراہیم آل الشیخؒ (۵: ۸۷)[1] میں ۱۳۸۰/۱/۲ھ کی ایک تجویز میں ہے:

" لايسوغ بأي حال من الأحوال البناء في منى، وعليه فإنه يجب أن ترفع أيدي أرباب الدور المتهدمة عن تلك الدور، ويعوضوا عن ماله قيمة من أنقاضها، ثم تهدم، وتسوى الأرض كما يجب هدم جميع الأحواش الخ "

ترجمہ: منی میں کسی بھی حال میں عمارت بنانا جائز نہیں ہے، اسی بنا پر ضروری ہے کہ منہدم ہونے والے مکانات سے ان کے مالکان کا قبضہ ہٹا دیا جائے اور قابل قیمت ملبہ کا انھیں معاوضہ دے دیا جائے، پھر وہ سارے مکانات منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیے جائیں، جیسا کہ جانوروں کے تمام باڑوں کو ختم کر دینا ضروری ہے۔

(۱۲): ص ۱۰۱ پر ۱۳۷۶/۱۱/۳ھ کے ایک فتوی میں ہے:

"وكما أن المسجد الحرام لا يجوز لأحد أن يبني فيه منزلا، فهذا المشعر كذلك. ومن استولى على شيئ منه تملكاً، وصلى فيه، فصلاته غير صحيحة؛ لأنه صلى في مكان غصب، فالله الله إمام المسلمين في

(۱): فتاوی محمد بن ابراہیم آل الشیخ ۵: ۸۷ شائع کردہ ملتقی اہل الحدیث۔

www.besturdubooks.net

كف هذه الأيدى الغاصبة عن هذا المشعر الذي هو موضع هذه العبادة الخاصة إلى يوم القيامة. واغتصاب شيئ منه أعظم من اغتصاب أملاك المسلمين المحترمة المنصوص عليها وعلى غيرها في قوله صلى الله عليه وسلم:إن دماء كم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في طلدكم هذا في شهر كم هذا الخ"

ترجمہ: جس طرح مسجد حرام میں کسی کے لیے کوئی مکان بنانا جائز نہیں، اسی طرح یہ مشعر (منی) بھی ہے، اور اگر کوئی شخص منی کے کسی حصہ پر بزور وزبردستی مالکانہ قبضہ کرلے اور وہاں نماز ادا کرے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس نے غصب کردہ جگہ میں نماز ادا کی؛ لہٰذا اے امام المسلمین! اللہ سے ڈریئے، اللہ سے ڈریئے ان غاصبانہ قبضوں کو اس مشعر سے ہٹانے میں جو روز قیامت تک خالص عبادت خداوندی کی جگہ ہے، اور مشعر کے کسی معمولی حصہ کا غصب کرنا مسلمانوں کی ان قابل احترام املاک کو غصب کرنے سے بڑا سنگین جرم ہے، جن کے متعلق اور ان کے علاوہ دیگر بعض چیزوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں صراحت آئی ہے: بیشک آپس میں تم لوگوں کے خون، تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے حق میں اسی طرح قابل احترام ہیں، جیسے یہ دن قابل احترام ہے تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں الخ۔

(۱۳): ص ۱۰۲ پر ۱۴/۱۲/۱۳۷۸ھ کی تحریر میں متعدد علما ومفتیان کرام کی اتفاقی رائے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وقد اجتمع الرأي، واتفقت الكلمة من الجميع أن إحداث شيئ من البناء في منى، أمر لا يصح شرعاً؛ لأن ذلك يقضي قطعا على تفويت اشتراك الحجاج من المسلمين فيه، ولما قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم:ألا نبني لك بيتا تستظل به؟ قال:" لا، منى مناخ من سبق". نحن

www.besturdubooks.net

والمشايخ المذكورون متفقون على وجوب هدم ما كان بمنى من الأبنية القديمة والحادثة، وعدم جواز بقائها، وإن كان عند أحد مستندٌ في بقاء شيئ منها، فليحضره. "

ترجمہ: جملہ شرکائے مجلس کے اتفاق سے یہ تجویز پاس ہوئی کہ منی میں کوئی نئی عمارت بنانا شرعاً درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے یقینی طور پر عالم اسلام کے حجاج کرام کا حق اشتراک فوت ہوگا۔اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا ہم لوگ آپ کے لیے کوئی ایسا گھر نہ بنادیں جس سے آپ سایہ حاصل کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، منی اس کی قیام گاہ ہے جو وہاں پہلے پہنچ جائے۔ ہمارا اور مذکورہ بالا تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ منی میں موجود نئی اور پرانی سب عمارتیں منہدم کردینا واجب ہے، ان میں سے کسی عمارت کا باقی رہنا درست نہیں۔اور اگر کسی کے پاس کسی عمارت کے باقی رہنے کے متعلق کوئی شرعی دلیل ہو تو وہ پیش کرے۔

(۱۴): ص ۱۰۳ پر ۱۶/۱۱/۱۳۸۵ھ کے ایک فتوی میں منی کی مسجد خیف کے پڑوس میں اوقاف کے احاطہ میں تعمیر کی ممانعت پر تحریر فرماتے ہیں:

" وتعلمون – بارك الله فيكم – أن البناء في منى غير جائز شرعاً، وأن تضرر الحجاج الآن، وتشكي بعضهم من عدم وجود محلات يقيمون فيها في منى أيام النحر والتشريق ناشئ فى الغالب من قيام مبان فيها أقيمت على سبيل الغصب والاعتداء؛إذ الإحياء فيها مُحرَّم شرعاً، ومخالف لما ثبت عنه صلى الله عليه وسلم من قوله : " منى مناخ من سبق ". لهذا تعتذر من إجابة طلبكم، وتأمل أن نتلقى منكم بصفتكم أحد المسئولين عن الحج، ووسائل تيسيره ما يساعد على إزالة هذه المبانى المغتصبة؛ لتكون منى كما أرادها صلى الله عليه وسلم " مناخ من سبق ". "

www.besturdubooks.net

ترجمہ: آپ حضرات- اللہ تعالی آپ حضرات (کی تمام چیزوں) میں برکت فرمائیں- جانتے ہیں کہ منی میں تعمیر شرعاً جائز نہیں، اور یہ بات بھی جانتے ہیں کہ اس وقت منی میں اکثر حجاج کرام کی پریشانی، نیز ایام نحر وایام تشریق میں قیام کے لیے مناسب جگہیں نہ ہونے کی وجہ سے بعض حجاج کی مسلسل شکایات کا سبب عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ منی میں پہلے سے ظالمانہ وغاصبانہ قبضہ کی بنیاد پر بنی ہوئی عمارتیں ہیں؛ کیوں کہ منی کو آباد کرنا شرعاً حرام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ارشاد گرامی:" منی مناخ من سبق " کے خلاف ہے؛ اس لیے ہم آپ کی درخواست قبول کرنے سے معذرت خواہ ہیں، اور اس وجہ سے کہ آپ حج اور تسہیل حج کے وسائل کے ایک ذمہ دار ہیں، ہم آپ سے ایسی تجاویز کی امید رکھتے ہیں، جو اس طرح کی غصب کردہ عمارتوں کو ختم کرنے میں معین ومددگار ہوں؛ تاکہ پورا میدان منی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا وارادہ کے مطابق اس کی قیام گاہ بنے جو وہاں پہلے پہنچ جائے۔

(۱۵): ص ۱۰۳، ۱۰۴ پر ۶/۳/۱۳۸۶ھ کو تحریر کردہ ایک فتوی میں ہے، جو اس سوال کے جواب میں ہے کہ منی میں اوقاف کے احاطہ میں وہ عمارتیں بنانا جن سے حاجیوں کے لیے قیام میں کوئی تنگی نہ ہو:

"ونفيدكم أننا لا نرى مشروعية البناء في منى مطلقاً، وما ذكرتموه من تملك الأوقاف لهذا الحوش أو تملك غيرها من أي جهة كانت، فهو تملك غير صحيح، وما كان أساسه باطلا فمقتضياته وملتزماته باطلة بالطبع، وقد كان الأولى بمعاليكم بصفتك المسئول مباشرة عن الحج، وراحة الحجاج أن تغتنم منا فرصة موقفنا هذا من المباني المقامة في منى ظلما وعدوانا؛ لتوحيد جهود يرجى أن يكون لها من النتائج الإيجابية ما يعيد لمنى حرمتها، وإشاعتها لعموم الحجاج، لافضل لأحدهم على الآخر إلا بالسبق، كما قال صلى الله عليه وسلم: " منى مناخ من سبق "

www.besturdubooks.net

ترجمہ: ہم آپ حضرات کو یہ بتادینا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک منی میں تعمیر علی الاطلاق غیر مشروع ہے۔ اور بطور دلیل آپ حضرات نے جو اوقاف کے اس احاطہ کا مالک بن جانے یا غیر اوقاف کے مالک بن جانے کی بات کہی ہے خواہ وہ کسی جہت سے ہو تو یہ شریعت کی نظر میں صحیح طور پر مالک بننا نہیں ہے، اور جس کی بنیاد ہی باطل ہو، اس کے مقتضیات اور لوازم بھی یقینی طور پر باطل ہوتے ہیں۔ اور حج اور حجاج کرام کی آرام وراحت کے اعلیٰ ذمہ دار ہونے کے حوالہ سے آنجناب کے لیے مناسب یہ ہے کہ آپ منی میں غاصبانہ وظالمانہ طور پر بنائی ہوئی عمارتوں کے سلسلہ میں ہمارے اس نقطہ نظر کو برموقع غنیمت سمجھیں؛ تاکہ کچھ ایسی متحدہ کوششیں ہوسکیں، جن کے ایسے مثبت نتائج سامنے آنے کی توقع ہے، جن کی وجہ سے منی کی عظمت وحرمت اور اس طور پر جملہ حجاج کرام کے لیے اس کی عمومیت بحال ہوسکے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی: " منى مناخ من سبق " کے مطابق کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہ ہوگی، الا یہ کہ کوئی شخص کسی جگہ پہلے پہنچ کر قیام کرلے[1]۔

(۱۶): ص ۱۰۴ پر نائب وزیر حج واوقاف کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"وقد أجبناكم أننا لا نوافق على البناء في مشاعر الحج مطلقا؛ لحرصنا على توفير الراحة لحجاج بيت الله الحرام، ولما فيه من التضييق عليهم،

(۱): اس فتوی سے چند اہم باتیں معلوم ہوئیں:

پہلی بات: منی میں ملکیت اور قبضہ کے طور پر ہر تعمیر مطلقاً ناجائز ہے، خواہ اس کی وجہ سے حاجیوں کو تنگی لاحق ہو یا نہ ہو، حدیث کا اطلاق بھی اسی کا متقاضی ہے۔

دوسری بات: جب تعمیر ہی سرے سے ناجائز ہے، تو اس کے مقتضیات وملتزمات بھی باطل ہوں گے؛ یعنی ایسی تعمیرات کی وجہ سے منی کو آباد نہیں کہا جاسکتا۔

اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ منی میں قبضہ کے طور پر تعمیرات بنانا، اس کے تقدس اور احترام کے منافی ہے، اور یہ از قبیل ظلم وزیادتی ہے۔

www.besturdubooks.net

ولمخالفته لقوله صلى الله عليه وسلم: " منى مناخ من سبق ". أما القول بأن وزارة الدفاع قد صرح لها بالبناء، فلم يصدر منا لها إذن به. ولا شك أنها فى الحكم كغيرها. "

ترجمہ: ہم آپ حضرات کو اس سے پہلے بھی یہ جواب دے چکے ہیں کہ حج کے مشاعر مقدسہ میں علی الاطلاق کسی بھی طرح کی تعمیر سے ہم تین باتوں کی وجہ سے اتفاق نہیں رکھتے ہیں: (۱): ہماری شدید خواہش یہی رہتی ہے کہ حجاج کرام کو زیادہ سے زیادہ راحت وآسانی فراہم کی جائے۔ (۲): مکانات وغیرہ کی تعمیر حجاج کرام کے لیے قیام منی میں حرج وتنگی کا باعث ہے۔ (۳): اور یہ تعمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی: " منى مناخ من سبق " کے خلاف ہے۔ اور رہی یہ بات کہ وزارت دفاع کو تعمیر کی اجازت دی گئی ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ہماری طرف سے وزارت دفاع کو تعمیر کی کوئی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وزارت دفاع، حکم شرعی میں اوروں کی طرح ہے۔

(۱۷): ص ۱۰۵ پر منی میں عین زبیدہ کے لیے کسی جگہ زمین کے دو حصے خاص کرنے کے متعلق ایک تجویز پر رد کرتے ہوئے، وزیر اعظم کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

" نفيدكم أن هذا لا يجوز، وأن منى مشعر حرام يستوى العاكف فيه والباد، قال الله تعالى: ﴿ إن الذين كفروا ويصدون عن سبيل الله والمسجد الحرام الذي جعلناه للناس سواء العاكف فيه والباد ومن يرد فيه بإلحاد بظلم نذقه من عذاب أليم ﴾، وقال النبي صلى الله عليه وسلم : "منى مناخ من سبق ". ويجب إزالة الأبنية الحديثة التي ظهرت مضايقتها لحجاج بيت الله الحرام، وتجلى ضررها عليهم، فكيف بقرار الهيئة المشار إليه، ونفيد سموكم أننا لا نوافق عليه، ولا نقره لما ذكرنا ، ونأمل

www.besturdubooks.net

أن تتخذ الحكومة في شأنها ما يزيل الضرر، ويكفل الراحة للحجاج، والله يحفظكم. "

ترجمہ: ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ یہ (یعنی: نہر زبیدہ کے لیے منی میں کسی جگہ کی زمین کے دو حصے خاص کرنا) جائز نہیں ہے، اور یہ کہ منی ایسا قابل احترام مشعر ہے جس میں وہاں رہنے والا اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں، ارشاد خداوندی ہے: بیشک جو لوگ کافر ہیں اور وہ اللہ کے راستہ اور اس مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لیے ایسا بنایا ہے کہ اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں، اور جو شخص اس میں ظلم کے ساتھ خلاف دین کام کا قصد کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منی اس کے قیام کی جگہ ہے جو وہاں پہلے پہنچ جائے۔ اور ان نئی عمارتوں کو ختم کر دینا ضروری ہے جن کی وجہ سے حجاج کرام کے لیے واضح طور پر تنگی ہو رہی ہے اور ان کے حق میں ان کا ضرر بالکل عیاں ہے، پس کیا خیال ہے آپ کا، ادارہ کی اس تجویز کے متعلق جس کی طرف اشارہ کیا گیا۔ اور ہم عالی جناب کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر منی میں تعمیر سے اتفاق نہیں رکھتے ہیں، اور نہ ہی اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ حکومت منی کے سلسلہ میں کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کرے گی، جو حجاج کرام سے ضرر کا خاتمہ کرے، اور ان کے لیے راحت وآرام کا ضامن بنے۔ اللہ آپ کی حفاظت فرمائیں۔

(۱۸): ص ۱۱۰ پر بتاریخ ۱۳۷۹/۲/۱۵ھ وزیر اعظم کے نام ایک خط میں منی میں مالکانہ تعمیر وغیرہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"نفيد سموكم أن منى مشعر حرام؛ لا يجوز تملك أرضها، والاختصاص بها؛ بل يستوى العاكف فيها والباد، وقال الله تعالى: ﴿ إن الذين كفروا ويصدون عن سبيل الله والمسجد الحرام الذي جعلناه للناس سواء العاكف فيه والباد ومن يرد فيه بإلحاد بظلم نذقه من عذاب أليم ﴾،

www.besturdubooks.net

وقال النبي صلى الله عليه وسلم : " منى مناخ من سبق " .وقد سبق أن كتبنا لسموكم حول منى، وحكم تملك أراضيها، والاختصاص بها،..... ونأمل أن تتخذ الحكومة في شأنها ما يزيل الضرر، ويكفل الراحة للحجاج، ويحقق ما عناه الدين الإسلامي الحنيف من استواء العاكف فيه والباد. "

ترجمہ: ہم عالی جناب کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ منی قابل احترام مشعر ہے،اس کی زمین کا مالک بننا اور یہاں کوئی خصوصیت حاصل کرنا جائز نہیں؛ بلکہ اس میں یہاں رہنے والا اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں۔اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: بیشک جو لوگ کافر ہیں اور وہ اللہ کے راستہ اور اس مسجد حرام سے روکتے ہیں، جسے ہم نے لوگوں کے لیے ایسا بنایا ہے کہ اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں،اور جو شخص اس میں ظلم کے ساتھ خلاف دین کام کا قصد کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منی اس کے قیام کی جگہ ہے جو وہاں پہلے پہنچ جائے۔اور منی اور اس کی زمینوں کے مالک بننے اور ان کے ساتھ کوئی خصوصیت حاصل کرنے کے سلسلہ میں ہم آنجناب کو پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔.....۔اور ہمیں امید ہے کہ حکومت منی کے سلسلہ میں وہ لائحہ عمل اختیار کرے گی، جو حجاج کرام سے ضرر کا خاتمہ کرے،اور ان کے لیے راحت وآرام کا ضامن بنے،اور اس سے دین حنیف یعنی: مذہب اسلام کا مقصد پورا ہو، یعنی: یہاں رہنے والے اور باہر سے آنے والے دونوں قسم کے لوگ برابر رہیں۔

مزدلفہ میں اسٹیڈیم بنانا جائز نہیں

(۱۹): ص ۱۱۱ پر مزدلفہ میں کھیل کود کے لیے اسٹیڈیم بنائے جانے کی خبر پر حکومت وقت کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

" صاحب الجلالة الملك المعظم – أيده الله – الرياض

www.besturdubooks.net

بلغني أنه سيتخذ موضع ملعب بناحية وراء منى في طرف مزدلفة، ومن المعلوم – حفظك الله – أن هذا حرم ومشعر، ولا يصح للملاعب، فهو لإقامة ذكر الله، والركعة فيه بمائة ألف ركعة ، فالواجب منع ذلك. وأرجو أن هذا الخبر ليس له صحة، كما أنه وإن سولت لأحد نفسه محاولة ذلك فإن عندكم من تقوى الله تعالى، وتعظيم هذه المشاعر المفضلة ما يحصل منه نفي ذلك، وعدم السماح به. وبرقيتي هذه زيادة تنبيه ولفت نظر، وإلا ففي غيرتكم وشعوركم بما يجب تجاه هذه المشاعر من الاحترام والصيانة كفاية "[1]

(۲۰): ص ۱۰۷ کے فتوی میں ہے: منی میں جن لوگوں نے زبردستی قبضہ کرکے عمارتیں بنائی ہیں، ان کو عمارتوں کا معاوضہ بھی نہ دیا جائے؛ البتہ جنہوں نے حکومت کی اجازت سے مکانات وغیرہ بنائے ہیں، انہیں ملبہ کا معاوضہ دیدیا جائے۔

(۲۱): علامہ تقی الدین فاسی کی کتاب: شفاء الغرام بإخبار البلد الحرام (۳۲۱:۱) میں ہے:

"ونقل عن الشافعي أنه بنى بمنى مضربا ينزل فيه أصحابه إذا حجوا، لا ريب في أن الشافعي على تقدير ثبوت بناء ه بمنى لم يكن يحضر بناء ه "

ترجمہ: حضرت امام شافعیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے منی میں ایک قیام گاہ تعمیر کی تھی، جس میں ان کے اصحاب، حج کے موقعہ پر قیام کرتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر حضرت امام شافعیؒ کا منی میں قیام گاہ تعمیر کرنا ثابت ہے تو حضرت اس میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

علمائے کرام کی مذکورہ بالا تشریحات کی روشنی میں سوال کے دونوں جزو کے جواب یہ ہیں:

(۱): یہ اقتباس ترجمہ کے ساتھ ماقبل میں آچکا ہے۔

www.besturdubooks.net

سوال کے پہلے جزو کا جواب:

حدیث: "منی مناخ من سبق" کا منشا کیا ہے؟

شراح حدیث کی تشریحات کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا منشا یہ ہے کہ منی کا میدان، شریعت کی طرف سے حاجیوں کے قیام اور ادائے نسک کے لیے ہے، اور اس میں تمام حجاج کرام یکساں طور پر برابر کا حق رکھتے ہیں، اور یہ میدان مشعر ہونے کی بنا پر احترام وتقدس کا حامل ہے؛ اس لیے اس میں کسی بھی شخص کے لیے، خواہ وہ نبی ہو، یا ولی، یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور، منی کی کسی جگہ کے متعلق کسی بھی نوعیت کا اختصاص جائز نہیں، نیز قرآن پاک میں مسجد حرام کے بارے میں فرمایا گیا: "سواء العاکف فیه و الباد" (سورہ حج، آیت: ۲۵)، اور یہ اس کے مشعر ہونے کی بنا پر ہے؛ لہٰذا منی کے بارے میں بھی یہی بات کہی جائے گی، اور کسی کو میدان منی میں کسی قسم کا کوئی اختصاص حاصل نہ ہوگا؛ بلکہ کسی کا میدان منی میں اپنے لیے کوئی مکان وغیرہ بنانا شریعت کی نظر میں ہرگز جائز نہیں؛ بلکہ از قبیل ظلم وغصب ہے۔

سوال کے دوسرے جزو کا جواب :۔

منی میں اگر آبادی ہو جائے تو وہ شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں؟

اگر منی میں عمارتیں تعمیر کر لی جائیں تو اس میں دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ وہ عمارتیں حجاج کرام کی اجتماعی مصالح اور ضروریات کے لیے تعمیر کی جائیں؛ جیسے: بیت الخلاء وغیرہ کی تعمیر، اور منی کے مختلف حصوں میں پہنچنے کے لیے راستے وغیرہ، یا ان کے لیے اسپتال وغیرہ بنانا تو شریعت میں یہ بلا شبہ جائز ہے؛ کیوں کہ یہ کسی کے لیے اختصاص کی صورت نہیں ہے؛ بلکہ سب حاجیوں کی اجتماعی مصالح کے پیش نظر یہ تعمیرات ہیں، اور اس کے جواز پر محمد بن ابراہیم نے بھی فتاوی جاری کیے ہیں (دیکھئے فتاوی محمد بن ابراہیم، جزو خامس، متعلقہ بہ مناسک حج، شائع کردہ ملتقی

www.besturdubooks.net

اہل الحدیث)۔اوراس کی نظیر منی کی مسجد خیف ہے جو حاجیوں کے نماز پڑھنے کے لیے بنی ہےاور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے موجود ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لوگ اپنی خصوصی قیام گاہ کے طور پر منی میں عمارتیں بنالیں،خواہ صرف ایام حج میں قیام کے لیے، یا دیگر دنوں میں استعمال کے لیے،تو یہ ازروئے حدیث ہرگز جائز نہیں؛ بلکہ دوسری صورت میں یہ منی کی زمین پر ظالمانہ وغاصبانہ قبضہ ہوگا۔

اس دوسری صورت میں منی کی عمارتیں اگر مستقل رہائش کے لیے ہوں،تو اس کی وجہ سے منی کو آباد قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

منی میں جواز جمعہ کے مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کی آراء کی تخریج میں فقہانے منی کو اس زمانہ کی صورت حال کے پیش نظر جو شہر یا قریہ قرار دیا ہے،اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر منی میں مستقل رہائش کی آبادی ہو تو اس کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا،اور منی اس کی وجہ سے شہر یا قریہ بن جائے گا۔

لیکن ماقبل میں بخلاف البساتین الخ کا جو جزئیہ گذرا،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب منی مستقل رہائش کے لیے معد ومقرر نہیں ہے؛ بلکہ اس کا اعداد حاجیوں کے قیام اور ادائے نسک کے لیے ہوا ہے،تو یہ آبادی شرعاً معتبر نہ ہونی چاہیے؛ کیوں کہ باغات میں اہل شہر کا پورے سال یا سال کا اکثر حصہ رہائش اختیار کرنا جو غیر معتبر ہوا ہے،اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں رہائش ایسی جگہ نہیں ہے، جو رہائش کے لیے معد ہو؛ بلکہ ایسی جگہ ہے جو باغات اور مزارع کی حیثیت رکھتی ہے اور منی میں پورے سال جو محافظ اور دیکھ ریکھ کرنے والے رہتے ہیں،ان کی رہائش چاروں ائمہ کے نزدیک بالاتفاق اعتبار ہی نہ ہوگا؛ کیوں کہ ان کی رہائش بلاشبہ باغات میں کارندوں اور دیکھ ریکھ کرنے والوں کی رہائش کے مانند ہے،جس کا تمام فقہا کے نزدیک بالاتفاق کوئی اعتبار نہیں(۱)، نیز ماقبل میں إعداد للسکنی کے مزید جو حوالہ جات گذرے،ان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

(۱): ماقبل میں یہ جزئیہ آچکا ہے۔

www.besturdubooks.net

اور اگر حدیث: " منی مناخ من سبق " کے ظاہر الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ دوسری رائے ہی درست معلوم ہوتی ہے، اور ماقبل میں فتاوی محمد بن ابراہیم کے حوالے سے یہ بات آچکی ہے کہ جو تعمیر سرے سے باطل ہو اور اس کی بنیاد ہی غلط ہو، اس کے تمام مقتضیات اور ملتزمات بھی باطل ہوتے ہیں اور فتاوی محمد بن ابراہیم کے حوالہ سے ماقبل میں یہ بھی آیا ہے کہ منی کی کوئی جگہ اعداد منی کے برخلاف کسی بھی کام کے لیے وقف کرنا درست نہیں ہے۔

اور پہلی رائے کی بنیاد، یعنی: کبھی زمانہ ماضی میں منی کا مصر یا قریہ ہونا چوں کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ سے صراحتاً مروی نہیں ہے؛ بلکہ بعد کے بعض مشائخ نے ہمارے ائمہ ثلاثہ کے قول کی تخریج میں اسے ذکر کیا ہے، اور اس پر مختلف اعتراضات بھی ہیں جو ماقبل میں بیان کیے جا چکے؛ بلکہ بعض فقہا نے تو امام محمدؒ کے قول کی تخریج میں منی کو قریہ کے بجائے، عرفہ کی طرح منزل من منازل الحاج قرار دیا ہے؛ اس لیے ہمارے لیے درج بالا تخریج - جو ہمارے ائمہ ثلاثہ سے منقول بھی نہیں، اور بعد کے مشائخ کے درمیان مختلف فیہ بھی ہے، بالخصوص امام محمدؒ کے قول کی تخریج - کی بنا پر حدیث کے ظاہر سے عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے؛ بلکہ مختلف مؤیدات کی وجہ سے ہمیں یہی قول اختیار کرنا چاہیے (ذکرته بحثاً لا فتویً)۔

سوال نمبر: ۱٤ اور اس کا جواب:

میدان منی اور وسط شہر کے دیگر میدانوں اور پہاڑیوں کے درمیان فرق

سوال نمبر: ۱٤: آج کل مکہ معظّمہ کے کئی محلے، مثلا عدل اور شرائع باہم متصل نہیں ہیں؛ بلکہ ان کے درمیان پہاڑیاں حائل ہیں؛ لیکن عرفا انہیں مکہ معظّمہ کا محلّہ ہی قرار دیا جاتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ عرف یا حکومتی انتظام ایک ہونے کی بنا پر ان

www.besturdubooks.net

جگہوں کو مقام واحد کے درجہ میں رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز ان محلوں میں اور منی و مزدلفہ میں کیا فرق ہے؟

جواب سوال نمبر: ۱٤:

شہر یا گاؤں کی آبادی کے وسط میں جو پہاڑ یا میدان وغیرہ پائے جاتے ہیں، ان کا حکم ماقبل میں ''وسط شہر میں پائے جانے والے چھوٹے، بڑے میدانوں، نہر، ویران علاقوں اور باغات یا کھیتوں پر مشتمل علاقوں کا حکم'' کے عنوان کے تحت تفصیلی دلائل کے ساتھ آچکا ہے، یہاں صرف سوال سے متعلق اس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

اس طرح کے پہاڑ یا میدان وغیرہ چوں کہ اپنی ذات میں کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتے ہیں، اور جو کچھ تھوڑی بہت ان کی حیثیت ہوتی بھی ہے، وہ وسط شہر میں آجانے کی وجہ سے مکمل طور پر ختم ہوجاتی ہے؛ اس لیے وہ حکمی طور پر آبادی ہی کا حصہ سمجھے جائیں گے، آبادی سے خارج نہ ہوں گے؛ لہٰذا مکہ مکرمہ کے بعض محلوں کے درمیان جو پہاڑیاں بطور فصل حائل ہیں، وہ حکمی اعتبار سے آباد حصہ ہی کا درجہ رکھتی ہیں، اور ان کے بعد کے محلے، مکہ مکرمہ کی آبادی ہی کا جزو ہیں۔ اور پہاڑیوں کو جو آبادی کا حکم حاصل ہوا ہے، اس میں عرف یا حکومتی انتظام کا کوئی دخل نہیں ہے؛ بلکہ اس کا سارا مدار تبعیت اور غلبہ پر ہے؛ جیسا کہ ماقبل میں تفصیل سے ذکر کیا گیا۔

غالبا اس مسئلہ کی صحیح علت نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض حضرات کو منی کے سلسلہ میں شک وتردد ہوگیا اور وہ ہر دلیل میں عرف وانتظام کو بیچ میں لاکر منی اور مزدلفہ کو مکہ مکرمہ کا محلّہ وجزو قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، جو اصول کے خلاف ہونے کے ساتھ بداہت کے بھی خلاف ہے؛ کیوں کہ پوری دنیا میں کہیں بھی منی جیسے محلّہ کی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی، جہاں نہ کوئی مستقل آبادی ہے، اور نہ عندالشرع معتبر آبادی ہوسکتی ہے۔

اور ان میدانوں اور پہاڑوں کے درمیان اور منی ومزدلفہ کے درمیان جو بنیادی

www.besturdubooks.net

فرق ہے، وہ بھی ہم نے سابق میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

منی مشعر ہونے کی بنا پر مستقل بالذات ہے اور اس میں تبعیت کی شان کسی بھی درجہ میں نہیں ہے؛ اس لیے چاروں طرف سے مکہ مکرمہ کے وسط میں آجانے کے باوجود وہ حسب سابق مستقل ہی رہے گا، مکہ کے تابع یا اس کا جزو ومحلّہ نہ بنے گا؛ کیوں کہ اس سے لازمی طور پر اس کی مشعریت اور اس کی استقلالی حیثیت پر فرق پڑے گا۔ اور جب وہ مستقل ہے، مکہ کا تابع اور اس کا جزو ومحلّہ نہیں ہے، تو مکہ اور منی میں پندرہ دن قیام کی نیت، دو الگ الگ جگہوں میں ایک ساتھ پندرہ دن قیام کی نیت ہوگی، جو شرعاً بلاشبہ غیر معتبر ہے؛ اس لیے جو حاجی مکہ اور منی دونوں جگہ پندرہ دن قیام کی نیت سے مکہ مکرمہ آئے گا، وہ مسافر ہی رہے گا، مقیم نہ ہوگا۔

سوال نمبر: ۱۵ اور اس کا جواب:

سوال نمبر: ۱۵: فقہی کتابوں میں اگر دو جزئیے اس طرح کے ملیں جن میں قصر واتمام دونوں پہلو کے دلائل پائے جائیں، یعنی: بعض دلائل کی رو سے قصر ثابت ہوتا ہو، جب کہ دوسرے بعض سے اتمام کا حکم لگتا ہو، تو وہاں پر بعض ائمہ نے احتیاطا اتمام کو ترجیح دی ہے۔ اب قابل تحقیق امر یہ ہے کہ کیا زیر بحث مسئلے میں بھی اتمام کو ترجیح دی جاسکتی ہے؟ علماء کے اس اختلاف کی وجہ سے کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سابق حکم (قصر) مشکوک ہوگیا؟ یا "اليقين لا يزول بالشك" پر عمل کرتے ہوئے قصر پر ہی عمل درآمد بہتر ہے؟

جواب سوال نمبر: ۱۵:

زیر بحث مسئلہ میں کیا بر بنائے احتیاط اتمام کی رائے اختیار کی جاسکتی ہے؟

مکہ اور منی میں قصر واتمام کے مسئلہ میں علمائے کرام کے درمیان جو اختلاف ہے،

www.besturdubooks.net

کیا اس اختلاف کی وجہ سے اتمام کے قائل حضرات قصر کے قائلین کو یہ کہہ کر اپنی رائے سے متفق کر سکتے ہیں کہ ہمارے دلائل کی وجہ سے تمہارا حکم (قصر) مشکوک ہو گیا؛ لہٰذا احتیاطاً آپ لوگوں کو اتمام ہی کی رائے اختیار کرنی ہوگی؟ اور نتیجہ کے اعتبار سے اپنی رائے اور دلائل نظر انداز کر دینے ہوں گے؟

جواب سے پہلے چند اہم مباحث

یہ سوال بھی زیر بحث مسئلہ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے؛ لیکن اس کے جواب سے پہلے چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہاں مسئلہ شک واحتیاط اور قاعدہ: " **اليقين لا يزول بالشك** " سے متعلق چند اہم باتیں ہیں:

(۱): شک اور یقین کی حقیقت۔

(۲): قاعدہ: "**اليقين لا يزول بالشك** " کی وضاحت۔

(۳): قصر واتمام کے مسئلہ میں احتیاط کا ضابطہ اور اس کا محل۔

پہلی بحث: شک اور یقین کی حقیقت:

شک کے لغوی اور اصطلاحی معنی

شک کے لغوی معنی: مطلق تردد کے ہیں۔

اور اصول فقہ کی اصطلاح میں شک کے معنی ہیں: کسی چیز کے دو پہلوؤں میں سے ہر پہلو کا مساوی درجہ میں احتمال ہونا کہ ان میں سے کوئی پہلو دلیل کی قوت یا کسی امر مرجح سے راجح نہ ہو سکے۔

اور اگر دلیل کی قوت سے یا کسی امر مرجح سے کوئی پہلو راجح ہو جائے، تو وہ شک نہ ہوگا؛ بلکہ راجح پہلو کو ظن اور مرجوح پہلو کو وہم کہا جائے گا۔ اور اگر راجح پہلو مرجوح کو غیر معتبر کر دے تو راجح کو ظن غالب کہا جائے گا، جو (بہت سے احکام میں) یقین کا درجہ رکھتا ہے۔

www.besturdubooks.net

یقین کے لغوی اور اصطلاحی معنی

یقین کے لغوی معنی ہیں: وہ علم جس کے ساتھ شک کا کوئی بھی پہلو نہ ہو۔

اور اصول فقہ کی اصطلاح میں: کسی قطعی دلیل کی بنا پر دل میں جزم کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے، اسے یقین کہتے ہیں۔

علامہ حموی شرح اشباہ: غمز عیون البصائر [1] میں فرماتے ہیں:

"والشك لغة:مطلق التردد، وفي اصطلاح الأصول: استواء طرفي الشيئ، وهو الوقوف بين الشيئين بحيث لا يميل القلب إلى أحدهما، فإن ترجح أحدهما، ولم يطرح الآخر فهو ظن، فإن طرحه فهو غالب الظن، وهو بمنزلة اليقين، وإن لم يترجح فهو وهم.....ولبعض الأصوليين عبارة أخرى أوجز مما ذكرناه مع زيادة على ذلك، وهي:أن اليقين جزم القلب مع الاستناد إلى الدليل القطعي، والاعتقاد:جزم القلب من غير استناد إلى الدليل القطعي؛ كاعتقاد العاصي، والظن:تجويز أحد أمرين أحدهما أقوى من الآخر، والوهم: تجويز أمرين أحدهما أضعف من الآخر، والشك: تجويز أمرين لا مزية لأحدهما على الآخر انتهى"

اور مفتی عمیم الاحسان صاحب قواعد الفقہ [2] میں تعریفات جرجانی کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

"اليقين فى اللغة: العلم الذي لا شك معه."

دوسری بحث: قاعدہ:" اليقين لا يزول بالشك " کی وضاحت

" اليقين لا يزول بالشك " کا قاعدہ اصول فقہ کا ایک اہم ترین قاعدہ ہے؛ بلکہ

(۱): غمز عیون البصائر ۱:۱۹۳، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): قواعد الفقہ ص ۵۵۵، مطبوعہ: اشرفی بک ڈپو دیوبند۔

www.besturdubooks.net

علامہ سیوطیؒ نے اپنی اشباہ[۱] میں فرمایا:

اعلم أن هذه القاعدة تدخل في جميع أبواب الفقه، والمسائل المخرجة عليها تبلغ ثلاثة أرباع الفقه وأكثره.''

یعنی: فقہ کے تمام ابواب میں اس قاعدہ کا دخل ہے، اور اس پر تخریج کردہ مسائل پوری فقہ کا تین چوتھائی حصہ؛ بلکہ اس سے زیادہ ہے۔

اور یہی بات علامہ حمویؒ نے بھی شرح اشباہ میں ذکر فرمائی ہے[۲]۔

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی امر یا حالت یقین اور قطعیت کے ساتھ ثابت ہو، خواہ وہ وجودی ہو یا عدمی، پھر اسے ختم کرنے والی چیز کے متعلق شک ہو جائے تو سابقہ یقینی امر یا حالت اس وقت تک ختم نہ ہوگی؛ جب تک اسے ختم کرنے والا سبب شک سے بڑھ کر یقین کے درجے کو نہ پہنچ جائے۔

شیخ مصطفیٰ زرقا رحمہ اللہ **المدخل الفقهي العام**[۳] میں اس قاعدہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

'' أي: إذا ثبت أمر من الأمور أو حالة من الحالات ثبوتا يقينيا أي: قطعياً، ثم وقع الشك في وجود ما يزيله، يبقى الأمر المتيقن هو المعتبر إلى أن يتحقق السبب المزيل. ''

شک کی تین قسمیں

علامہ حمویؒ نے شرح اشباہ[۴] میں فتح المدبر کے حوالہ سے شک کی تین قسمیں لکھی ہیں؛ چناں چہ فرماتے ہیں:

(۱): الاشباہ والنظائر للسیوطی ص ۵۱، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): غمز عیون البصائر ۱: ۱۹۴، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۳): المدخل الفقهی العام، فصل: ۸۱، فقرہ: ۶، ص ۸۱، ۹ مطبوعہ: دار القلم دمشق

(۴): غمز عیون البصائر ۱: ۱۹۳، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

شک کی تین قسمیں ہیں:

ایک: وہ شک جو کسی ایسی چیز پر طاری ہو، جو اصلاً حرام ہو؛ جیسے: کسی ایسے شہر میں کوئی ذبح کی ہوئی بکری ملی، جہاں مسلمان اور مجوسی دونوں رہتے ہیں، تو یہ بکری اس وقت تک حلال نہ سمجھی جائے گی جب تک یہ یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ بکری کسی مسلمان نے ذبح کی ہے؛ کیوں کہ اس میں اصل حرمت ہے اور ذکاۃ شرعی میں شک ہے۔

دوسری قسم: وہ شک جو کسی ایسی چیز پر طاری ہو، جو اصلاً مباح ہو؛ جیسے کوئی ماء متغیر ہے؛ لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ نجاست کی وجہ سے متغیر ہوا ہے یا دیر تک ٹھہرا رہنے کی وجہ سے؟ تو چوں کہ پانی میں اصل طہارت ہے؛ اس لیے اس پر عمل کرتے ہوئے اس سے پاکی حاصل کرنا جائز ہوگا۔

تیسری قسم: وہ شک ہے جس کی اصل معلوم نہ ہو؛ جیسے: اس شخص سے کوئی مالی معاملہ کرنا جس کا اکثر مال حرام ہو، اور لیے ہوئے مال کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ یہ بعینہ مال حرام ہے یا اس کے علاوہ؟ تو اس صورت میں حلت کے امکان کی وجہ سے اور تحریم کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے اس سے خرید فروخت وغیرہ کرنا جائز ہوگا؛ لیکن حرام میں پڑ جانے کے اندیشہ کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔

شرح اشباہ کی عربی عبارت ملاحظہ ہو:

”اعلم أن الشك على ثلاثة أضرب: شك طرأ على أصل حرام، وشك طرأ على أصل مباح، وشك لا يعرف أصله ؛فالأول: مثل أن يجد شاة مذبوحة في بلد فيها مسلمون ومجوس، فلا تحل حتى يعلم أنها ذكاة مسلم؛ لأنها أصلها حرام، وشككنا فى الذكاة المبيحة، فلو كان الغالب فيها المسلمين جاز الأكل؛ عملاً بالأغلب المفيد للطهورية. والثاني: أن يجد ماء متغيرا واحتمل تغيره بنجاسة أو طول مكث ، يجوز التطهير به عملا بأصل الطهارة. والثالث: مثل

www.besturdubooks.net

معاملة من أكثر ماله حرام، ولم يتحقق المأخوذ من ماله عين الحرام، فلا تحرم مبايعته؛ لإمكان الحلال وعدم التحريم؛ ولكن يكره خوفا من الوقوع فی الحرام كذا في فتح المدبر. "

قاعدہ" اليقين لا يزول بالشك" کا حدیث وغیرہ سے ثبوت

اوراس قاعدہ کی دلیل احادیث میں، صحیحین کی وہ روایت ہے جس میں ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ انھیں خیال ہوتا ہے کہ وہ نماز میں (پیٹ سے کچھ نکلتا ہوا) محسوس کررہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک کوئی آواز نہ سنیں، یا بدبو محسوس نہ کریں، نماز سے نہ نکلیں (۱)۔

شیخ مصطفیٰ زرقا رحمہ اللہ (۲) نے فرمایا کہ شریعت کے اس ضابطہ کی قرآن اور سنت اور عقل تینوں سے تائید ہوتی ہے، اس کے بعد تینوں قسم کے مؤیدات ذکر کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں:

"واستنادا إلى هذا الحكم الشرعي وأمثاله بينت هذه القاعدة الحاكمة في جميع الأمور؛ من عبادات، ومعاملات، وعقوبات، وأقضية في سائر الحقوق، والالتزامات "

اس قاعدہ پر متفرع ہونے والے چند ضوابط

اوراس قاعدہ پر متعدد ضوابط بھی متفرع ہوتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

" الأصل بقاء ما كان على ما كان "اور "الأصل براء ة الذمة " وغیرہ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر شک یقین سے معارض ہو؛ یعنی: اگر کوئی چیز یقین وقطعیت کے ساتھ ثابت ہو، پھر کچھ ایسے دلائل پائے جائیں، جن میں سے بعض پہلی

(۱): شرح اشباہ للحموی ۱:۱۹۴، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

(۲): المدخل الفقهي العام، فصل: ۸۱، فقرہ: ۶، ص ۹۸۱، مطبوعہ: دار القلم دمشق۔

www.besturdubooks.net

چیز کی تائید کرتے ہوں اور بعض اس کے خلاف ہوں؛ مثلاً:

کسی آدمی نے وضو کیا اور اسے وضو کرنا یقین کے ساتھ یاد ہے؛ مگر اس کے بعد وضو ٹوٹنے کے بارے میں اسے شک ہو گیا، یعنی: ذہن وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے دونوں کی طرف جاتا ہے، تو اس صورت میں محض شک کی وجہ سے یقینی چیز: وضو ختم نہ ہوگا؛ بلکہ باقی رہے گا؛ البتہ اگر وضو کے بعد اس کا ٹوٹنا بھی یقین کے ساتھ یاد ہو تو اس صورت میں چوں کہ یقین کے مقابلہ میں یقین پایا گیا؛ اس لیے وضو دوبارہ کرنا ہوگا۔

تیسری بحث: قصر واتمام کے مسئلہ میں احتیاط کا ضابطہ اور اس کا محل

جس صورت میں دونوں پہلوؤں کے دلائل ایک درجے کے ہوں، اور وہ آپس میں معارض ہوں، اور ان میں کسی بھی بنیاد پر ترجیح ممکن نہ ہو، تو وہاں احتیاطی پہلو پر عمل کیا جائے، یعنی: معارضہ کے وقت جب کوئی مرجح نہ ہو تو ایسی صورت میں احتیاط آخری مرجح ہوتا ہے۔

اور اگر معارضہ کی صورت ہی نہ ہو؛ مثلاً: ایک پہلو یقینی ہو، اور دوسرا محض شک کے درجے میں ہو، یا معارضہ ہے؛ لیکن احتیاط کے علاوہ کوئی اور مرجح پایا جارہا ہے تو یقین اور اس مرجح کے تقاضہ پر عمل کیا جائے گا، شک یا احتیاط کے تقاضے پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ سرخسیؒ، شرح کتاب السیر الکبیر (۱) میں فرماتے ہیں:

"عند عدم تحقق المعارضة، وانعدام الترجيح يجب الأخذ بالاحتياط"

یعنی: جہاں دلائل میں معارضہ ہو جائے، اور کسی طرح ترجیح نہ دی جاسکے تو وہاں احتیاط کو لینا ضروری ہوتا ہے۔

اس ضابطہ سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ محض شبہ کی بنا پر احتیاطی پہلو اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ ضروری ہے کہ وہاں دونوں پہلوؤں میں معارضہ ہو، اور ترجیح کسی طرح بھی

(۱): شرح کتاب السیر الکبیر، باب الأمان ۱: ۲۰۷، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت میں احتیاط آخری مرجح بن کر سامنے آتا ہے اور احتیاطی صورت پر عمل کیا جاتا ہے۔

احتیاط کا معنی ومفہوم

اور احتیاط کے معنی یہ ہیں کہ ایسی صورت اختیار کی جائے، جو فساد اور خرابی سے دور ہو اور مصلحت سے اقرب ہو، یا اس کا فساد کم ہو، یا اس کی مصلحت دوسرے سے بڑھی ہوئی ہو۔ دکتور محمد صدقی بن احمد، موسوعة القواعد الفقهيه[1] میں اس قاعدہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

" إذا وجد تعارض بين أمرين، ولم يمكن الترجيح بينهما، وجب الأخذ بالأحوط للدين؛ فيقدم الأمر الذي يكون أبعد عن المفسدة وأقرب للمصلحة ، أو أن مفسدته أقل، أو مصلحته أكبر. "

مسئلہ مسافرت میں احتیاط پر عمل کی تین مثالیں

مسافرت کے باب میں احتیاط پر عمل کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں، اس سے انشاء اللہ زیر بحث مسئلے میں صحیح رائے قائم کرنے اور اسے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

پہلی مثال:۔ فتاوی عالمگیری[2] میں محیط سرخسی کے حوالے سے ہے:

"ولو نوى المسافر الإقامة في الصلاة في الوقت أتمها منفردا أو مقتديا، مسبوقا كان أو مدركا، فإن كان لاحقا الخ كذا في محيط السرخسي "

یعنی: اگر مسافر نے وقت کے اندر کسی نماز میں مقیم ہونے کی نیت کر لی تو وہ دو کے بجائے مکمل چار رکعت پڑھے گا۔

دیکھئے: یہاں آدمی نماز کے ابتدائی حصہ میں نیت اقامت نہ ہونے کی وجہ سے

(۱): موسوعة القواعد الفقهية ۲:۲۸۹، مطبوعہ: مؤسسہ الرسالہ بیروت۔

(۲): فتاوی عالمگیری ۱:۱۴۱، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

یقین کے ساتھ شرعاً مسافر تھا اور اس پر صرف دو رکعت لازم تھیں؛ مگر جب اس نے دوران نماز مقیم ہونے کی نیت کر لی تو وہ شرعاً مقیم ہو گیا، اور یہاں دونوں امر یقینی ہیں، اور ایک ہی نماز میں دونوں کے تقاضوں پر عمل بھی ممکن نہیں، اور یہاں کوئی مرجح بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ دونوں استحکام نیت کی بنا پر ہم درجہ ہیں؛ اس لیے اب یہاں احتیاط کو مرجح بنائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اور احتیاط اس میں ہے کہ آدمی پر اتمام ضروری ہو؛ کیوں کہ اس صورت میں فراغ ذمہ یقینی ہے اور قصر کی صورت میں مقیم ہونے کے پیش نظر فراغ ذمہ نہیں ہوتا، اگر چہ اتمام کی صورت میں یہ خرابی ہے کہ اگر دو رکعت پر قعدہ نہ کیا جائے تو مسافر ہونے کے پیش نظر نماز درست نہ ہونی چاہیے؛ مگر اس کا وقوع لازم نہیں؛ جب کہ دو رکعت کی صورت میں مقیم ہونے کے اعتبار سے یہ نماز لازمی طور پر آدھی نماز ہے؛ اس لیے یہاں اتمام کی مصلحت اکبر ہے؛ لہٰذا احتیاطاً آدمی پر چار رکعت لازم ہوں گی اور اس کے مسافر ہونے کے پہلو کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

دوسری مثال: فتاوی ولوالجیہ [1] میں ہے:

”إذا افتتح الصلاة فی السفينة حال إقامته في طرف البحر، فنقلها الريح وهو فی السفينة فنوى السفر يتم صلاة المقيم عند أبي يوسف، خلافا لمحمد رحمهما الله تعالى؛ لأنه اجتمع في هذه الصلاة ما يوجب الأربع، وما يمنع فرجحنا ما يوجب الأربع احتياطاً.“

یعنی: کسی شخص نے سمندر کے کنارے مقیم ہونے کی حالت میں کشتی میں نماز شروع کی، نماز کے دوران ہوا نے کشتی کو (سمندر کے کنارے سے) ہٹا دیا اور یہ آدمی کشتی ہی میں تھا، اور اس نے سفر کی نیت کر لی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شخص مقیم کی طرح مکمل نماز پڑھے گا برخلاف امام محمدؒ کے (کیوں کہ ان کے نزدیک مسافر ہو جانے کی وجہ سے صرف دو رکعت پڑھے گا، امام ابو یوسفؒ کے قول کی وجہ:)؛ کیوں کہ اس نماز

(۱): فتاوی ولوالجیہ ۱:۱۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

میں وہ چیز جمع ہوگئی جو چار رکعت واجب کرتی ہے، یعنی: مقیم ہونا، اور وہ چیز جو چار رکعت کے وجوب ولزوم کو روکتی ہے، یعنی: مسافر ہونا؛ اس لیے ہم نے احتیاط کے طور پر چار رکعت واجب کرنے والی چیز (یعنی: مقیم ہونے) کو راجح قرار دیا۔

اس مسئلہ میں ایک ہی نماز میں اقامت اور مسافرت دونوں امر، یقین کے ساتھ پائے جارہے ہیں اور دونوں کے تقاضے بھی مختلف ہیں؛ لیکن امام محمدؒ نے تبدل نیت کے پیش نظر اقامت کے پہلو کو راجح قرار دیا؛ کیوں کہ مسافر حالت نماز میں اگر اقامت کی نیت کرلے تو اس پر چار رکعت لازم ہوجاتی ہیں؛ جیسا کہ پہلی مثال میں گذرا، اور امام ابو یوسفؒ نے وقت نیت کے پیش نظر اقامت کے پہلو کو راجح قرار دیا۔

لیکن بعد کے علما نے جب دونوں کے دلائل میں غور کیا تو ہر ایک کے دلائل اپنی جگہ صحیح تھے، اور بہ ظاہر قوت میں بھی برابر تھے اور دونوں میں ترجیح کی کوئی صورت نہیں تھی؛ لیکن چوں کہ امام ابو یوسفؒ کے قول میں احتیاط کا پہلو تھا؛ اس لیے اسے راجح قرار دیتے ہوئے سفر کی نیت کے باوجود اس پر چار رکعت لازم برقرار رکھی گئیں۔

دوران نماز مسافر شرعی ہونے سے آدمی کے لیے قصر جائز نہ ہوگا

اور اس جزئیہ کے پیش نظر علمائے کرام نے تبدل نیت کے مسئلہ میں یہ تفصیل فرمائی کہ قصر کے لیے نماز سے پہلے سفر کی نیت ضروری ہے، دوران نماز سفر کی نیت کرنے سے آدمی کے لیے قصر جائز نہ ہوگا؛ چناں چہ علامہ ابن نجیم مصریؒ البحر الرائق (۱) میں فرماتے ہیں:

" وأشار المصنف إلى أن النية لا بد أن تكون قبل الصلاة، ولذا قال فى التجنيس: إذا افتتح الصلاة فى السفينة حال إقامته في طرف البحر، فنقلها الريح وهو فى السفينة، ونوى السفر يتم صلاة المقيم عند أبي يوسف خلافا لمحمد؛

(۱): البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب المسافر ۲: ۲۲۸ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

لأنه اجتمع في هذه الصلاة ما يوجب الأربع وما يمنع، فرجحنا ما يوجب الأربع احتياطاً اهـ."[1]

تیسری مثال: فتاوی علامہ ابن نجیم مصریؒ البحر الرائق[2] میں قنیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

" مسافر ومقيم اشتريا عبداً،الأصح أن العبد يصلي صلاة المقيم."

ترجمہ: ایک مسافر اور ایک مقیم دونوں نے مل کر مشترکہ طور پر ایک غلام خریدا تو اصح قول یہ ہے کہ غلام مقیم کی نماز پڑھے گا۔

اس مسئلہ میں غلام میں تابع ہونے کی بنا پر آدھی جہت مقیم ہونے کی ہے اور آدھی جہت مسافر ہونے کی ہے؛ کیوں کہ غلام مسافر ہونے اور مقیم ہونے میں اپنے آقا کے تابع ہوتا ہے، اور یہاں غلام ایسے دو آقا کی ملکیت میں آیا ہے، جن میں سے ایک مسافر ہے اور دوسرا مقیم، اور دونوں میں سے کسی جہت کے حق میں کوئی وجہ ترجیح بھی نہیں ہے؛ اس لیے غلام اس صورت میں بطور احتیاط مقیم کی نماز ادا کرے گا۔

اگر ایک پہلو یقینی ہو اور دوسرا عارض ہونے والا محض شک کے درجے میں ہو تو "اليقين لا يزول بالشك" یا "الأصل بقاء ما كان على ما كان" پر عمل کیا جائے گا

اور اگر دونوں میں سے ایک پہلو یقینی ہو، اور دوسرا محض شک کے درجہ میں ہو تو اس صورت میں "اليقين لا يزول بالشك" یا اس پر متفرع ہونے والے کسی قاعدہ پر جیسے:

(۱): ونقله عنه ابن عابدين في رد المحتار(كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ۲: ۲۲۷ ط مكتبة زكريا ديوبند).وفي الهندية (كتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر ۱: ۱۵۵ ط مكتبة زكريا ديوبند):" وفي الحجة : الفتوى على قول أبي يوسفؒ احتياطا "۔

(۲): البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب المسافر ۲: ۲۴۴، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

"الأصل بقاء ما كان على ما كان "وغیرہ پر ہی عمل کیا جائے گا، فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے۔ ذیل میں اس سلسلہ میں بطور اختصار دو حوالے پیش کیے جاتے ہیں:

غنية المستملي کا صریح حوالہ

چناں چہ علامہ ابراہیم حلبیؒ شرح منیہ کبیر یعنی: غنیۃ المستملی [1] میں فرماتے ہیں:

"وكذا ينبغي أن يكون حكم كل تابع، يسأل عن متبوعه؛ فإن أخبره عمل بخبره، وإلا عمل بالأصل الذي كان عليه من إقامة أو سفر، حتى يتحقق خلافه. وقيل: إذا كان سفره محققا، ولم يعلم من متبوعه نية الإقامة عند دخول مصر أو قرية، يلزمه الإتمام ، وعلى الأصل الذي ذكرناه لايلزمه وهو الأصح ؛ لأن المتيقن لا يزول بالشك."

یعنی: اور اسی طرح (جیسا کہ اوپر آیا) ہر تابع کا حکم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے متبوع سے دریافت کرے، پس اگر وہ بتادے تو اس کی خبر کے مطابق عمل کرے، ورنہ اقامت اور سفر میں اس اصل حالت کے مطابق عمل کرے جس پر وہ تھا، یہاں تک کہ اس کے خلاف متحقق ہوجائے (یعنی: اگر پہلے مسافر تھا تو اس وقت تک اپنے کو مسافر سمجھے جب تک یقین کے ساتھ متبوع کی نیت معلوم ہوکر مقیم ہونا متحقق نہ ہوجائے، اور اگر پہلے مقیم تھا تو اپنے کو مقیم ہی سمجھے جب تک یقین کے ساتھ متبوع کی نیت معلوم ہوکر مسافر ہونا متحقق نہ ہوجائے)۔ اور کہا گیا کہ جب اس کا سفر متحقق ہو، اور کسی شہر یا گاؤں میں داخل ہونے کے وقت متبوع کے متعلق اقامت کی نیت معلوم نہ ہوسکے، تب بھی اس پر اتمام لازم ہوگا۔ اور اس ضابطہ پر جو ہم نے ذکر کیا اس پر اتمام لازم نہ ہوگا، اور یہی صحیح تر قول ہے؛ کیوں کہ امر یقینی شک سے زائل نہیں ہوتا۔

یہ مسئلہ بحوالہ شرح منیہ، ردالمحتار [2] میں بھی آیا ہے؛ البتہ علامہ شامیؒ نے صرف

(۱): غنية المستملي، فصل في صلاة المسافر، ص ۵۴۱، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۱): ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ۲: ۲۱۷، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند۔

www.besturdubooks.net

مفتی بہ قول نقل فرمایا ہے، مرجوح قول سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ہے۔

خلاصۃ الفتاوی کا حوالہ

فقیہ طاہر بن عبدالرشید بخاریؒ خلاصۃ الفتاوی[۱] میں فرماتے ہیں:

"وفي نسخة القاضي الإمامؒ :العبد إذا خرج مع مولاه ولا يعلم سير المولى فإنه يسأله، إن أخبره أن مسيره مدة السفر صلى صلاة المسافرين، وإن كان دون ذلك صلى صلاة الإقامة. وإن لم يخبره بذلك إن كان مقيماً قبل ذلك صلى صلاة الإقامة، وإن كان مسافراً قبل صلى صلاة المسافرين. "[۲]

ترجمہ: قاضی امام کے نسخہ میں ہے: غلام اپنے آقا کے ساتھ سفر میں نکلا اور اسے یہ معلوم نہیں کہ آقا کہاں جائے گا؟ تو وہ آقا سے پوچھے گا، اگر وہ یہ بتائے کہ مدت سفر تک جانے کا ارادہ ہے تو غلام مسافروں کی نماز پڑھے گا، اور اگر اس سے کم مسافت ہو تو اقامت کی نماز پڑھے گا۔ اور اگر کچھ نہ بتائے تو اگر وہ اس سے پہلے مقیم تھا تو اقامت کی نماز پڑھے گا، اور اگر مسافر تھا تو مسافروں کی نماز پڑھے گا۔

درج بالا حوالے زیر بحث مسئلہ میں فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں؛ کیوں کہ ان میں یہ بات اچھی طرح وضاحت کے ساتھ آ گئی کہ زیر بحث مسئلہ میں اور اس طرح کے دیگر مسائل میں الیقین لا یزول بالشك کے قاعدہ پر عمل کیا جائے گا، یہ مسائل احتیاط والے ضابطہ کا محل نہیں ہیں۔ پھر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں مزید گفتگو کر کے اسے اور منقح کیا جائے؛ تاکہ قائلین اتمام کے تمام شکوک وشبہات کا اچھی طرح ازالہ ہو جائے اور صحیح بات کھل کے سامنے آ جائے؛ اس لیے ذیل میں بعض

(۱): خلاصۃ الفتاوی، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی والعشرون ۱: ۲۰۳، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

(۲): ونقله عنه العلامة ابن نجيم المصريؒ في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر ۲: ۲٤٤، ط: مكتبة زكريا ديوبند، والنص منقول عنه۔

www.besturdubooks.net

متعلقہ امور کی مزید تفصیل ذکر کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

کیا مقیم ہونا آدمی کے حق میں علی الاطلاق اصل ہے؟

زیر بحث مسئلہ میں کسی کو فقہ کی ان عبارتوں سے دھوکہ نہ ہونا چاہیے، جن میں خانہ بہ دوش لوگوں کے مسئلہ میں فقہائے کرام نے آدمی کے لیے اقامت کو اصل قرار دیا ہے؛ کیوں کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ سفر پہلے سے متحقق نہ ہو، لیکن اگر پہلے سے سفر متحقق ہے، اور اس کے بعد مقیم ہونے یا نہ ہونے میں شک پیدا ہوا، تو اس صورت میں چوں کہ اصل مسافر ہونا ہے اور شک اس پر عارض ہوا ہے؛ اس لیے اس صورت میں شک کی بنا پر آدمی مسافر ہی رہے گا، مقیم نہ ہوگا؛ جیسا کہ اوپر غنیة المستملی کے حوالہ سے گذرا۔

ضابطہ احتیاط کا ایک مجازی اطلاق

واضح ہو کہ بعض مرتبہ "اليقين لا يزول بالشك" یا "الأصل بقاء ما كان على ما كان" کے محل پر بطور مجاز احتیاط والے قاعدہ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، اور قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں۔

چناں چہ شرح سیر کبیر[1] میں ایک مسئلہ آیا ہے کہ:

دار الاسلام میں دار الحرب سے دو دن کی مسافت پر ایک شہر ہے، وہاں کا حاکم اسلامی لشکر لے کر دار الحرب جہاد کے لیے روانہ ہوا، اور اہل لشکر کو یہ معلوم نہیں کہ حاکم نے دار الحرب میں کہاں کا ارادہ کیا ہے؟ (یعنی: ہمارے شہر سے وہ علاقہ تین دن کی مسافت پر ہے یا اس سے کم مسافت پر ہے؟) تو اس صورت میں اہل لشکر نمازوں میں اتمام کریں گے (قصر نہ کریں گے)؛ کیوں کہ ہوسکتا ہے حاکم دار الحرب کے صرف

(۱): شرح سیر کبیر، باب صلاة القوم الذين يخرجون إلى العسكر ويريدون العدو: ۱۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.net

شروع کے علاقہ میں جائے، اور عبادت میں احتیاط ہی کو لیا جاتا ہے، اور عبادت کا راستہ احتیاط ہے امر یقینی پر بنیاد رکھنے میں نہ کہ امر محتمل پر، اور مجاہد حضرات سفر واقامت کی نیت میں حاکم کے تابع ہوتے ہیں؛ کیوں کہ ان پر حاکم کی اطاعت اسی طرح لازم ہے، جیسے غلام پر آقا کی اور بیوی پر شوہر کی اطاعت لازم ہوتی ہے۔

عربی عبارت ملاحظہ ہو:

"وإن كانت المسيرة من المدينة القريبة إلى دار الحرب دون يومين، فإنهم يتمون الصلاة؛ لأنهم لا يدرون أين يريد الوالي؟ فلعله لا يريد أن يجاوز أول دار الحرب، وإنما يؤخذ في العبادة بالاحتياط، وطريق العبادة الاحتياط في البناء على المتيقن به دون المحتمل، والغزاة تبع للوالي في نية السفر والإقامة؛ لأن عليهم طاعته بمنزلة العبد مع مولاه، والزوجة مع زوجها."

اس مسئلہ میں مقیم ہونا پہلے سے امر یقینی اور اصل ہے، اور مسافر ہونا امر مشکوک ہے؛ اس لیے " اليقين لا يزول بالشك "اور" الأصل بقاء ما كان على ما كان " کے قاعدہ سے اہل لشکر مقیم ہی رہیں گے، مسافر نہ ہوں گے؛ جیسا کہ " وطريق العبادة الاحتياط في البناء على المتيقن به دون المحتمل " کے الفاظ بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس کے باوجود اس پر احتیاط والے قاعدہ کا جو اطلاق کیا گیا ہے، وہ بہ طور مجاز ہے، بہ طور حقیقت نہیں ہے۔

اصل سوال کا جواب

زیر بحث مسئلہ میں قصر کے قائل علمائے کرام کے پاس جو دلائل ہیں، وہ راجح وقوی ہیں؛ بلکہ وہی صحیح ہیں، اور اتمام کے قائل علمائے کرام کے دلائل مرجوح؛ بلکہ ضعیف ہیں، اور قائلین قصر نے ان کے تمام دلائل کے تشفی بخش جوابات دیدیے ہیں؛ اس لیے جو علمائے کرام زیر بحث مسئلہ میں قصر کے قائل ہیں، انھیں ہرگز بہ طور احتیاط اتمام کی

www.besturdubooks.net

رائے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ ان کے نزدیک قائلین اتمام کے دلائل موجب شک وتردد بھی نہیں ہیں، چہ جائیکہ یقین یا ظن کا باعث ہوں، پس ان کا قصر کے دلائل سے معارضہ ہی نہیں ہورہا ہے کہ بطور احتیاط اتمام کی رائے اختیار کرنے کے بارے میں غور کیا جائے۔

بلکہ جن علمائے کرام کے نزدیک قائلین اتمام کے دلائل موجب شک وتردد ہیں، یعنی: ان کے نزدیک قصر واتمام دونوں کے دلائل مساوی درجہ کے ہیں اور ان کے نزدیک دونوں پہلوؤں میں سے کوئی پہلو بھی راجح نہیں ہے، ان کے لیے بھی صورت مسئولہ میں بہ طور احتیاط اتمام کی رائے اختیار کرنا درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ مسئلہ مبحوث عنہا میں زیر بحث وہ حجاج کرام ہیں جو سفر شرعی کی مسافت طے کرکے مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں، اور منی جانے سے پہلے مکہ مکرمہ میں ان کے قیام کی مدت پندرہ دن نہیں ہوتی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ ایسے حجاج کرام اصل میں مسافر ہوں گے اور مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد ان علمائے کرام کے نزدیک ایسے حجاج کا مقیم ہونا یا نہ ہونا مشکوک ہوگا؛ کیوں کہ ان علمائے کرام کے نزدیک قصر کے دلائل کے پیش نظر ان حجاج کرام پر قصر واجب ہوگا، اور اتمام کے دلائل کے پیش نظر اتمام واجب ہوگا۔ اور ان کا مسافر ہونا پہلے سے امر یقینی ہے؛ کیوں کہ شرعی مسافت طے کرکے مکہ مکرمہ پہنچے ہیں؛ لہٰذا اوپر غنیۃ المستملی کے حوالے سے ذکر کردہ راجح قول کے مطابق ان علمائے کرام کے نزدیک بھی ایسے حجاج کرام پر قصر ہی لازم ہوگا، ان کے لیے اتمام جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ اور اس صورت میں ان حضرات کا اتمام کی رائے اختیار کرنا علامہ حلبی کی صراحت کے مطابق خلاف اصح قول کی اتباع کرنا ہوگا۔

غنیۃ المستملی[1] کی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

”وكذا ينبغي أن يكون حكم كل تابع، يسأل عن متبوعه؛ فإن أخبره

(۱): غنية المستملي فصل في صلاة المسافر ص ۵۴۱ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

www.besturdubooks.net

عمل بخبره، وإلا عمل بالأصل الذي كان عليه من إقامة أو سفر حتى يتحقق خلافه، وقيل: إذا كان سفره محققا ولم يعلم من متبوعه نية الإقامة عند دخول مصر أو قرية يلزمه الإتمام ، وعلى الأصل الذي ذكرناه لايلزمه وهو الأصح لأن المتيقن لا يزول بالشك.“

البتہ جن علمائے کرام کے نزدیک اتمام کے دلائل راجح ہوں، اور قصر کے دلائل مرجوح ہوں وہ بلاشبہ اپنی تحقیق کے مطابق عمل کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے، منصوص مسئلہ نہیں ہے؛

مجتہد فیہ مسائل میں دوسرے فریق کی غلو آمیز مخالفت سے اجتناب ضروری ہے

لیکن ان حضرات کا قائلین قصر اکابرین امت اور علمائے کرام کے متعلق اپنی تحریرات میں یا زبانی طور پر ضد بازی اور ہٹ دھرمی وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کر کے اور بلاوجہ اپنے زعم میں ان پر افسوس کا اظہار کر کے لوگوں کو ان کے خلاف غلط تاثر دینا، اہل حق علمائے کرام کا شیوہ نہیں ہے، اور اسلاف امت کے طریقہ کے خلاف ہے، مجتہد فیہ مسائل میں ہر فریق کو چاہیے کہ ائمہ اربعہ اور ان کے مخلص اور حق پرست متبعین اور اکابر علمائے دیوبند کے طریقہ کار کو اپنا شیوہ بنائے، اور ایک دوسرے کی غلو وافراط پر مبنی مخالفت سے پرہیز کرے۔فقط واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

هذا ما أردت إيراده في هذه المقالة؛ فما كان منه صوابا فمن عند الله وما كان منه خطأ فمن عند نفسي.، أعاذني الله من شرورها.

www.besturdubooks.net

ہندوستان کے دو مرکزی اداروں کے فتاوی

ہندوستان کا پہلی مرکزی ادارہ: دارالعلوم دیوبند کا فتوی

۱۵۰۰/ب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام لائق صد احترام حضرت مفتیان کرام دارالعلوم دیوبند ادام اللہ فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ بحمد اللہ بعافیت ہے، رب العزت والجلال آپ حضرات کو بصحت وعافیت قائم ودائم رکھیں اور امت مسلمہ کو عموماً اور ہم نااہلوں کو خصوصاً زیادہ سے زیادہ استفادہ کی سعادت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

تقریباً ڈیڑھ سال قبل مفتی سید امان اللہ صاحب حسینی قاسمی مقیم جدہ کی طرف سے مقیمین جدہ کے لیے دوران حج جدہ سے عرفات تک جانے کی صورت میں نمازوں کے قصر واتمام کی بابت سوال کیا گیا تھا جس کا جواب (۱۸۵۸/ب) یہ تھا کہ منی مزدلفہ کے راستہ سے عرفات تک جانے والا مسافت سفر سے زائد ہونے کی وجہ سے مسافر ہوگا اور عوالی وکدی کے راستہ سے جانے والا مسافت سفر سے کم ہونے کی وجہ سے مقیم رہے گا، پھر آن موصوف کی جانب سے دوسرا سوال بھیجا گیا کہ آپ حضرات عرفات کو شہر مکہ مکرمہ کا حصہ تسلیم کرتے ہیں یا اس سے خارج؟ شہر مکہ مکرمہ کا ایک محلّہ ماننے کی صورت میں بھی کیا یہی جواب ہوگا؟ اس کا جواب (۱۷۴۶/ھ) دارالعلوم دیوبند سے یہ موصول ہوا کہ وہاں کی آبادی کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہی کوئی حکم لکھا جائے گا۔

www.besturdubooks.net

اب جب کہ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ میں دارالعلوم دیوبند کے موقر اور سن رسیدہ مفتی و بزرگ عالم دین جناب مولانا مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری مدظلہ نے برفاقت جناب مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ استاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد ان مقامات کا مشاہدہ فرمایا اور عرفات کو بھی منی ومزدلفہ کے مثل شہر مکہ مکرمہ کا ایک حصہ اور محلّہ تسلیم کیا اور دوران مشاہدہ ان بزرگوں سے یہ بھی کہا گیا کہ مزدلفہ اور عرفات کے درمیان کچھ فصل ہے تو ان بزرگان عالی مقام کا یہ جواب تھا کہ عرفا یہ فصل مانع نہیں، اور کیا گھر میں صحن وآنگن نہیں ہوتا۔

اس لیے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس مشاہدہ کے بعد آپ حضرات کا موقف کیا ہے؟ اہل جدہ جب جدہ سے عرفات کے قصد سے نکلیں تو مسافر ہوں گے یا مقیم رہیں گے؟

نیز منی، مزدلفہ اور عرفات کو آپ حضرات شہر مکہ مکرمہ کا حصہ مانتے ہیں یا اس سے الگ؟ یا بعض کو داخل اور بعض کو خارج؟

امید ہے کہ عام فہم اور تسلی بخش جواب باصواب سے روشناس فرمائیں گے اور عند اللہ اجر جزیل کے مستحق ہوں گے۔ فقط والسلام

المستفتی: العبد محمد طاہر الاعظمی عفا اللہ عنہ

جدہ، سعودی عرب

۱۱۹۳/ ب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق:۔ (۱) جدہ سے عرفات جانے کے لیے جس راستہ سے سفر ہوگا، اگر وہ سواستتر کلومیٹر یا اس سے زائد مسافت رکھتا ہے، تو اس صورت میں مسافر ہوگا اور قصر کرے گا۔ اور اگر کسی راستہ سے سواستتر کلومیٹر سے کم مسافت ہوتی ہے تو وہ مقیم رہے گا اور اتمام کرے گا۔ یہ مسئلہ فقہ کی تقریباً سب ہی کتابوں میں موجود ہے۔

(۲) ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ منی، مزدلفہ، عرفات کی

www.besturdubooks.net

حیثیت مستقل شعائر کی ہے، یہ حج کے مناسک کے ادا کرنے کی جگہیں ہیں، مثلاً رمی جمار، قربانی، حلق، قیام ودعا کی جگہ ہے (مرقات ۵:۵۱۷) یہ سفر واقامت میں مکہ مکرمہ کے تابع نہیں ہیں، فقہاء کرام نے اس کی صراحت فرمائی ہے: " ولو نوى الإقامة خمسة عشر يوما في موضعين، فإن كان كل منهما أصلا بنفسه نحو مكة ومنى، والكوفة والحيرة لا يصير مقيما، وإن كان إحداهما تبعا للآخر حتى تجب الجمعة على سكانه يصير مقيماً "(فتاوی ہندیہ ۱:۱۴۰)، بحر الرائق اور بدائع میں بھی اسی طرح مسئلہ لکھا ہوا ہے، اس عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مکہ اور منی دونوں دو مستقل جگہیں ہیں، ان دونوں کو ایک سمجھنا، یا منی، مزدلفہ، عرفات کو مکہ کا تابع سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

کسی مقام کو مصر کے ساتھ لاحق کرنے کے لیے اور سفر واقامت میں اس کے تابع مصر ہونے کے لیے فقہاء کرام نے چند بنیادی شرطیں لکھی ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ شہر کی آبادی اس مقام سے مل جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ خود اس مقام میں بھی آبادی ہو "فإن كان بقرب ذلك قرى لأهل الذمة فعظم المصر حتى بلغ تلك القرى وجاوزها صارت من جملة المصر لإحاطة المصر بجوانبها" (فتاوی ہندیہ ۲:۲۵۱) یہاں ایک طرف مکہ مکرمہ میں آبادی ہے، اور دوسری طرف منی، مزدلفہ، عرفات میں آبادی نہیں ہے، وہ میدان ہے، حتی کہ یہ تینوں مقامات توابع مصر میں بھی داخل نہیں، علامہ شامی نے اس میں دونوں طرف آبادی شرط لگائی ہے: "وأشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن؛ فإنه في حكم المصر، وكذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح" (شامی ۱:۵۲۵-۷۷)۔

اگر وہ مقام آبادی سے خالی ہے تو تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مقام فنائے مصر میں ہو، حالانکہ منی، مزدلفہ، عرفات فنائے مصر میں بھی داخل نہیں؛ کیونکہ مصالحِ مکہ کے لیے

www.besturdubooks.net

کوئی چیز یہاں نہیں ہے، جب منی کے اندر مذکورہ بالا تین شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی ہے تو منی، مزدلفہ، عرفات اور مکہ مکرمہ کو کیونکر ایک مانا جاسکتا ہے؟ اور کیونکر ان تینوں مقامات مقدسہ کو مکہ کا تابع کہا جاسکتا ہے؟ منی میں جو سرکاری عمارت، ہسپتال، دفتر بنے ہوئے ہیں یہ صرف موسمِ حج میں حاجیوں کی سہولت کے لیے استعمال میں آتی ہیں۔ وہ رہائشی گھر نہیں ہے۔ حج کے بعد سال بھر تک حجاج کے خیموں کی طرح خالی پڑی رہتی ہیں۔

شرعی طور پر بھی منی میں آبادی ممنوع ومکروہ ہے، علامہ دارمی نے اپنی سنن میں ایک باب باندھا ہے، باب کراهية البنيان بمنى اس باب کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے:" قالت: قلت يا رسول الله! ألا نبنى لك بناء بمنى يظلك؟فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" لا، منى مناخ من سبق"امام ترمذی، امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے؛ اس لیے تمام محدثین اور فقہاء محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ان مقامات مقدسہ میں تعمیرات ممنوع ومکروہ ہیں، ان مقامات کی حیثیت مستقل شعائر کی ہے، یہ رہائش کی جگہ نہیں ہے، اگر بالفرض آپ کے کہنے کے مطابق مکہ مکرمہ کی آبادی منی تک پہونچ جانے کو تھوڑی دیر کے لیے تسلیم بھی کرلیا جائے، جب بھی منی، مزدلفہ، عرفات شعائر نسک ہونے کی وجہ سے ان کی استقلالی حیثیت ختم نہ ہوگی اور انہیں مکہ کے تابع نہیں کہا جائے گا۔

امام حرم شیخ محمد بن عبداللہ السبیل سے مسعیٰ کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا کہ مَسعیٰ پہلے مسجد حرام سے خارج تھا؛ لیکن اب مسجد حرام کے احاطہ میں آگیا ہے تو کیا اب وہ جگہ مسجد حرام کے حکم میں ہوگی؟ اس کا جواب نفی میں دیا اور یہ وجہ بیان فرمائی کہ مسعیٰ مشاعر میں سے ایک مشعر ہے جس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، نہ اس کی ذات میں تبدل ہوسکتا ہے، نہ ان احکام میں تبدل ہوسکتا ہے جو تبعاً اس سے متعلق ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:" الذى يظهر لنا – والله أعلم – أن المسعىٰ لا يُعدُّ اليوم من المسجد

www.besturdubooks.net

الحرام وإن كان متصلاً بالمسجد، وذلك لأن موضع المسعىٰ مشعر من المشاعر التى لا تتغير ولاتتبدل، لا بذواتها ولابالأحكام المتعلقة بها تبعاً لذلك، وبناءً على هذا فإنه لا بأس من بقاء الجنب والحائض والنفساء فيه الخ" اس کی تائید المجمع الفقهى الإسلامى لرابطة العالم الاسلامى نے بھی کی ہے۔امام حرم شیخ سبیل کے اس قول سے بھی ہماری تائید ہوتی ہے۔

اس سے پہلے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے اسی مضمون کا فتویٰ دیا جاچکا ہے۔اس مرتبہ اسے مدلل کردیا گیا ہے، ہمارے دارالعلوم دیوبند کا یہی موقف ہے، اور اسی پر عمل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔فقط واللہ اعلم

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۱۵/ذوقعدہ ۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: زین الاسلام قاسمی الہ آبادی مفتی دارالعلوم دیوبند۔
الجواب صحیح: محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ۔
الجواب صحیح: ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۲/ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ۔
الجواب صحیح والمجیب مصیب: العبد سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری صدر المدرسین دار العلوم دیوبند ۱۶/ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ۔
مہر: دارالافتا دارالعلوم دیوبند

ہندوستان کا دوسرا مرکزی ادارہ: مظاہر علوم سہارن پور کا فتوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق: ۔منی مستقل مقام ہے، سفر واقامت میں وہ مکہ مکرمہ کے تابع نہیں ہے، اس کی صراحت سب ہی فقہا ومحدثین فرماتے آئے ہیں: " ولو نوى

www.besturdubooks.net

الإقامةخمسة عشر يوما في موضعين فان كان كل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة ومنى، والكوفة والحيرة لا يصيرمقيما، وإن كان إحداهما تبعا للآخر حتى تجب الجمعة على سكانه يصير مقيما اهـ

(ہندیہ ۱/۱۴۰، بدائع ۱/۲۷۰، البحر الرائق ۲/۱۴۳)

خارج مصر کسی مستقل مقام کو مصر کے ساتھ لاحق کرنے کے لیے اور سفر واقامت میں اس کے تابع مصر ہونے کے لیے چند بنیادی شرطیں ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ شہر کی آبادی اس مقام سے مل جائے، دوسری شرط یہ ہے کہ خود اس مقام میں بھی آبادی ہو، فتاوی ہندیہ ۲/۲۵۱ میں ہے:

" فإن كان بقرب ذلك قرى لأهل الذمة، فعظم المصر حتى بلغ تلك القرى وجاوزها صارت من جملة المصر لإحاطه المصر بجوانبها " اهـ

اس عبارت میں اہل ذمہ کی بستیوں کے شہر کے ساتھ لاحق ہونے کے لیے شہر کی آبادی وہاں تک پہنچنے کی قید لگائی گئی ہے، دوسرے بستی کے لاحق ہونے کی بات ہے، اور بستی میں آبادی ہوتی ہے، شامی میں ہے کہ جو شخص شہر سے اپنا سفر شروع کر رہا ہے اس پر مسافر کے احکام اس وقت جاری ہوں گے، جب وہ ان مقامات سے بھی نکل جائے جو مصر کے تابع ہوتے ہیں، مثلاً ربض مصر، یعنی شہر سے متصل گھر اور مکانات جو پھیلتی ہوئی آبادی کی صورت میں ہوتے ہیں، اسی طرح جو بستیاں ربض مصر سے متصل ہوں وہ بھی تابع مصر ہیں، "وأشا ر إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فإنه فى حكم المصر وكذا القرى المتصلة بالربض فى الصحيح" (شامی ۱/۵۲۵)۔

ربض مصر اور قری متصلہ سب میں آبادی ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ تبعیت کے حکم کے لیے خود اس جگہ میں آبادی ضروری ہے۔

اگر خود وہ مقام آبادی سے خالی ہے تو پھر اس کی حیثیت فنائے مصر کی ہو، فنائے مصر

www.besturdubooks.net

وہ جگہ ہے جو مصالح بلد کے لیے ہو، یعنی شہر سے باہر وہ جگہ ہے جو اہل شہر کی عمومی ضروریات کے لیے استعمال ہوتی ہو، مثلاً مردوں کی تدفین، صلوۃ عید کی ادائیگی، گھوڑ دوڑ کا میدان وغیرہ۔ اگر وہ شہر سے متصل ہو یا اس کا فاصلہ قدر غلوہ (۱۳۷/میٹر) سے کم ہوتو وہ بھی شہر کے تابع شمار ہوگا۔ "وأما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى وإلقاء التراب فإن اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته، وإن انفصل بغلوة أومزرعة فلا كما يأتي بخلاف الجمعة فتصح إقامتها فى الفناء ولو منفصلا بمزارع "(ردالمحتار ۱/۵۲۵)۔

آبادی کا اتصال اگر ایسی جگہ سے ہوا ہے جس میں نہ خود آبادی ہے، نہ وہ فناء مصر ہے تو وہ اتصال معتبر نہیں، اور اس مقام کو تابع مصر شمار نہیں کیا جائے گا، حضرات فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ باغات اگر چہ شہر سے متصل ہوں، پھر بھی وہ بحکم مصر نہیں ہوں گے؛ کیونکہ نہ ان میں آبادی ہوتی ہے، نہ ان پر فنائے مصر کی تعریف صادق آتی ہے، ان باغات میں اگر محافظین اور کام کاج کرنے والے لوگ سال بھر بھی مقیم رہتے ہوں، پھر بھی ان باغات کو داخل مصر شمار نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ باغات آبادی کی جگہ نہیں ہیں: " بخلاف البساتين ولو متصله بالبناء؛ لأنها ليست من البلد ولو سكنها أهل البلد ة فى جميع السنة أوبعضها "(ردالمحتار ۱/۵۲۵)۔

زیر بحث مسلہ میں تبعیت کی شرائط موجود نہیں ہیں، بعض جانب سے منی کے ساتھ آبادی کا اتصال تسلیم بھی کیا جائے تو خود منی میں آبادی نہیں ہے، آگے مزدلفہ، عرفات میں بھی آبادی نہیں ہے، درحقیقت منی، مزدلفہ، عرفات پہاڑوں کے درمیان صحرائی علاقے ہیں جو آبادی ورہائش کی جگہیں نہیں ہیں؛ بلکہ مناسک کی جگہیں ہیں، حکومت کی طرف سے قانونا وہاں آبادی ممنوع ہے، حکومت کے علاقائی نقشہ میں منی کو غیر آباد ظاہر کر کے اس کو مشاعر مقدسہ کی حیثیت سے دکھایا گیا ہے، اس میں جو شاہی محلات، ہسپتال، دفاتر اور دیگر سرکاری عمارات ہیں وہ اصالۃً موسم حج کے لیے ہیں،

www.besturdubooks.net

موسم حج کے علاوہ دوسرے مواقع پر ان سے استفادہ کی اجازت نہیں ہے، چنانچہ وہ حجاج کے خیموں کی طرح سال بھر خالی پڑی رہتی ہیں۔

جو جدید تعمیرات کی جارہی ہیں وہ حجاج کی سہولت یا انتظامیہ کے عارضی قیام کی غرض سے کی جارہی ہیں، آبادی ورہائش کی غرض سے نہیں، سال بھر حکومتی عملہ کی وہاں آمد ورفت یا قیام رہتا ہے، وہ محض ان خیموں اور جدید تعمیرات کی نگرانی کے لیے ہوتا ہے، نہ کہ رہائش کی غرض سے اور خدام ومحافظین کی رہائش کا اعتبار نہیں ہے۔

شرعی طور پر بھی منی میں آبادی ممنوع اور ناپسند ہے، امام دارمی رحمۃ اللہ نے سنن دارمی ۶۸۱/۲ میں باب باندھا ہے "باب كراهية البنيان بمنى"، اس کے تحت حضرت عائشہ کی یہ روایت بیان فرمائی ہے:" قالت:قلت: يارسول الله! ألا نبني لك بناء بمنى يظلك؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا، منى مناخ من سبق "اھ، امام دارمی کے علاوہ امام ترمذی نے یہ روایت اپنی جامع میں، ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ میں اور امام ابوداود نے سنن ابوداود میں روایت کی ہے، اسی لیے حضرات محدثین اور فقہاء محققین اس بات پر متفق ہیں کہ منی، مزدلفہ اور عرفات میں تعمیرات پسندیدہ نہیں ہیں، ان مقامات کی حیثیت مستقل شعائر کی ہے، یہ جائے رہائش نہیں ہیں۔

ملاعلی القاری الحنفی اور علامہ طیبی شافعی اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:"فمنع وعلل بأن منى موضع لأداء النسك من النحر ورمى الجمار والحلق يشرك فيه الناس فلوبنى فيها لأدى إلى كثرة الأبنية تأسيابه فتضيق على الناس، وكذلك حكم الشوارع ومقاعد الأسواق"(مرقاۃ ۵۱۷/۵، طیبی ۲۹۷/۵)۔

ابن رشد نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ امام مالک منی میں تعمیرات کو ناپسند فرماتے تھے (البیان والتحصیل ۲۵۳/۱)۔

علامہ ابن تیمیہ نے مشاعر میں تعمیرات کو بدعت کہا ہے (فتاوی ابن تیمیہ ۱۱۹/۲۶)۔

www.besturdubooks.net

شہر رہائش کے لیے ہوتا ہے، فنائے شہر، شہر کی مصالح کے لیے ہے، منی، مزدلفہ، عرافات نہ رہائش کے لیے ہیں، نہ مصالح بلد کے لیے ہیں، شہر وفناء شہر کا مقصد جدا ہے، اور مشاعر مقدسہ کا مقصد جدا ہے؛ اس لیے یہ مشاعر شہر کے تابع نہیں ہوں گے، ان کی اپنی مستقل حیثیت ہے اور وہ استقلالی حیثیت نصوص سے اور محدثین وفقہا کے اجماعی کلام سے ثابت ہے، پس بالفرض والتقدیر اگر کئی جوانب سے بھی ان مقامات سے آبادی کا اتصال ہو جائے، پھر بھی شعار نسک ہونے کی وجہ سے ان کی استقلالی حیثیت ختم نہیں ہوگی اور ان کو شہر کے تابع نہیں کہا جائے گا؛ کیونکہ دو مقام اگر مستقل ہوں تو اگر چہ ان میں اتصال ہو پھر بھی ایک دوسرے کے تابع نہیں ہوتا۔

امام حرم شیخ محمد بن عبداللہ السبیل سے مسعی کے متعلق سوال کیا گیا تھا کہ مسعی پہلے مسجد حرام سے خارج تھا؛ لیکن اب مسجد کے احاطہ وعمارت میں آ گیا ہے تو کیا اب وہ جگہ مسجد کے حکم میں ہوگی؟ اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے وجہ یہ بیان فرمائی کہ مسعی مشاعر میں سے ایک مشعر ہے جس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، نہ اس کی ذات میں تبدل ہوسکتا ہے اور نہ ان احکام میں تبدل ہوسکتا ہے جو تبعاً اس سے متعلق ہیں، الفاظ یہ ہیں:" الذی یظهر لنا– واللہ اعلم – أن المسعی لا یعد الیوم من المسجد الحرام وإن کان متصلا بالمسجد وذلك لأن موضع المسعی مشعر من المشاعر التی لا تتغیر ولا تتبدل، لا بذواتها ولا بالأحکام المتعلقة بها تبعا لذلك، وبناء علی هذا فإنه لا بأس من بقاء الجنب والحائض والنفساء فیه إلخ ".

اس جواب کی تائید میں مجلس المجمع الفقهی الإسلامی الرابطة العالم الإسلامي کا جو فیصلہ نقل فرمایا ہے، اس میں بھی مسعی کے مسجد عمارت میں داخل ہونے کے باوجود اس کی حیثیت کے عدم تبدل کی وجہ اس کے مستقل شعار ہونے کو بتایا گیا ہے:"فقرر بالأغلبیة أن المسعی بعد دخوله ضمن مبنی المسجد الحرام لایأخذ حکم المسجد؛لأنه مشعر مستقل، یقول اللہ عز وجل إن الصفا والمروة من شعائر اللہ إلخ".

www.besturdubooks.net

یہ فتوی وفیصلہ سب ہی موجودہ اہل علم میں اتفاقی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو مقام شعار ہو اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی جو اس کی استقلالی حیثیت کے منافی ہو، نہ اس ذات میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے، اور نہ اس سے متعلقہ کسی حکم میں، وہ حکم خواہ مناسک حج میں سے ہو یا مناسک حج کے علاوہ ہو۔

چناں چہ مسعی کی عمارت مسجد کے ضمن میں آنے کے باوجود اس میں سعی کا حکم بھی برقرار ہے جو مناسک حج میں سے ہے، اسی طرح حائضہ ونفساء کے دخول کے جواز کا حکم بھی برقرار ہے جس کا تعلق مناسک حج سے نہیں، دونوں طرح کے احکام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

ہماری ناقص فہم کے مطابق بعینہ یہ بات زیر بحث مسئلہ میں بھی موجود ہے، منی بھی مشاعر مقدسہ میں سے ایک مشعر ہے اور شرعی نصوص سے ثابت مستقل حیثیت کا حامل مقام ہے، رمی جمار کا اہم نسک یہاں ادا کیا جاتا ہے اور مبیت منی کا نسک بھی اس سے متعلق ہے؛ لہٰذا اس حیثیت سے نہ اس کی ذات میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے اور نہ اس سے متعلقہ احکام میں خواہ وہ مناسک حج میں کا کوئی حکم ہو یا حج کے علاوہ کوئی اور حکم ہو۔

اگر آبادی کے اتصال کی وجہ سے منی کو مکہ کو تابع کہہ دیا جائے تو اگرچہ مناسک حج کا کوئی حکم نہیں بدلے گا؛ مگر مستقل مقام ہونے کی حیثیت سے سفر واقامت کے جو احکام اس کے ہیں وہ سب یکسر بدل جائیں گے؛ کیوں کہ سفر واقامت کے باب میں مستقل مقام کا حکم الگ ہے اور تابع وملحق مقام کا حکم جدا ہے **کما لا یخفی علی ذوی العلم۔**

تین دہائیاں قبل تک منی میں کئی عمارتیں اور بلڈنگیں تھیں، اکابر کی بعض تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک وقت میں مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے منی کی آبادی سے متصل ہوگئی، علامہ یوسف بنوریؒ معارف السنن میں تحریر فرماتے ہیں: ”**غیر أن الآن قد اتصلت أبنیة مکة بها وبنیت فیها بیوت للسکنی والحجاج فی الموسم.**“ (معارف السنن ۶/۱۹۳)۔

www.besturdubooks.net

اس وصل کے باوجود منی کو تابع کہہ کر اقامت کا حکم نہیں دیا گیا؛ کیوں کہ مستقل مقام اتصال کے باوجود دوسرے مقام کے تابع نہیں ہوتا ہے۔فقط۔

حررہ العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ

مظاہر علوم سہارن پور

۱۴۳۰/۲/۲۶ھ

مہر: مفتی مظاہر علوم سہارن پور

مہر: دارالافتا مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: مقصود احمد، ۱۴۳۰/۲/۳۰ھ، مہر: مفتی مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری خادم دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۳ھ۔

جواب صحیح ہے اور مسئلہ کے تمام گوشوں کو حاوی ہے، اللہ مجیب کو جزائے خیر دے۔

زین العابدین الاعظمی، مہر: رئیس قسم التخصص۔

الجواب صحیح: محمد عاقل عفا اللہ عنہ ۴/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مہر: صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: محمد سلمان، مہر: ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

مشعر کو منی کے موضع مستقل ہونے کی علت قرار دینے پر ایک اشکال اور اس کا جواب

دار الافتا کے بعض احباب نے احقر کا مقالہ بہ ذریعہ ای میل بعض اہل علم کی خدمت میں ارسال کیا، ان میں سے ایک مفتی صاحب نے علت مشعریت کے متعلق ایک اشکال پر مشتمل مکتوب ارسال کیا اور احقر نے اس کا جواب تحریر کیا؛ قارئین کے افادے کی غرض سے مفتی صاحب موصوف کا مکتوب اور احقر کا جواب دونوں شامل مقالہ کیے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

www.besturdubooks.net

اشکال پر مشتمل مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف؟

بعدہٗ تحریر یہ کہ آپ کا مقالہ بنام ''سوال نامہ کا جواب معہ فہرست عناوین فائنل'' بہ ذریعہ ای میل موصول ہوا، جزاك الله خير الجزاء، جستہ جستہ پڑھا، ماشاء اللہ بہت جامع ہے، اور قصر کی رائے رکھنے والوں کے اعتماد ویقین میں مزید اضافے کا باعث ہے، اور دلائل کی روشنی میں صحیح رائے قائم کرنے کے لیے کافی، شافی، وافی ہے اور احقر کو اس سے اتفاق ہے۔

نوٹ:۔ پچھلے سمینار بمقام حج ہاؤس ممبئی میں منی کو مکہ سے علاحدہ قرار دینے کی بنیاد عدم اتصال کے علاوہ مشعر ہونے کو بھی بنایا گیا تھا اور تجویز میں اس کو پاس بھی کیا گیا، حالاں کہ یہ بات محل غور ہے؛ کیوں کہ کسی جگہ کا مشعر ہونا اس جگہ کے جزو مکہ ہونے کے منافی نہیں ہے، جیسے کہ مسعی مشعر ہونے کے باوجود جزو مکہ ہے تو اسی طرح منی بھی مشعر ہونے کے باوجود جزو مکہ بن سکتا ہے، ہاں فی الحال وہ جزو مکہ نہیں ہے۔

فقط، هذا ما عندی، والله تعالی اعلم۔

العبد (مفتی) محمد.....قاسمی عفی عنہ

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی جناب مولانا مفتی.....صاحب زید مجدہٗ!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

احقر نے مقالہ میں مشعریت کے مسئلہ کو تفصیل سے واضح کیا ہے، اس میں آپ کے اشکال کا جواب بھی آ گیا ہے، مگر پھر بھی اسے مختصراً دوبارہ تحریر کیا جاتا ہے۔

www.besturdubooks.net

مسعی مکہ مکرمہ کا جزو ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ ہماری بحث میں کچھ زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہے؛ کیوں کہ مسعی میں قیام کا اور وہاں رات گذارنے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے؛ اس لیے اسے مکہ مکرمہ کا جزو ماننے یا نہ ماننے پر بظاہر کوئی حکم شرعی موقوف نہیں جب کہ منی میں حجاج کرام ایام حج میں قیام کرتے ہیں اور وہاں رات گذارتے ہیں۔

لیکن مسعی اب مسجد حرام کے وسط میں آ گیا ہے، تو اب ہمیں علت مشعریت کے پیش نظر اس پر غور کرنا ہے کہ مسعی مسجد حرام کے وسط میں آ کر مسجد حرام کا جزو ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو بن سکتا ہے یا نہیں؟

شیخ محمد بن عبداللہ السبیلؒ کا جو فتوی مقالہ میں نقل کیا گیا، اس میں واضح طور پر مسعی کو مسجد حرام سے اتصال؛ بلکہ اس کی عمارت کے بیچ میں آ جانے کے باوجود، مسجد حرام سے خارج قرار دیا گیا ہے اور اس کی وجہ شیخ علیہ الرحمۃ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے: "**وذلك لأن موضع المسعى مشعر من المشاعر التي لا تتغير ولا تتبدل، لا بذواتها، ولا بالأحكام المتعلقة بها تبعا لذلك**" یعنی: مسعی کی جگہ مسجد حرام کا جزو وحصہ اس لیے شمار نہیں ہوتی ہے کہ وہ ان مشاعر میں سے ایک مشعر ہے، جن میں کوئی تبدیلی وتغیر نہیں ہوسکتا، نہ خود ان میں اور نہ ان سے متعلق احکامات میں؛ کیوں کہ احکام مشاعر، مشاعر ہی کے تابع ہیں۔

پس جب مسعی، مسجد حرام کے وسط میں آ جانے کے باوجود محض مشعر ہونے کی بنا پر مسجد حرام کا جزو وحصہ نہیں بن سکتا؛ حالاں کہ مسجد حرام کا جزو بننے میں مسعی کی حیثیت میں تنزلی کے بجائے ترقی ہوتی ہے؛ کیوں کہ مسجد حرام بہر حال مسعی سے اعلی شان ومقام کی حامل ہے، اور اس کے آداب مسعی سے زیادہ بھی ہیں اور اہم بھی ہیں تو پھر مشعریت کی بنا پر منی، مزدلفہ اور عرفات کے مکہ مکرمہ کا جزو اور اس کے تابع نہ ہونے میں کوئی استبعاد نہ ہونا چاہیے حالاں کہ مشاعر مقدسہ کی شان بہر حال مکہ مکرمہ کی عام آبادی سے اعلی وارفع ہے۔

اور اگر منی، مزدلفہ اور عرفات میں مشعریت کی علت تسلیم نہیں ہے اور مشعریت،

www.besturdubooks.net

مشاعر مقدسہ کے مکہ مکرمہ کے تابع نہ ہونے کی علت نہیں بن سکتی تو مسعی کے مسئلہ میں بھی اسے باطل قرار دینا ہوگا اور مسعی کو مسجد حرام کا جزو قرار دے کر اسی کے مطابق سعی کے احکام کی تخریج کرنی ہوگی، ورنہ ایک جگہ مشعریت کی علت تسلیم کرنا اور دوسری جگہ تسلیم نہ کرنا مکابرہ محض کے علاوہ کچھ نہیں ہے؛ کیوں کہ جب دونوں جگہ بنیاد وعلت ایک ہے تو حکم میں دوطرح کی باتیں کیوں کہی جاتی ہیں؟ اسی لیے جو حضرات مسعی میں مشعریت کو بنیاد بنا کر اس کے مسجد حرام کا جزو نہ ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور دیگر مشاعر میں اس اصول کو یکسر نظر انداز کر کے انھیں مکہ مکرمہ کے تابع اور اس کا جزو قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، ان سے مقالہ میں یہ درخواست کی گئی ہے کہ وہ یا تو مسعی میں مشعریت کی علت کا انکار کریں یا دیگر مشاعر مقدسہ میں بھی مشعریت کا مؤثر ہونا تسلیم کریں ورنہ علت کے مؤثر ہونے سے کوئی مانع نہ ہونے کے باوجود علت کو غیر مؤثر اور لغو قرار دینا اصول فقہ کی روشنی میں ہرگز ہرگز صحیح ودرست نہیں ہے۔

نیز جو حضرات مشاعر مقدسہ کو مکہ مکرمہ کا تابع قرار دیتے ہیں ان کے پاس مشاعر مقدسہ کو وسط شہر کے عام میدانوں اور غیر آباد علاقوں پر قیاس کرنے کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے، اور ان حضرات کی یہ دلیل بھی فاسد ہے؛ کیوں کہ عام میدان اور مشاعر مقدسہ میں نصوص کی روشنی میں مختلف بنیادی فرق ہیں (جن کی تفصیل مقالہ میں ذکر کی گئی ہے)، انھیں یکسر نظر انداز کر کے مشاعر مقدسہ کو ان پر قیاس کرنا اصول فقہ کی اصطلاح میں قیاس مع الفارق ہے جو فاسد ہے اور دلیل شرعی کی حیثیت نہیں رکھتا۔

نیز وسط شہر کے عام میدان یا غیر آباد علاقے جو شہر کے تابع یا اس کے حکم میں ہوتے ہیں یہ خلاف قیاس، محض توقیفی امر نہیں ہے؛ بلکہ معلل بالعلۃ حکم ہے؛ لہٰذا قیاس میں حکم کی علت پیش نظر رکھنی ضروری ہے، اور وہ علت یہ ہے کہ ان کے آبادی کے وسط میں ہونے کی وجہ سے آبادی کا ان پر غلبہ ہوتا ہے اور یہ مغلوب ہوتی ہیں، نیز ان آبادی کے مقابلہ میں ان کی حیثیت بھی اعلیٰ نہیں ہے؛ اس لیے یہ میدان اور غیر آباد علاقے آبادی کے وسط میں آکر اپنی حیثیت ختم کر کے آبادی کا حکم اختیار کر لیتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

اور منی وغیرہ میں یہ علت نہیں پائی جاتی ؛ کیوں کہ ان کی حیثیت آبادی سے اعلی ہے؛ کیوں کہ آباد علاقہ کا اعداد من جانب عباد ہوتا ہے اور اس کی حیثیت کبھی بھی ختم ہوسکتی ہے، پچھلی تباہ شدہ قوموں کی بستیاں اس کی واضح مثالیں ہیں، جب کہ میدان منی اور دیگر مشاعر مقدسہ کا ادائے نسک اور قیام کے لیے اعداد من جانب شارع ہوا ہے اور قیامت تک کے لیے ہوا ہے اور کبھی بھی یہ اعداد ختم نہیں ہوسکتا؛ اس لیے اس کی حیثیت آبادی کی حیثیت سے بلاشبہ اعلی وارفع ہے، پس آبادی ان پر غالب آکر ان کی استقلالی حیثیت کو ختم نہیں کرسکتی ؛ اس لیے یہ میدان مشعر ہونے کی بنا پر ہمیشہ مستقل رہیں گے، کبھی مکہ مکرمہ کا جزو اور اس کے تابع نہ ہوں گے اور اس کے تمام احکام ان کی استقلالی حیثیت کے پیش نظر متفرع کیے جائیں گے (علت مشعریت پر مزید گفتگو مقالہ میں آچکی ہے)۔

الحاصل مشعریت استقلال کی متقاضی ہے اور استقلال تبعیت کے منافی ہے؛ اس لیے مشاعر مقدسہ کا مکہ مکرمہ کے تابع اور اس کا جزو ہونا ان کے مشعر ہونے کے منافی ہے۔

امید ہے کہ درج بالا مختصر تحریر میں آپ کے اشکال کا جواب آگیا ہوگا۔ **فقط واللہ تعالی أعلم ۔والسلام علیکم وعلی من لدیکم ورحمة الله وبرکاته**

محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ

خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

۷/۶/۱۴۳۵ھ م ۸/۴/۲۰۱۴ء سہ شنبہ

نوٹ:۔راقم الحروف کی یہ تحریر، استاذ گرامی حضرت اقدس مولانا ومفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے از اول تا آخر بغور ملاحظہ فرمائی ہے اور تصدیق وتائید سے بھی نوازا ہے۔اب حضرت والا کی اجازت کے بعد جناب والا کی خدمت میں ارسال ہے۔

محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ

www.besturdubooks.net

کیا سعودیہ کا منی کو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ قرار دینا حکم حاکم ہوکر رافع اختلاف ہوسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو حضرات منی کو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ قرار دیتے ہیں، اور اس کی وجہ سے ان کے نزدیک مکہ مکرمہ اور منی میں پندرہ دن قیام کی نیت مقام واحد میں قیام کی نیت ہے؛ اس لیے جو حجاج کرام مکہ مکرمہ اور منی دونوں میں مجموعی طور پر پندرہ دن قیام کی نیت رکھتے ہوں ان پر نمازوں میں اتمام اور نصاب والی قربانی لازم ہوگی، وہ اپنے موقف کی تمام تر کمزوریوں کے باوجود دوسروں پر اپنا موقف لازم کرنے کے لیے ایک یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ:

سعودی حکومت نے منی کے مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ ہونے کا فیصلہ کردیا ہے اور حکم حاکم کے بعد اختلاف ختم ہوجاتا ہے؛ اس لیے اب اس فیصلہ کے بعد تمام علمائے کرام کا منی کے مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ ہونے پر متفق ہوجانا لازم ہے اور اس فیصلہ کو نہ ماننا جائز نہیں اور اس میں کسی کو اختلاف کرنے کا حق نہیں ہے، اس کے بعد قضائے قاضی اور حکم حاکم کے متعلق مختلف عبارتیں نقل کرتے ہیں۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو ان حضرات کی یہ دلیل بھی دیگر دلائل کی طرح ایک شبہ وخلجان یا غلط فہمی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی؛ بلکہ اہل علم کی طرف سے ایسے دلائل کا

www.besturdubooks.net

پیش کیا جانا باعث حیرت وتعجب ہے۔

ان حضرات کی اس دلیل کی حقیقت سمجھنے کے لیے ہمیں اس دلیل میں چند زاویوں سے غور کرنا ضروری ہے:

ایک یہ کہ سعودی حکومت منی کو جو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلہ سمجھتی ہے، یہ واقع اور حقیقت کے مطابق ہے یا یہ ایک محض فرضی امر ہے؟

دوسرے یہ کہ اگر یہ بات مان لی جائے کہ سعودی حکومت کا منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ سمجھنا واقع وحقیقت کے مطابق ہے یعنی: سعودی حکومت کے نزدیک منی واقعی طور پر مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ یا اس کے تابع ہے تو ہمیں اس پر بھی غور کرنا ہوگا کہ حکومت نے منی - جو پہلے سے ایک مستقل مقام ہے- کو جو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ یا اس کے تابع قرار دیا ہے یہ شرعی بنیادوں پر مبنی ہے، یا یہ انتظامی سہولت کے پیش نظر ہے؟

اور اگر یہ شرعی بنیادوں پر مبنی ہے تو اس کی شرعی بنیادیں کیا ہیں؟ وہ بھی سامنے آنی چاہئے؛ کیوں کہ اب تک عرب علما کے حوالہ سے جتنی تحریریں سامنے آئی ہیں وہ محض حکومت کے موقف کو واضح کرتی ہیں، ان میں شرعی بنیادوں کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے، حالاں کہ شرعی بنیادوں کے بغیر حکومت کے کسی انتظامی امر کو ایک اختلافی مسئلہ میں شرعی فیصلہ سمجھ لینا صحیح ودرست نہیں ہوسکتا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر حکومت کا یہ موقف شرعی بنیادوں پر مبنی ہے اور حکومت نے شرعی بنیادوں پر منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ وجزو قرار دیا ہے تو اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ منی کے مکہ مکرمہ کا محلّہ وجزو یا اس کے تابع ہونے کا مسئلہ کیا حکم حاکم کے تحت آکر سعودیہ کا موقف حکم حاکم بن سکتا ہے یا عام فقہی آرا کی طرح یہ بھی ایک موقف ہے اور اس کی حیثیت محض ایک رائے کی ہے؟ کیوں کہ حکومت کی طرف سے صادر ہونے والے تمام امور شرعی فیصلہ کا درجہ نہیں رکھتے؛ بلکہ حکومت کے بعض دینی امور بھی بلاشبہ شرعی فیصلہ سے خارج ہوتے ہیں اور ان کی حیثیت محض ایک رائے یا فتوی کی ہوتی ہے۔

www.besturdubooks.net

پہلی بات:۔ سعودی حکومت نے منی کو جو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ قرار دیا ہے، مقالہ میں سوال نمبر ایک کے دوسرے جزو کے جواب میں یہ بات تفصیل سے ذکر کی گئی ہے کہ منی کو مکہ مکرمہ کا مستقل محلّہ قرار دینا حقیقت وواقعیت کے خلاف ہے؛ کیوں کہ محلّہ کا اطلاق آباد علاقہ پر ہوتا ہے، غیر آباد علاقہ پر محلّہ کا اطلاق نہیں ہوتا اگر چہ وہ وسط شہر میں ہو، یہی وجہ ہے کہ فنائے متصلہ کو شہر کا محلّہ نہیں کہا جاتا؛ کیوں کہ وہ رہائش کے اعتبار سے غیر آباد ہوتا ہے، اگر چہ وہاں سے اہل شہر کی مصالح وضروریات وابستہ ہوتی ہیں۔ نیز منی کو دنیا کے عام محلوں سے کوئی مشابہت بھی نہیں اور دنیا میں- میری معلومات کی حد تک- ایسا کوئی محلّہ نہیں ہے جو عام رہائشی مکانات سے ہٹ کر خیموں کی شکل میں ہو اور سال کے صرف تین یا چار دن عارضی طور پر کسی خاص مقصد کے تحت لوگوں کی قیام گاہ بنتا ہو، پھر پورے سال محض ویرانہ کی طرح مکمل غیر آباد رہتا ہو اور اس کے باوجود، وہ شہر کا ایک مستقل محلّہ قرار پاتا ہو؟ بلکہ منی کو کسی محلّہ کے تابع قرار دے کر محلّہ کا جزو قرار دینا بھی صحیح نہیں؛ کیوں کہ منی میں تبعیت کی شان نہیں پائی جاتی، نیز جو حضرات منی کو مکہ کا جزو کہتے ہیں وہ مستقل محلّہ قرار دے کر اسے مکہ کا جزو کہتے ہیں، آس پاس کے کسی محلّہ: عزیزیہ، شرائع، شیشہ یا عدل وغیرہ کے تابع مان کر اسے مکہ کا جزو نہیں کہتے ہیں۔ اور اگر ان میں سے کسی کے تابع گردانا جاتا ہے تو شرعی نقطہ نظر سے اس کی کوئی بنیاد ہونی ضروری ہے (مزید تفصیل مقالہ میں ملاحظہ کی جائے)۔

اس لیے سعودی حکومت منی کو جو مکہ مکرمہ کا ایک محلّہ قرار دیتی ہے، یہ حقیقت اور نفس الامر کے خلاف ہے، میدان منی میں مکہ مکرمہ کا محلّہ ہونے کی کوئی شان نہیں پائی جاتی ہے۔

دوسری بات:۔ اور اگر سعودی حکومت منی کو مکہ مکرمہ کے تابع قرار دیتی ہے تو یہ بات کسی حد تک درست ہوسکتی ہے؛ لیکن اس میں بھی یہ جاننا ضروری ہے کہ سعودی حکومت منی کو جو مکہ مکرمہ کے تابع قرار دیتی ہے یہ انتظامی مسائل کے پیش نظر ہے یا

www.besturdubooks.net

شرعی نقطۂ نظر سے ہے؟

غور وفکر سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انتظامی امور کے قبیل سے ہے، جن میں بین الاقوامی یا ملکی اصول وقوانین اور سہولیات مدنظر رکھی جاتی ہیں، جیسے حکومت کے اس نوعیت کے دیگر بہت سے کام مثلاً سڑکوں کی تعمیر، پانی اور کرنٹ کی سپلائی اور دیگر حفاظتی تدابیر وغیرہ؛ کیوں کہ حکومت جب کسی علاقہ کو شہر کے تابع قرار دیتی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حکومت نے اس کے انتظامی امور کو شہر کی انتظامیہ کے ماتحت کردیا، اس میں دو آبادیوں یا آبادی اور جنگل میں اتصال وانفصال کا شرعی معیار مدنظر نہیں رکھا جاتا؛ بلکہ اس میں ملکی اور بین الاقوامی اصول وضوابط یا انتظامی سہولت ملحوظ ہوتی ہے؛ اسی لیے اس میں آباد علاقہ کی تخصیص بھی نہیں ہوتی؛ کیوں کہ پبلک سیکورٹی کے ذیل میں آبادی سے باہر کے علاقے بھی آتے ہیں کہ ان میں اگر کوئی ناگفتہ بہ واقعہ پیش آجائے، تو اسی علاقہ کے پولس اسٹیشن کی ذمہ داری ہوتی ہے جس کی حدود میں وہ واقعہ پیش آیا ہو، اور اس میں بعض مرتبہ بڑی آبادی کو کئی حصوں میں تقسیم کردیا جاتا ہے، اور بعض مرتبہ کئی علاقوں کا پولس اسٹیشن اور پردھان ایک ہی ہوتا ہے (تفصیل کے لیے مقالہ میں ''دو آبادیوں کے درمیان اتصال وانفصال کے مسئلہ میں کیا حکومتی انتظام کا اعتبار شرعاً صحیح ہے؟'' کے عنوان کے تحت اور سوال نمبر ۱۰ کا جواب ملاحظہ فرمائیں)۔

پس جب شریعت اور حکومت دونوں کا نقطۂ نظر الگ الگ ہے، تو مسئلہ شرعی میں حکومت کی تقسیم کو بنیاد بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اور حکومت کا منی کو مکہ مکرمہ کے تابع قرار دینا شرعی مسئلہ بن کر حکم حاکم کا درجہ کیسے اختیار کرسکتا ہے؟ کیا حاکم اسلامی کا ہر عمل یا ہر بات فیصلہ شرعی کی حیثیت رکھتی ہے؟ حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد یا ہر عمل فیصلہ شرعی کی حیثیت نہیں رکھتا؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف حیثیتیں تھیں، آپ غازی بھی تھے، امام بھی تھے، قاضی بھی تھے، مفتی بھی تھے، وغیرہ وغیرہ؛ اس لیے ہر بات صرف ایک ہی حیثیت سے نہیں لی جاتی ہے؛ جیسا کہ یہ مضمون علامہ ابن

www.besturdubooks.net

تیمیہؒ نے اپنی کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے، پس حکومت کی ہر بات یا عمل فیصلہ شرعی کی حیثیت کیسے اختیار کرسکتا ہے؟

بلکہ اگر بالفرض حکومت کے انتظامی مسئلہ کو شرعی مسئلہ کا درجہ دے کر اسے صحیح ودرست مان لیا جائے تو بھی سعودیہ کا منی کو مکہ مکرمہ کے تابع قرار دینا ابھی محتاج ثبوت ہے؛ کیوں کہ بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ اور مشاعر مقدسہ دونوں کی بلدیہ ایک نہیں ہے؛ بلکہ الگ الگ ہے، مکہ مکرمہ کی بلدیہ کا نام إمارة العاصمة المقدسة اور مشاعر مقدسہ کی بلدیہ کا نام إمارة المشاعر المقدسة ہے۔

خلاصہ یہ کہ حکومت کا منی کو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ قرار دینا اولاً محتاج ثبوت ہے اور ثانیاً یہ انتظامی امور کی قبیل سے ہے اور شرعی بنیادوں پر مبنی نہیں ہے؛ لہٰذا اسے شرعی فیصلہ یا شرعی مسئلہ کی حیثیت دینا صحیح نہیں۔

اور اگر مان لیا جائے کہ یہ حاکم کا شرعی فیصلہ ہے تو اس میں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ منی کے مکہ مکرمہ کے تابع ہونے کا مسئلہ حکم حاکم کے تحت آسکتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ بہت سے امور حکم حاکم کے تحت نہیں آتے، ان کے متعلق حاکم کی رائے عام علما کی رائے کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ معین الحکام اور مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیہ وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا؛ اس کے لیے ذیل میں پہلے حکم حاکم کی تعریف ذکر کی جاتی ہے، اس کے بعد زیر بحث مسئلہ پر اس کی تطبیق کی جائے گی۔

حکم حاکم کی تعریف:

حكم الحاكم هو إنشاء إطلاق أو إلزام في مسائل الاجتهاد المتقارب فيما يقع التنازع لمصالح الدنيا (الاحکام فی تمیز الفتاوی عن الاحکام ص ۳۳)۔

اس میں صاف طور پر ذکر کیا گیا: **فيما يقع التنازع لمصالح الدنيا** یعنی: حکم حاکم کا محل وہ امور ہوتے ہیں جن میں لوگوں کے درمیان مصالح دنیا کی وجہ سے نزاع واختلاف ہوتا ہے، یعنی: اس نزاع واختلاف میں ہر فریق کی کوئی دنیوی مصلحت وابستہ

www.besturdubooks.net

ہو؛ لہٰذا جس نزاعی امر میں کوئی دنیوی مصلحت وابستہ نہ ہو؛ بلکہ اس کا تعلق اخروی مصالح سے ہو، وہ حکم حاکم کا محل نہ بنے گا اور اس میں حکم حاکم کو رافع اختلاف سمجھنا صحیح نہ ہوگا اور یہ دلیل کی بے محل تطبیق ہوگی۔

علامہ قرافیؒ آگے (ص ۳۵، ۳۶) فوائد قیود ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقولنا: " فيما يقع التنازع لمصالح الدنيا "احتراز عن مسائل الاجتهاد فى العبادات ونحوها فإن التنازع فيها ليس لمصالح الدنيا بل لمصالح الآخرة فلا جرم لا يدخلها حكم الحاكم أصلاً .

منی کے مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ ہونے کا مسئلہ اسی قبیل سے ہے؛ کیوں کہ اگر منی کو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ قرار دے دیا جائے تو ایسا نہیں ہے کہ قائلین اتمام کو کوئی دنیوی منفعت حاصل ہوگی اور قائلین قصر سے وہ متوقع منفعت فوت ہوجائے گی، یا اگر منی کو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ نہ مانا جائے؛ بلکہ اس سے الگ اور مستقل مقام مانا جائے تو قائلین قصر کو کوئی منفعت حاصل ہوجائے گی اور وہ منفعت قائلین اتمام سے فوت ہوجائے گی؛ بلکہ اس میں مصلحت آخرت ہے، یعنی: پہلی صورت میں قائلین قصر کے نزدیک مکہ مکرمہ اور منی دونوں جگہ مجموعی طور پر پندرہ دن قیام کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا اور ایسے حاجیوں پر چار رکعت والی نمازوں میں قصر ضروری ہوگا، اتمام جائز نہ ہوگا، اور ایام قربانی میں نصاب والی قربانی لازم نہ ہوگی؛ جب کہ قائلین اتمام کے نزدیک قصر جائز نہ ہوگا اور ایام قربانی میں حسب شرائط مالی قربانی لازم ہوگی۔ اور دوسری صورت میں یعنی جب منی کو مکہ مکرمہ کا جزو ومحلّہ سمجھا جائے تو اس کے برعکس ہوگا۔

پس اس میں جواز اور عدم جواز اور لزوم وعدم لزوم شرعی مسئلہ ہے، اس میں کوئی دنیوی مصلحت نہیں ہے؛ اس لیے زیر بحث مسئلہ حکم حاکم کا محل نہیں ہوسکتا اور اسے حکم حاکم کا محل سمجھنا صحیح نہیں۔

اور الاحکام کی تعلیق میں شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے قرافی کی الفروق کے حوالے

www.besturdubooks.net

سے نقل کیا ہے کہ عبادات حکم حاکم کا محل نہیں ہوتیں؛ بلکہ ان میں حاکم کے قول کی حیثیت محض فتوے کی ہوتی ہے؛ لہٰذا اگر وہ کسی شخص کے مذہب یا علمی تحقیق کے خلاف ہوتو وہ عبادات کے باب میں حاکم کی رائے کا شرعاً پابند نہ ہوگا، اور فرمایا: عبادات کے ساتھ مختلف فیہ اسباب عبادت، شروط عبادت اور موانع عبادت بھی لاحق ہیں؛ لہٰذا ان میں بھی حاکم کا قول محض رائے اور فتوے کی حیثیت رکھے گا، رافع نزاع حکم اور فیصلہ کی حیثیت نہیں رکھے گا؛ بلکہ ہر شخص اپنے مذہب کی اتباع کرے گا، حکم حاکم کی وجہ سے کسی کو اس کی مذہب کی اتباع سے روکنا درست نہ ہوگا۔

قال القرافي في كتابه الفروق (٤: ٤٨):اعلم أن العبادات كلها على الإطلاق لا يدخلها الحكم البتة بل الفتيا فقط، فكل ما وجد فيها من الإخبارات فهي فتيا فقط ، فليس لحاكم أن يحكم بأن هذه الصلاة صحيحة أو باطلة ولا أن هذا الماء دون القلتين فيكون نجساً فيحرم على المالكي بعد ذلك استعماله ، بل ما يقال في ذلك إنما هو فتيا ، ن كانت مذهب السامع عمل بها وإلا فله تركها والعمل بمذهبه، ثم قال القرافي: ويلحق بالعبادات أسبابها وشروطها وموانعها المختلف فيها، لا يلزم شيئ من الأحكام – المرتبة على اعتبار أحدها–من لا يعتقده، بل يتبع مذهبه ولا يلزمه قول ذلك القائل بحكم الحاكم به.

شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ آگے علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

علمی مسائل میں، عقیدہ کے مسائل اور عبادات کے باب میں حکم حاکم کا کوئی دخل نہ ہوگا؛ بلکہ ان تمام امور میں حاکم کا قول یا رائے ایسا ہی ہوگا، جیسے اس نے حاکم بننے سے پہلے کوئی قول یا رائے اختیار کی ہو، فرماتے ہیں:

فكلام الحاكم فيما ذكرنا قبل الولاية وبعدها سواء ، وهو بمنزلة الكتب التي يصنفها فى العلم.

www.besturdubooks.net

الفروق للقرافی (۴:۱۱۸۰-۱۱۸۴ فرق نمبر:۲۲۴) میں ہے:

عبادات میں علی الاطلاق حکم حاکم کا دخل نہیں ہوسکتا، ان میں صرف فتوی کی گنجائش ہے؛ لہذا حاکم کسی نماز کے متعلق بالاصل صحت یا فساد کا حکم نہیں لگا سکتا،، یہ قلتین سے کم پانی نجس ہے، مالکی کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں، ایسی صورت میں اگر سامع کے مذہب کے موافق ہو تو وہ اس پر عمل کرے گا ورنہ اسے چھوڑ کر اپنے مذہب پر عمل کرے گا۔ نیز عبادات کے ساتھ اسباب عبادت بھی لاحق ہیں لہذا اگر کسی شافعی حاکم نے ایک گواہ کی گواہی پر رمضان کے چاند کا اعلان کر دیا تو اس کی حیثیت محض فتوی کی ہے، مالکی پر اس پر عمل لازم نہ ہوگا۔

قرافی نے الاحکام (ص ۱۵۸، ۱۵۹) میں فرمایا:

ولأجل هذه القاعدة انقسمت الأحكام ثلاثة أقسام : منها ما يتبع أسبابه بالإجماع ولا يفتقر لحكم لقوة بعده عن اشتماله على أحد تلك الأسباب الموجبة للافتقار.

اور آگے فرمایا:

وأمثل لك لهذه الأقسام الثلاثة : القسم الأول : العبادات كلها الخ

علامہ سید احمد طحطاویؒ نے درمختار کے حاشیہ میں کتاب القضا کے شروع میں فرمایا:

القضاء إنما يكون في حادثة من خصم على خصم بدعوى صحيحة؛ فخرج ماليس بحادثة، وما كان من العبادات. وبه علم أن الاتصالات والتنافيذ الواقعة في زماننا المجردة عن الدعوى ليست حكما ً وإنما فائدتها تسليم الثاني للأول قضاء.

معین الحکام میں ان چیزوں کو بیان کیا ہے جن میں حکام کے تصرفات، حکم کا درجہ نہیں رکھتے اور دوسروں کے لیے ان میں حاکم کی مخالفت کی گنجائش رہتی ہے اور یہ بھی فرمایا: وقد التبس أمر ذلك على كثير من الفقهاء (ص ۴۳)۔

www.besturdubooks.net

پھر چند اقسام وانواع ذکر کرنے کے بعد (ص ۴۴ میں) فرمایا:

النوع السادس من تصرفات الحكام : الفتاوى فى العبادات وغيرها من ..... طهارة المياه ونجاسة الأعيان فليس هذا بحكم بل لما يعتقد ذلك أن يفتى بخلاف ما أفتى به الحاكم أو الإمام الأعظم الخ.

اور آگے ص ۴۷ پر ان مقامات کے بیان میں جن میں حکم حاکم استقلالا یا ضمنا داخل ہوتا ہے فرمایا:

نماز میں حکم حاکم ضمنا داخل ہوسکتا ہے، استقلالا نہیں۔ **والصلاة يدخلها الحكم بالتضمن مثل من صلى المكتوبه الخ،** اور آگے قربانی کے بارے میں فرمایا: **وأما الأضحية فهي عبادة لا يدخلها الحكم استقلالا وقد يدخلها بطريق التضمين فى التعليق كما تقدم.**

شامی (کتاب القضاء، ۸: ۲۰، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند) میں علامہ قاسم بن قطلو بغا کی حوالے سے قضا کی تعریف نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنه إنشاء إلزام فى المسائل الاجتهادية المتقاربة فيما يقع فيه النزاع لمصالح الدنيا ، فخرج القضاء على خلاف الإجماع وما ليس بحادثة وما كان من العبادات.

اور البحر الرائق (کتاب القضاء، ۶: ۴۲۷، ۴۲۸، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند) میں ہے:

الثانى فى معناه شرعاً فعرفه فى فتح القدير بالإلزام، وفى المحيط بفصل الخصومات وقطع المنازعات وفى البدائع : الحكم بين الناس بالحق .....،وعرفه العلامة قاسم بأنه إنشاء إلزام فى مسائل الاجتهاد المتقاربة فيما يقع فيه النزاع لمصالح الدنيا فخرج القضاء على خلاف الإجماع ، وخرج ما ليس بحادثة وما كان من العبادات اهـ اهـ

درج بالا حوالجات سے معلوم ہوا کہ عبادات، اسباب عبادت وغیرہ کی قبیل کی

www.besturdubooks.net

چیزیں حکم حاکم کا محل نہیں ہوتی ہیں، ان میں حاکم کا قول یا رائے عام علما کی رائے یا قول کی حیثیت رکھتی ہے، اس سے زیادہ نہیں، اور زیر بحث مسئلہ اسی قبیل سے ہے؛ اس لیے اگر سعودی حکومت نے بحیثیت مسئلہ شرعی، میدان منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ قرار دیا ہے تب بھی اس کی یہ رائے قائلین قصر کے خلاف حجت اور لازم العمل نہیں ہوسکتی، اس میں سعودیہ کی رائے کو حکم حاکم کا درجہ دے کر رافع اختلاف سمجھنا صحیح نہیں۔

نیز جن مسائل میں حکم حاکم رافع اختلاف ہوتا ہے، اس میں ایک شرط یہ ہے کہ نزاعی مسئلہ میں کسی کی طرف دعوی پایا جائے اور کوئی دوسرا مدعی علیہ ہو اور اگر دعوی کی شکل نہ ہو تو علما کی تصریحات کے مطابق حاکم کا قول محض فتوی ہوتا ہے، فیصلہ نہیں؛ چناں چہ البحر الرائق (۶:۴۳۴) میں ہے:

وقيد بقوله: بعد دعوى صحيحة لأنه قبلها إفتاء لا حكم كما قدمناه وبه علم أن الاتصالات والتنفيذات الواقعة في زماننا المجردة عن الدعوى ليست حكماً وإنما فائدتها تسليم الثاني للأول قضاء ه اهـ

علامہ ابن نجیم مصریؒ کا ایک رسالہ ہے، جس کا نام ہے: **الرسالة السادسة والثلاثون فی الحكم بلا تقدم دعوى صحيحة وخصومة** (رسائل ابن نجیم الاقتصادیہ ص۳۹۷-۴۲۲)، اس میں سے کچھ اہم اقتباس درج ذیل ہیں:

ص ۳۹۷ پر ہے: **وإنه -إن الحكم بلا تقدم دعوى وخصومة -إفتاء لا يرفع الخلاف سواء كان الحاكم حنفيا أو غيره۔**

ص ۳۹۸ پر محیط کے حوالہ سے ہے: **القضاء شرعاً فصل الخصومات فما لا فصل فيه، ولا قطع ليس بقضاء اهـ**

ص ۴۰۰ پر ہے: فتوی سے مختلف فیہ متفق علیہ نہیں ہوتا۔ قضا میں مقضی علیہ اور مقضی لہ بھی چاہئے۔

اور ص ۴۰۲ پر ہے: اگر صحت قضا کی کوئی شرط نہ پائی جائے تو وہ فتوی ہوگا، حکم وقضا

www.besturdubooks.net

نہ ہوگا۔

پس اگر بالفرض مان لیا جائے کہ زیر بحث مسئلہ، حکم حاکم کے تحت آسکتا ہے اور سعودی حکومت کی پیش کردہ رائے شرعی مسئلہ کی حیثیت رکھتی ہے، تب بھی سعودیہ کی رائے کو حکم حاکم کا درجہ دینا صحیح نہ ہوگا؛ کیوں کہ زیر بحث مسئلہ میں دعوی وغیرہ کی کوئی شرط نہیں پائی گئی کہ سعودیہ کی رائے کو حکم اور فیصلہ کی حیثیت دی جاسکے۔

خلاصہ یہ کہ زیر بحث مسئلے میں اگر سعودیہ نے میدان منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ وجزو قرار دیدیا ہے تو یہ حکم حاکم کا درجے میں ہوکر رافع اختلاف نہ ہوگا، اسے رافع اختلاف سمجھنا صحیح نہیں، فقہائے کرام کی تصریحات کے خلاف ہے۔

www.besturdubooks.net

مقالہ کا خلاصہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مضامین ذہن میں آتے گئے اور ترتیب بنتی گئی ؛ اس لیے مقالہ بہت زیادہ طویل ہوگیا، ہر قاری اتنا مفصل مقالہ پڑھنے کی فرصت نہیں رکھتا؛ اس لیے ذیل میں موضوع سے متعلق مقالہ کے بعض اہم اجزا کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے:

(۱): منی یا مزدلفہ کو آباد علاقہ اور مکہ مکرمہ کا محلّہ قرار دینا صحیح نہیں؛ کیوں کہ میدان منی ومزدلفہ میں آبادی کی حقیقت اور اس کی شرائط نہیں پائی جاتیں، نیز پوری دنیا میں اس طرح کے علاقے کو محلّہ قرار دینے کی کوئی نظیر اب تک معلوم نہیں ہوئی۔

(۲): آبادی کا مصداق وہ علاقہ ہوتا ہے جو رہائشی مکانات پر مشتمل ہو، جس علاقہ رہائشی مکانات سے خالی ہو، وہ آباد علاقہ یا اس کا جزو وحصہ نہیں شمار ہوگا، دلیل: فقہا نے مسافر کے لیے مجاوزت کے مسئلہ میں عمران، عمارۃ، اور بیوت کی اضافت، مصر، موضع اقامت اور مقام مسافر کی طرف کی ہے۔ اور اقامہ کا مفہوم: دائمی رہائش کی جگہ ہوتا ہے۔

البتہ مکانات کی کوئی خاص نوعیت متعین نہیں، عام انسانوں کے لیے ان کی رہائش کے مناسب مکانات چاہئے ، خیمے رہائشی مکانات نہیں بنیں گے (خانیہ، خلاصۃ الفتاوی، شرح نقایہ اور مبسوط سرخسی کی صریح عبارات) اور خانہ بہ دوش چوں کہ خیموں میں ہی رہتے ہیں؛ اس لیے خیمے صرف ان کے حق میں رہائشی مکانات ہیں، سب کے حق میں نہیں (حوالہ میں شامی، حاشیہ طحطاوی علی المراقی، المنہاج، مغنی المحتاج، عالمگیری، بحوالہ محیط سرخسی اور فتاوی غیاثیہ اور مراقی الفلاح کی عبارتیں ذکر کی گئیں)۔

(۳): آبادی سے متصل باغات میں اگر مالکان، کارندے یا محافظین پورے

www.besturdubooks.net

سال یا سال کا اکثر حصہ رہائش رکھتے ہوں تب بھی وہ شرعاً آبادی کا حصہ نہیں ہوتے ؛ بلکہ وہ آبادی سے خارج ہی رہتے ہیں؛ کیوں کہ باغات دراصل رہائش کے لیے نہیں ہوتے ،ان میں رہائش محض ضمنی وتبعی ہوتی ہے، باغات ہیں،اوروہاں رہائش ضمنا وتبعا ہے۔بخلاف البساتين، ولو متصلة بالبناء؛ لأنها ليست من البلدة، ولو سكنها أهل البلدة في جميع السنة أو بعضها، ولا يعتبر سكنى الحفظة والأكرة اتفاقا،إمداد (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ۲: ۵۹۹، ط: مكتبة زكريا ديوبند)۔

(۳): آبادی کے مصداق میں عام عرفی مکانات کی رہائش معتبر ہوتی ہے، عام لوگوں کے حق میں خیموں کی رہائش معتبر نہیں۔ولا تصح نية الإقامة في مفازة لغير أهل الأخبية؛ لعدم صلاحية المكان في حقه، والأخبية جمع خباء :.....بيت من وبر أو صوف، والمراد ما هو أعم من ذلك.وأما أهل الأخبية فتصح نيتهم الإقامة في الأصح في المفازة(مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوي،ص ٤٢٦ ،ط:دار الكتب العلمية بيروت)۔

(۴):محض عمارتیں آبادی کے لیے کافی نہیں، رہائشی عمارتیں ہونی چاہئے اور اگر عمارتیں باقی ہوں اوران میں رہائش کے بجائے کھیتی باڑی وغیرہ ہوتی ہوتو وہ علاقہ عمارتوں پر مشتمل ہونے اور آبادی کے کنارے اوراس سے متصل ہونے کے باوجود آبادی سے خارج شمار ہوگا،آبادی کا حصہ نہ ہوگا،بخلاف ما صار منها بساتين ومزارع كالأبنية التي في طريق الربوة(شامی۲:۶۰۰،مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند)،اورمنی دائمی رہائش کے لیے تجویز ومقرر کیا ہوانہیں ہے، بلکہ وہاں بالفعل بھی رہائش نہیں ہےاور خیمے رہائشی مکانات کے درجے میں نہیں ہوسکتے، وہ صرف خانہ بہ دوش لوگوں کے حق میں رہائشی مکانات ہوسکتے ہیں،سب کے حق میں نہیں۔

بلکہ اگر منی میں مستقلاً آبادی ہوجائے تو بھی اسے آباد کہنا صحیح ودرست نہیں، جیسے: کسی بڑی مسجد میں اگر لوگ مکانات بنالیں تو اسے محلّہ کہنا درست نہ ہوگا، کسی مسجد کے داخل مسجد صحن میں محلّہ کے بچے فٹ بال وغیرہ کھیلتے ہوں تو اسے فیلڈ یا کھیل کا

www.besturdubooks.net

میدان کہنا درست نہ ہوگا، یا قبرستان میں مسجد بنالی جائے تو وہ مسجد شرعی نہیں ہوتی، اسے مسجد نہیں کہہ سکتے ہیں، اور معجم البلدان سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں منی میں متعدد مساجد تھیں، مگر اب منی میں ان میں سے کوئی مسجد نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت میں ان کی مسجدیت تسلیم نہیں کی گئی۔ اور شیخ محمد بن ابراہیم نے فرمایا: منی کا کچھ حصہ کسی اور کام کے لیے وقف کرنا درست نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا: مزدلفہ میں اسٹیڈیم بنانا درست نہیں۔ اور حدیث: منی مناخ من سبق سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۵): وسط شہر میں پائے جانے والے باغات، پہاڑی یا ویران علاقوں کا حکماً آبادی کا حصہ شمار ہونا معلل بالعلة ہے اور وہ علت میدان منی اور مزدلفہ میں نہیں پائی جاتی؛ اس لیے میدان منی اور مزدلفہ کا، آبادی کے درمیان پائے جانے والے میدانوں اور ویران علاقوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

عام میدانوں میں اور منی ومزدلفہ میں فرق ہے، وسط شہر کے عام میدان بوجہ عرف یا حکومتی انتظام جزو شہر نہیں ہوتے؛ بلکہ وسط شہر میں ہونے کی وجہ تبعاً جزو شہر ہوتے ہیں اور ان میں تبعیت کی شان بھی پائی جاتی ہے، اور میدان منی میں یہ بات مفقود ہے (میدان منی کے سلسلہ میں مقالہ میں تفصیلی بحث کی گئی ہے)۔

(۶): جو حضرات منی کو مکہ مکرمہ کا جزو وحصہ مانتے ہیں، ان میں سے بعض حضرات نے منی ربض مصر قرار دیا ہے، جب کہ ربض مصر کی تعریف دور دور تک میدان منی پر صادق نہیں آتی؛ اس لے مقالہ میں ان علاقوں کے متعلق مختلف گوشوں سے تفصیلی بحث کی گئی ہے جو شہر کی آبادی سے خارج ہوتے ہیں؛ مگر مسئلہ مسافرت وغیرہ میں شہر کی آبادی ہی کا درجہ رکھتے ہیں، ایسے تین قسم کے علاقے ہیں: پہلی قسم: فنائے متصلہ۔ دوسری قسم: ربض مصر۔ اور تیسری قسم: آبادی سے متصل دوسرا گاؤں یا شہر۔

(۷): اتصال وانفصال اور ان کے معیار کے سلسلہ میں بھی مختلف رائیں پیدا ہوگئی ہیں، مقالہ میں اتصال وانفصال اور ان سے متعلق تمام پہلوؤں پر بھی تفصیلی بحث

www.besturdubooks.net

کی گئی ہے اور جن امور کی وجہ سے لوگوں کو شبہات ہوئے ہیں، ان کو اچھی طرح اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۸): بعض حضرات منی اور مزدلفہ کو مکہ مکرمہ جزو قرار دینے میں بلدیہ کے اتحاد کی بات کہتے ہیں، جب کہ یہ بات بجائے خود مختلف فیہ ہے؛ کیوں کہ متعدد معتبر ذرائع سے مکہ مکرمہ اور مشاعر مقدسہ دونوں کی بلدیہ کا الگ الگ ہونا معلوم ہوا ہے، اور اگر یہ صحیح ہو کہ دونوں کی بلدیہ ایک ہے تب بھی اتصال وانفصال کے مسئلے میں اس کا اعتبار نہ ہوگا؛ کیوں کہ علاقوں کی تقسیم میں شریعت اور حکومت دونوں کا نقطۂ نظر الگ الگ ہے، شریعت کی بنیاد وہ مسائل ہیں جو اتصال آبادی اور انفصال آبادی سے متعلق ہیں، اور حکومت کی بنیاد سوشل ورک اور پبلک سیکورٹی کے لیے انتظامی تقسیم، جس میں آبادی کا لحاظ نہیں ہوتا؛ بلکہ پورا ملک اس کے حساب سے تقسیم ہوتا ہے جہاں تک لوگوں کی ضروریات ومصالح وابستہ ہوں، اور اس میں بعض مرتبہ بڑے شہر کو کئی حصوں میں انتظامی اعتبار سے تقسیم کر دیا جاتا ہے اور چند چھوٹے گاؤں کو ایک علاقہ قرار دیدیا جاتا ہے؛ اس لیے اس کا اعتبار فقہی نقطۂ نظر سے صحیح ودرست نہیں ہے۔

(۹): بعض حضرات اتصال وانفصال کے مسئلے میں عرف کا اعتبار کرتے ہیں؛ جب کہ اس میں عرف کا اعتبار فقہ شافعی کا مسئلہ ہے، فقہ حنفی کا مسئلہ نہیں ہے اور عام حالات میں بلاضرورت مذہب غیر اختیار کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔

(۱۰): جو حضرات اتمام کے قائل ہیں، وہ کبھی یا ان میں سے بعض حضرات میدان منی کو فنائے مکہ قرار دیتے ہیں اور اس تعلق سے مختلف شبہات ذکر کرتے ہیں؛ اس لیے مقالہ میں فنا پر تفصیلی بحث کی گئی اور یہ ثابت کیا گیا کہ فقہائے مذہب کی تصریحات کی روشنی میں منی کو فنائے مکہ قرار دینا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ اور ان حضرات کے شکوک وشبہات کے تفصیلی جواب بھی دیے گئے، مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے:

فنائے شہر کی تعریف میں چند اہم اجزا ہیں: ایک لفظ حوائج ومصالح ہے، اس کی

www.besturdubooks.net

وضاحت میں فقہائے کرام کے حوالہ سے فنائے شہر کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں تاکہ فنائے شہر میں حوائج کی مراد متعین کرنے میں آسانی ہو۔

دوسرا لفظ اعداد ہے، جو فنا کی بحث میں نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اسے قائلین اتمام یکسر نظر انداز کر دیا ہے، فقہ حنفی کی تقریباً تمام کتابوں میں فنائے شہر کی تعریف میں اعداد یا اس پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ضمنی وتبعی طور پر مصلح شہر میں استعمال سے کوئی علاقہ فنائے شہر نہیں ہوتا، اصل اور بنیاد استعمال مصالح اہل شہر میں ہونا ضروری ہے۔

فنائے شہر کی تعریف میں دو اور اہم اجزا ہیں؛

ایک: فنائے شہر میں یہ بھی ضروری ہے کہ اہل شہر کی مصالح میں بحیثیت باشندگان شہر (اقامت فی المصر) استعمال ہوتا ہو،

مبسوط (۲:۱۲۱، مطبوعہ: دار المعرفة بیروت لبنان) کے حوالے سے یہ عبارت ذکر گئی:" **قلنا: فناء المصر موضع معد لحوائج أهل المصر بإقامتهم فی المصر لا بإقامتهم في فنائها۔**

اور فتح القدیر (کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر ۲: ۸، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان) میں ہے:" **وأجيب بأنه إنما ألحق به فيما هو من حوائج أهله المقيمين فيه لا مطلقاً۔**

دوسرا اہم جزو یہ ہے کہ فنائے شہر وہ جگہ ہوتی ہے جو بنیادی طور پر کسی خاص شہر کی مصالح میں استعمال ہوتی ہو، کسی دوسرے شہر والوں کے استعمال میں نہ آتی ہو، یعنی: مشترک یا عام نہ ہو۔

دلیل: شامی میں ہے: **ولعله ما لم يكن محتطبا واسعا** (۲:۵۹۹، مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند)، دوسری جگہ ہے: **وكذا مالم يكن الماء نهرا بعيد المنبع۔**

فقہ شافعی کی مغنی المحتاج (۱:۳۹۶، ۳۹۷، مطبوعہ: دار المعرفة بیروت) میں خانہ بہ

www.besturdubooks.net

دوش لوگوں کے حق میں فنائے متصلہ کے بیان میں ہے:وإن نزلوا على محتطب أو ماء فلا بد من مجاوزته، إلا أن يتسع بحيث لا يختص بالنازلين۔

تحفۃ المحتاج (مع حواشی الشروانی وابن العبادی ۲:۳۷۳:مطبوعہ:مطبعة مصطفى محمد بمصر):ويشترط مجاوزة مرافقها؛ كمطرح رماد، وملعب صبيان، وناد، ومعاطن إبل، وكذا ماء وحطب اختصا بها۔

میدان منی بحیثیت اقامت فی مکہ،اہل مکہ کے مصالح کے لیے نہیں ہے،اور ادائے نسک اہل مکہ کے ساتھ خاص نہیں،تمام مسلمانان عالم اس میں برابر کا حق رکھتے ہیں۔دلیل:حدیث:منى مناخ من سبق ہے،اور من سبق کا مطلب ہے:من الحجاج سواء كانوا من أهل مكة أو من غيرهم۔یعنی:کوئی بھی حاجی خواہ وہ مکی ہو یا غیر مکی،منی کے کسی علاقہ میں سب سے پہلے پہنچ جائے،وہی اس جگہ کا دوسروں سے زیادہ حق دار ہوگا،کسی مکی یا غیر مکی حاجی کو اسے اس کی جگہ سے ہٹانے یا پہلے سے کوئی جگہ خاص کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

منی کے فنائے مکہ نہ ہونے کے چند دلائل:

دلیل:(۱):میدان منی یا مزدلفہ مصالح شہر کے لیے معد نہیں ہے؛ بلکہ ان دونوں کی شرعی وابدی حیثیت کے پیش نظر یہ مصالح اہل مکہ کے لیے ہو ہی نہیں سکتا؛ کیوں کہ ادائے نسک کے لیے اس کا اعداد دائمی وابدی ہے،اور فنا میں مصالح شہر کے لیے اعداد رکن کی حیثیت رکھتا ہے۔

دلیل:(۲):تمام کتابوں میں موضعین مستقلین کی مثال میں مکہ اور منی کو ذکر کیا گیا ہے،اور فنائے شہر موضع مستقل نہیں ہوتی؛ بلکہ شہر کے تابع ہوتی ہے۔

دلیل:(۳):زمانہ قدیم میں جن حضرات نے حضرات شیخینؒ کے نزدیک منی میں جواز جمعہ کی تخریج میں فنائے مکہ ہونے کی بات کہی ہے،ان پر علمائے کرام نے دو طرح رد کیا ہے،جن میں سے دوسرے رد میں ذکر کیا گیا کہ ابوسلیمان جوزجانیؒ نے

www.besturdubooks.net

کتاب الاصل میں امام محمدؒ سے ہمارے تینوں ائمہ کا یہ مذہب نقل کیا: إذا نوى المسافر أن يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يوما لا يصير مقيما، علامہ ابن ہمامؒ نے فرمایا: اس سے معلوم ہوا کہ منی شریعت کی نظر میں فنائے مکہ نہیں ہے؛ بلکہ مکہ اور منی دونوں الگ الگ جگہیں ہیں، کوئی کسی کے تابع یا اس کا جزو نہیں ہے، فعلم اعتبارهما شرعاً موضعين (فتح القدیر ۲:۲۶)، اور کفایہ شرح ہدایہ میں بھی اس جزئیہ کو نقل کرنے کے بعد یہی فرمایا: فعلم بهذا أنهما موضعان۔

جو حضرات منی کو مکہ مکرمہ کی فنا قرار دیتے ہیں، اب تک ان کے جو دلائل سامنے آئے ہیں، مقالہ میں تفصیل کے ساتھ مدلل طور پر ان سب کے جوابات بھی دیے گئے ہیں، جو اختصار کے ساتھ حسب ذیل ہیں:

پہلی دلیل: پورا حرم مکہ کی فنا ہے۔

اس پر چھ اعتراض کیے گئے؛

اعتراض: (۱): مکہ کی آبادی سے اتصال کی وجہ سے فنائے متصلہ ہوگی اور مسئلہ مسافرت میں اس سے تجاوز بہر حال شرط ہے۔ تصریحات ائمہ کے خلاف ہے؛ کیوں کہ انہوں نے مسئلہ موضع مستقل قرار دیا ہے؛ بلکہ یہ قول کسی فقیہ سے مروی نہیں۔

اعتراض: (۲): بالاتفاق جمعہ جائز ہونا چاہئے حالاں اس میں امام محمد کا اختلاف مروی ہے۔

اعتراض: (۳): ائمہ احناف اور تمام فقہائے احناف نے جو اسے موضع مستقل قرار دیا یہ غلط ہونا چاہئے کیوں کہ فنائے شہر موضع مستقل نہیں ہوتی۔

اعتراض: (۴): شہر اور فنائے شہر دونوں غیر ہوتے ہیں اور یہاں مکہ اپنی فنا میں واقع ہے۔

اعتراض: (۵): عام فنا اور اس فنا میں یہ فرق ہے کہ اس میں کمی زیادتی نہیں ہوسکتی، جب کہ دیگر فناؤں میں کمی زیادتی ہوسکتی ہے۔

www.besturdubooks.net

اعتراض: (۶): فنائے شہر کی متفقہ تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔

دوسری دلیل: فقہا نے دوری کی بنیاد پر فنا ہونے کی نفی کی تھی اور اب وہ دوری نہیں رہی۔

جواب: یہ مرجوح قول پر مبنی ہے؛ اس لیے اس کا اعتبار ہوگا۔

تیسری دلیل: ادائے نسک مصالح مکہ سے ہے۔

جواب: ادائے نسک اہل مکہ کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ عام ہے، نیز مبسوط اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہے کہ فنائے شہر میں فنا کا مطلقاً مصالح شہر کے لیے ہونا کافی نہیں؛ بلکہ بحیثیت باشندگان شہر تمام اہل شہر کے لیے ہو اور اس میں دوسروں کی شرکت نہ ہو اور دوسرے شہر والوں کے لیے عام نہ ہو؛ جب کہ میدان منی سب کے لیے عام ہے، اس کی دلیل: قرآنی آیت: ولله على الناس حج البيت الآية، اور حدیث: منى مناخ من سبق ہے، نیز آج تک کسی فقیہ نے ادائے مناسک کے اعتبار سے منی کو فنائے مکہ قرار نہیں دیا اور نہ ہی فنا کی تعریف میں اس کا کوئی تذکرہ یا اس طرف کوئی اشارہ ملتا ہے۔

امداد الاحکام (۱: ۶۹۵، مطبوعہ: دار الاشاعت کراچی) میں ہے: فنا کی تعریف میں سکونتی مصالح مراد ہوتے ہیں، اور ادائے نسک سکونتی مصالح میں سے نہیں ہے ورنہ دیگر لوگوں کی اس میں شرکت نہ ہوتی۔

اور احسن الفتاوی (۱۰: ۳۸۷، مطبوعہ: ایچ، ایم، سعید کراچی، پاکستان) میں ہے: عرفات میں حجاج کا اجتماع مکہ مکرمہ کی ضروریات میں سے نہیں ہے؛ بلکہ وقوف عرفات بذات خود مقصود ہے؛ اس لیے اس کو فنائے مصر نہیں کہا جا سکتا۔

چوتھی دلیل: جمرات کے میدانوں کا پارکنگ کے لیے استعمال ہونا۔

جواب: مسئلہ منی کے فنا ہونے کا ہے، نہ کہ منی کی حدود سے خارج کسی میدان کے فنا ہونے کا، نیز منی کا کچھ حصہ اگر پارکنگ میں استعمال ہوتا ہے تو پورے میدان کو فنا قرار دینا غلط ہے؛ کیوں کہ فنا صرف بقدر استعمال حصہ ہوتا ہے۔ آبادی اور

www.besturdubooks.net

میدان میں فرق ہے؛ بلکہ اگر پورا میدان مصالح مکہ میں استعمال ہونے لگے تو بھی اسے فنائے مکہ کہنا مشکل ہے؛ کیوں کہ اعداد کی شرط نہیں پائی جاتی ؛ بلکہ میدان کا یہ استعمال شرعاً درست ہی نہیں۔

(۱۲): فقہا کے کلام میں منی بالاتفاق موضع مستقل ہے؛ لیکن فقہا نے منی کے موضع مستقل ہونے کی کوئی علت ذکر نہیں کی ہے؛ البتہ اس کے بالمقابل جو مسئلہ ذکر کیا ہے، اس سے اس کی علت، اس کا مکہ مکرمہ کے تابع نہ ہونا معلوم ہوتا ہے، مگر عدم تبعیت کی بنیاد کیا ہے؟ فقہائے کرام نے اسے بھی واضح نہیں فرمایا ہے اور عدم تبعیت حد اقامت میں داخل نہ ہونا ہے اور اس میں عدم تبعیت بر بنائے آبادی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ بعض فقہا نے امام محمدؒ کے قول کی تخریج میں اسے قریہ کے بجائے منزل من منازل الحاج قرار دیا ہے (مجمع الانہر، بنایہ اور حاشیہ تبیین بحوالہ شرح قدوری لابی نصر)، اور امام محمدؒ اسے مستقل مانتے ہیں، معلوم ہوا کہ اس کی متفق علیہ بنیاد، صرف اس کا مشعر ہونا ہے اور مشعریت علت ابدیہ ہے؛ لہٰذا اس کا موضع مستقل ہونا ابدی ہوگا۔

اور اس سلسلہ میں شیخ سبیل کا فتوی اہمیت کا حامل ہے، جس میں مسعی کے مسجد حرام میں داخل نہ ہونے کی وجہ اس کا مشعر ہونا قرار دیا گیا ہے جب کہ وہ مسجد حرام کے وسط میں آچکی ہے، اور رابطہ عالم اسلامی کی اسلامک فقہ اکیڈمی کی تجویز بھی اسی کے موافق ہے۔

حالت حیض میں سعی کا جواز بھی معلل بالعلۃ ہے، اگر مسعی محض مشعریت کی بنا پر مسجد حرام کے وسط میں آکر اس کا جزو نہیں بن سکتا تو منی بھی مکہ کے وسط میں مکہ کا جزو نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ دونوں مشعر ہیں، البتہ منی کے مسئلہ میں شیخ سبیل کا فتوی تضاد کا شکار ہوگیا جو باعث تعجب ہے۔

اور مشعریت کا فائدہ صرف اس کی حدود کا متعین ہونا نہیں ہے؛ بلکہ اس کی حیثیت کا مستقل ہونا بھی ہے، ورنہ حدود کے اعتبار سے تعین دیگر چیزوں میں بھی پایا

www.besturdubooks.net

جاتا ہے؛ کیوں کہ حرم شریف کی حدود بھی متعین ہیں۔

مصر یا قریہ ہونے کو منی کے موضع مستقل ہونے کی علت قرار دینا مختلف وجوہ سے قابل اعتراض ہے۔

جواز جمعہ کی تخریج میں مصر یا قریہ ہونے کی بات ائمہ احناف سے مروی نہیں، بعض حضرات نے امام محمد کی رائے کی تخریج میں قریہ کے بجائے منزل من منازل الحاج بھی کہا ہے، نیز بعض نے فنائے شہر کی بات کہی ہے، اور جب آبادی وہاں مستقل نہیں ہے تو اسے مصر یا قریہ کہنا مشکل ہے؛ کیوں کہ وہ آبادی کے لیے معد نہیں ہے، عارضی قیام گاہ آبادی نہیں بنتی۔

نیز منی کے مصر یا قریہ ہونے کا اختلاف کس بنیاد پر ہے؟ وہ بھی - احقر کے ناقص علم کے مطابق - کسی نے منقح نہیں کیا، بظاہر آبادی کے عارضی ہونے یا نہ ہونے کا اختلاف ہے؛ مگر کہیں اس کی صراحت نہیں ملی، اور عارضی آبادی کا اعتبار کیا جائے گا تو خانہ بہ دوش لوگوں کی عارضی جائے اقامت بھی سب کے حق میں جائے اقامت ہوجائے گی؛ جب کہ یہ تصریحات فقہا کے خلاف ہے (حاشیہ طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۶، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

(۱۳): منی میں اب عمارتیں نہیں ہیں، ساری عمارتیں ختم کردی گئی ہیں اور خیمے رہائشی مکانات کے درجے میں نہیں ہوتے؛ اس لیے منی عرفات کی طرح صحرا ہے، اس میں جمعہ درست نہ ہوگا، نیز اسلامی ملک میں حاکم اسلامی کی اجازت کے بغیر جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہوتا، اور حکومت کی طرف سے ایام منی میں مسجد خیف میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، اور منی کے ایام حج میں شہر ہوجانے کے سلسلہ میں زمانہ ماضی کی عبارتوں سے استدلال درست نہیں؛ کیوں کہ پہلے پورے منی میں بکثرت عمارتیں، رہائشی مکانات اور دکانیں تھیں اور اب وہ سب ختم کردی گئی ہیں۔

(۱۴): حدیث: منی مناخ من سبق پر مفصل کلام کیا گیا ہے، اور حدیث کا منشا یہ بتایا گیا کہ منی کی کسی جگہ کے ساتھ کسی انسان کا محض عمارت وغیرہ کی وجہ سے کوئی

www.besturdubooks.net

اختصاص نہیں ہوسکتا، اختصاص صرف سبقت اور پہل کرنے کی بنیاد پر ہوگا، اور اگر میدان منی میں آبادی ہوئی تو وہ شرعاً ممنوع ہوگی اور اس کا باقی رکھنا درست نہ ہوگا؛ اسی لیے تمام علمائے کرام نے اپنے اپنے دور میں منی میں مکانات وغیرہ کی تعمیرات سے اختلاف کیا ہے، فتاوی محمد بن ابراہیم میں ہے: وما كان أساسه باطلا فمقتضياته وملتزماته باطلة۔یعنی: جس کی بنیاد باطل وغیر معتبر ہوتو اس کے تقاضے اور اس پر متفرع ہونے والی لازمی چیزیں بھی باطل وغیر معتبر ہوتی ہیں۔

اور منی کی آبادی کی اعتباریت ہمارے ائمہ ثلاثہ مروی نہیں اور بعد کے فقہا نے جو ذکر کیا ہے وہ مختلف فیہ ہے، اور موجودہ زمانے میں جو حجاج کے خیمے ہیں، وہ خیمے ہی ہیں، رہائشی مکانات کا درجہ نہیں رکھتے، انھیں کو رہائشی مکانات کا درجہ دینا فقہائے کرام کی تصریحات کے خلاف ہے؛ البتہ منی کے خیمے ترقیات کی وجہ سے زمانہ ماضی کے خیموں سے اعلی ہیں؛ لیکن ہیں بہر حال خیمے؛ لہٰذا خیموں کی وجہ سے منی کو آبادیا مکہ مکرمہ کا محلّہ کہنا صحیح نہ ہوگا۔

(۱۵): مسئلہ شک: مسافر اور مقیم ہونے میں تعارض ہوجائے اور دونوں یقینی ہوں اور تطبیق ممکن نہ ہو یا دونوں درجۂ شک میں ہوں اور ترجیح ممکن نہ ہوتو بر بنائے احتیاط اتمام راجح ہوتا ہے۔اور زیر بحث مسئلہ میں اتمام کے دلائل مرجوح ہیں۔اور اگر اتمام کے دلائل قصر کے دلائل کے ہم پلہ ہوتے اور ترجیح ممکن نہ ہوتی تو بھی مکہ پہنچنے سے پہلے مسافر ہونا اصل ہے؛ لہٰذا اصل کے مطابق قصر پر عمل ہوگا، اتمام پر نہیں جیسا کہ غنیۃ المستملی میں ہے، خلاصہ یہ کہ زیر بحث مسئلہ میں اليقين لا يزول بالشك اور الأصل بقاء ماكان على ماكان کے ضابطے پر ہوگا، احتیاط والے ضابطے پر عمل نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہاں قصر اور اتمام دونوں پہلو برابر نہیں ہیں؛ بلکہ قصر کا پہلو متعین یا راجح ہے یا زر بحث مسئلہ میں اصل مسافر ہونا ہے۔

اور اگر احتیاط کے ضابطے پر عمل کرنے کے لیے محض شک کافی ہوتا تو مسافرت کے تمام مسائل میں علی الاطلاق اتمام ہی کا قول لے لیا جاتا؛ بلکہ عبادات کے تمام

www.besturdubooks.net

مسائل میں احوط پہلو اختیار کیا جاتا اور راجح ومرجوح کا فرق سرے سے ختم ہی ہوجاتا؛ جب کہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ یہ بداہتاً غلط ہے اور حدیث کے خلاف ہے، حدیث میں ہے: ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ انھیں خیال ہوتا ہے کہ وہ نماز میں (پیٹ سے کچھ نکلتا ہوا) محسوس کررہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک کوئی آواز نہ سنیں، یا بدبو محسوس نہ کریں، نماز سے نہ نکلیں (شرح اشباہ للحموی ۱:۱۹۴، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

(۱۶): ہندوستان میں دو ادارے مرکزی حیثیت رکھتے ہیں اور دونوں تقریباً ہم عمر ہیں؛ ایک: دار العلوم دیوبند اور دوسرا: مظاہر علوم سہارن پور، ان دونوں مرکزی اداروں اور یہاں کے اکابرین کا موقف یہی ہے کہ منی، مزدلفہ اور عرفات تینوں مشعر ہونے کی بنا پر مکہ مکرمہ سے الگ ہیں، مکہ مکرمہ میں شامل نہیں ہیں۔

(۱۷): مکہ مکرمہ کی آبادی کا منی سے اتصال کی جو بات کہی جارہی ہے، وہ نئی نہیں ہے؛ بلکہ اکابرین علمائے دیوبند کے زمانے میں خود منی میں بکثرت مکانات اور دکانیں تھیں اور سال بھر وہاں لوگوں کی رہائش بھی رہتی تھی اور مکہ کی آبادی بھی منی کی آبادی سے بالکل مل چکی تھی، اس کے باوجود اکابر علمائے دیوبند میں سے کسی نے بھی منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ اور حصہ قرار نہیں دیا اور کسی نے سفر کے مسئلے میں مکہ اور منی دونوں جگہ کے قیام کو موضع واحد کا قیام نہیں گردانا اور اب جب حکومت کی جانب سے منی کی تمام رہائشی عمارتیں ختم کردی گئیں؛ بلکہ منی کے آس پاس جمرات کے قریب جو آبادی تھی وہ بھی ختم کردی گئی اور حاجیوں کی سہولت کے لیے صرف خیمے لگادئے گئے تب بھی منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ وحصہ قرار دینا بلاشبہ اکابرین کی تحقیق سے اختلاف اور نئی رائے کا احداث ہے؛ اس لیے زمانہ قدیم سے مکہ مکرمہ اور منی کے سلسلہ میں جو مسئلہ چلا آرہا ہے، اسی پر عمل کیا جائے، نئی رائے کی طرف کوئی توجہ نہ کی جائے بالخصوص جب کہ وہ کمزور بنیادوں پر قائم ہو، اس کی کوئی صحیح بنیاد نہ ہو۔

(۱۸): جو علمائے کرام میدان منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ اور اس کا ایک حصہ سمجھتے ہیں

www.besturdubooks.net

اور دوسروں کو بھی اسی نظریے کا پابند بنانا چاہتے ہیں، ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ سعودی حکومت نے منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ تسلیم کرلیا ہے اور دونوں کی بلدیہ بھی ایک ہے اور جب سعودیہ نے اسے مکہ کا محلّہ تسلیم کرلیا تو یہ حکم حاکم ہے اور حکم حاکم رافع اختلاف ہوتا ہے؛ اس لیے اب سعودیہ کے فیصلہ کے بعد تمام لوگوں پر منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ تسلیم کرنا اور منی کے ساتھ مکہ مکرمہ کے محلّہ جیسا معاملہ کرنا لازم وضروری ہے۔

مقالہ کے بعد ضمیمہ میں ان حضرات کی اس دلیل کا بھی تفصیلی وتحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اگر بالفرض سعودیہ نے منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ قرار دیدیا ہے اور محض انتظامی طور پر نہیں؛ بلکہ مسئلہ شرعی کی حیثیت سے منی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ قرار دیا ہے تب بھی سعودیہ کی یہ رائے اصول کی روشنی میں عام علما کی رائے کی طرح ہوگی، حاکم کے حکم اور فیصلہ کے درجے میں نہ ہوگی؛ کیوں کہ جن مسائل میں لوگوں کا نزاع امر اخروی کی وجہ سے ہو، امر دنیوی کی وجہ سے نہ ہو اور وہ از قبیل عبادات، اسباب عبادت وغیرہ ہوں، وہ حکم حاکم کا محل نہیں ہوتے، ان میں حاکم کا قول یا رائے بہت زیادہ فتوے کی حیثیت رکھتا ہے، حکم حاکم کا درجہ نہیں رکھتا، نیز حکم حاکم میں دعوی وغیرہ کا پایا جانا بھی ضروری ہوتا ہے اور زیر بحث مسئلہ میں ایسا کچھ نہیں ہوا ہے؛ اس لیے ان حضرات کی یہ دلیل بھی محض لچر ہے، اس سے دوسروں پر الزام درست نہیں۔

خلاصہ یہ کہ مشاعر مقدسہ: منی، مزدلفہ اور عرفات تینوں کے جزو مکہ مکرمہ ہونے نہ ہونے میں صحیح وراجح قول یہی ہے کہ یہ سب مقامات مکہ مکرمہ سے الگ اور مستقل ہیں، مکہ مکرمہ کا جزو وحصہ یا اس کے تابع نہیں ہیں؛ اس لیے جو حجاج کرام منی روانگی سے پہلے مکہ مکرمہ میں پندرہ روز قیام نہ کرسکیں، وہ مکہ مکرمہ اور منی، مزدلفہ اور عرفات سب جگہ مسافر ہی رہیں گے، اور ان پر تمام امور میں مسافرت ہی احکام جاری ہوں گے؛ لہٰذا وہ حضرات حسب شرائط چار رکعت والی نمازوں میں قصر کریں گے، اور ان پر ایام قربانی میں نصاب والی قربانی بھی لازم نہ ہوگی۔

تمت بالخير، والحمد لله أولاً وآخراً۔

www.besturdubooks.net